عرفانِ کرم

جلد اول

عہد حاضر کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضور قبلہ عالم منگانوی کی حیات و خدمات اور
تعلیمات کے بارے میں اہل علم و دانش کا خراج عقیدت

ترتیب و تدوین

پروفیسر محمد اقبال مجددی

زیرِ سرپرستی

حضرت پیر محمد مظہر حسین صاحب حنفی القادری

نام کتاب	عرفانِ کرم

ترتیب وتدوین	پروفیسر محمد اقبال مجددی

تاریخ اشاعت	شعبان ۱۴۳۶ھ / جون 2015

منتظم اشاعت	سید رفاقت علی شاہ کاظمی قادری
0300-9548082
0333-5121200

کمپوزنگ	وقاص حیدر قادری (راولپنڈی)

سیٹنگ	الکرم کمپوزنگ سنٹر کوٹ بلوچ
ساجد امتیاز قادری
0345-5754914

تعداد

ہدیہ	------------

پرنٹر

فہرست

مقدمہ

علماء وصوفیہ کے حالات ومناقب پر بے شمار مفید کتب لکھی جا چکی ہیں جن کے مطالعہ سے ہر زمانہ میں اہلِ دل نے استفادہ کیا ہے۔

دورِ آخر کے مشہور چشتی بزرگ حضرت خواجہ فخرالدین فخر جہاں دہلوی m (ف: ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء) کی خدمت میں جب پنجاب کے معروف شیخ خواجہ نور محمد مہاروی m (ف: ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) حاضر ہوئے تو آپ نے خواجہ عبید اللہ احرار m (ف: ۸۹۵ھ/۱۴۹۰ء) کا رسالہ "فقرات" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میاں اسے مضبوطی سے تھام لو سب کچھ اسی میں مل جائے گا۔

"کشف المحجوب" کے متعلق تو صوفیہ کے مشاہدات مشہور ہیں کہ جسے روحانی رہنما نہ ملتا ہو وہ اسے پڑھے تو اس کے لئے یہی کافی ہے۔

کتنی ہی کتب تصوف کے محرکات تصنیف میں یہ لکھا ہے کہ مجھے عرفانی کتابوں کے پڑھنے سے یہ شعور ملا کہ میں بھی اپنے مشائخ کے بارے میں کچھ لکھوں۔ امہات الکتب تصوف کا مطالعہ تو صوفیہ کا شعار رہا ہے۔ پھر جب سلاسلِ تصوف وجود میں آئے تو سلسلہ وار کتب تصوف تصنیف ہونے لگیں، چنانچہ ہر سلسلہ پر بکثرت کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں سے بہت سی کتب دست بردِ زمانہ سے ضائع ہو گئیں۔ سب سے زیادہ نقصان خطۂ پنجاب میں ہوا جہاں سکھوں نے لائبریریاں جلا دیں اور پھر اپنے ہی خود غرض افراد کی لاعلمی ولاپرواہی کے باعث اجداد کے جمع کیے ہوئے علمی سرمایہ کو ردی سمجھ کر ضائع کر دیا گیا۔

خوشی کی بات ہے کہ صاحبِ سوانح حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین منگانوی m کے فرزندِ جلیل حضرت پیر محمد طاہر حسین صاحب کو اس امر کا احساس ہوا اور آپ نے اپنے اجداد کے

روحانی سرمایہ کی کھوج شروع کی تو آپ کو بہت سی نادر کتابیں اور مخطوطات ہم دست ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ مزید طمانیت کا باعث یہ قدم ہے کہ جناب نے ان مخطوطات کی اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے جو نہ صرف اہل قلب و نظر کی تسکین کا سامان ہے بلکہ محققین کے لیے بھی دعوت فکر و نظر ہے۔

ان اصل مآخذِ تصوف کی اشاعت سے تصوف کے میدانِ تحقیق میں کئی اصحاب قدم رکھیں گے اور ان کو ان کتب سے علمی و تحقیقی امور میں مدد ملے گی۔

جناب محترم حضرت پیر محمد طاہر حسین قادری صاحب نے حضرت بزرگوار خواجہ پیر محمد کرم حسین قادری m کی بیش بہا سوانح "لمحاتِ کرم" لکھ کر اپنے بزرگوں کو دنیا سے روشناس کروایا ہے اور اب حضرت m کے روحانی کارناموں کو اجاگر کرنے کے لیے آپ نے ایک نئے سلسلۂ کتب کی اشاعت کا آغاز فرمایا ہے جس میں اس سلسلہ سے وابستگان کے علاوہ دیگر اہلِ ذوق کے حضرت m کے بارے میں تاثرات لکھوائے ہیں کہ مریدین تو اپنے مشائخ کے مداح ہوتے ہی ہیں دیگر اصحاب کے بیانات بھی منظرِ عام پر آ جائیں۔

یقیناً اس مجموعۂ عزیز میں جن اہلِ قلم نے حضرت m کے بارے میں لکھا ہے وہ آپ کے خصائص عالیہ سے بخوبی آگاہ تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ اس خانوادہ سے منسلک حضرات نے بہت عمدہ اور مثبت طور پر کتابیں لکھ کر دوسرے اصحاب کو اپنی طرف متوجہ کیا، ورنہ یہ سب کچھ ہوا میں تحلیل ہو جاتا اور آج ہم ان ممتاز ہستیوں کی روحانی عظمت سے بے خبر ہوتے۔

ذرا صاحبِ سوانح حضرت پیر محمد کرم حسین منگانوی m کے ارشادات سنیے کہ کس قدر متاثر کن ہیں

۱۔ ہمارے سلسلہ کا مرید غیر شرعی کام سے بالکل پرہیز رکھے اور دنیاوی لغویات سے بھی اجتناب کرے۔

۲۔ وہ آدمی جو ہمارے گاؤں میں مجھ سے سب سے زیادہ بغض رکھتا تھا، آج وہ

میرے حُسنِ سلوک کے باعث میرا سب سے بڑا محب ہے۔

۳۔ دنیا کو دل سے نکال دے اور پھر میرے پاس آ۔

۴۔ ذاتِ حق ہمارے اندر موجود ہے لیکن بغیر مرشد کے دیکھنا ممکن ہے۔

۵۔ میری قبر کے سامنے کسی کو سجدہ نہ کرنے دینا۔

۶۔ کوئی شیخ کسی عورت کو اپنے پاؤں نہ چھونے دے۔

۷۔ مصلے کو ہرگز نہ چھوڑنا یعنی دائمی عبادت کا طریقہ اختیار کریں۔

۸۔ توہمات اور خام خیالیاں، علمی پسماندگی اور محسوسات پر رکنا، خالی بد کتیں اور فرضی قائدے، شرک کے اہم سرچشمے ہیں۔

۹۔ موحد کوئی ایسی بات نہیں کرتا جو توحید کے منافی ہو۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب بتوں سے ناپسندیدہ ترین بت نفس پرستی ہے، جو توحید کے صحیح ادراک کو انسان سے سلب کرلیتی ہے۔

۱۱۔ جو نماز پنج گانہ ادا نہ کرے وہ میرا مرید نہیں ہے۔

یہاں ان نکات و تعلیمات پر غور فرمایئے کہ ان کے زمانہ میں صوفیہ کے حلقے میں داخل ہونے کے لیے صوم و صلوٰت کی پابندی تو دور کی بات ہے اکثر پیر تارک صلوٰۃ تھے آپ نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ جو پنج گانہ نماز ادا نہ کرے وہ میرا مرید ہی نہیں ہے۔

نفس پرستی اور خودغرضی کی کیسے طریقہ پر تردید کی ہے کہ نفس پرست توحید کا ادراک ہی نہیں کرسکتا۔ آپ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ میرے پاس آنے سے پہلے دنیا کو دل سے نکال دو۔ آپ کے زمانہ میں مریدین پیروں کو تعظیمی سجدے کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ خبردار کوئی میری قبر کو سجدہ نہ کرے۔ آپ کے زمانہ میں بے پردہ خواتین پیروں کے پاؤں پر گر جاتی تھیں، آپ نے کسی عورت کا اپنے پیر کے پاؤں چھونے سے بھی منع فرمایا۔

ضرورت ہے کہ اس زمانہ میں جو حضرت m کے زمانہ سے بدتر معاشرتی نقائص

سے بکھرا پڑا ہے، اس قسم کے بزرگوں کی تعلیمات کو عام کر کے انہیں صحیح راہ پر لایا جائے جو کہ توحید کی راہ اور صراطِ مستقیم ہے۔

میں ان تمام مقالہ نگار حضرات کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس عظیم ہستی کے بارے میں اپنے تاثرات قلم بند فرما کر ارسال کیے۔ اسی طرح حضرت پیر محمد طاہر حسین قادری صاحب اور حضرت سید رفاقت علی شاہ کاظمی صاحب نے اس کتاب کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اگر ان دونوں اصحاب کی سعیِ جمیلہ کارفرما نہ ہوتی تو یہ مجموعہ بے بہا وجود میں نہیں آ سکتا تھا۔ رب کریم ان تمام معاونین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے، آمین۔

دعا جو

محمد اقبال مجددی

۱۷ اپریل ۲۰۱۵ء

دارالمورخین

B-196 سبزہ زار لاہور

ھُو

ایک مایۂ ناز پیرِ طریقت

پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی☆

دل جلے روئے ہیں اس پہ ہاں مگر اے کوئے دوست
خاک کا گزار ہو جانا کوئی آساں نہ تھا

جھنگ سے شرق کی طرف فیصل آباد روڈ پر منگانی کے نام سے ایک ویران وبیابان علاقہ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ایسے حالات میں حضرت پیر محمد کرم حسین قادری m(1359ھ - 1411ھ) کواُن کے مرشد (حضرت سیّد سردار علی شاہ m) اور والد بزرگوار (حضرت حافظ گل محمد m) نے روحانی طور پر ایک خاص مشن کے تحت بلوآنہ سے وہاں لوگوں کی اصلاح اور رشد وہدایت کیلئے بھیجا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے منگانی اور اُس کا گردونواح علم و عقل، دین ودانش اور خوشحالی وآداب حسنہ سے منور ہونے لگا۔

عصرِ حاضر میں سینکڑوں زاہد، عابد، عالم وعارف، پیر، فقیر، درویش، دلق پوش، خُدا پرست وقلندر صفت مُرشد ورہنما گزرے ہیں مگر معنوی لحاظ سے گنتی کے ہی چند صوفی باصفا اُن میں ہوگزرے ہیں جن میں ہمارے ممدوح حضرت پیر محمد کرم حسین قادری m ہیں جو خلقِ خدا کیلئے منفرد پیر طریقت ہوئے۔اُن کی ہدایت ورشد وتلقین سے مذکورہ علاقہ اور اس کے نواح کے ناخواندہ وبے بہرہ لوگ، عاقل ودانا ہوگئے۔پڑھے لکھے مگر گمراہ افراد صراط مستقیم پر گامزن ہوگئے۔بدحال وفاقہ مست عوام اُن کی نظر وتوجہ سے خوشحال ومتمول ہوگئے۔

☆(اعزاز فضیلت) سابق چانسلر کوئٹہ یونیورسٹی

عام طور پر دیکھا کہ بڑے اہل اللہ، علم و عرفان سے مرصع شخصیات جب اپنے گراں بہا مخطوطات، ادب پارے و شعر و سخن کو چھوڑ کر اس دنیا سے سدھار گئے تو اُن کے نا اہل متولی، فرزندان یا سجادہ نشین کی غفلت سے اُن کے علمی ورثے کے آبدار موتیوں کو دیمک چاٹ جاتا ہے۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہوا۔ حضرت پیر صاحب m کے فرزندان نہ صرف اہل علم نظر آئے بلکہ علم دوست و علم پرور بنے۔ ہر ایک فرزند نے علم و عمل کی ایسی مسندیں سنبھال لیں جس سے خلق خدا کے دین و دنیا کو افادیت حاصل ہونے لگی۔

حضرت پیر صاحب m کے ایک فرزند صاحبزادہ محمد طاہر حسین قادری نے اُن کے احوال و سیر، ارشادو خطابات کو طبع کرا کر ایسا محفوظ کر لیا کہ مستقبل میں ان سے صد ہا اہلِ دل مستفید ہوتے رہیں گے۔

مدرسہ اسلامیہ محمدیہ غوثیہ دارالکرم (منگانی شریف) اور مدرسہ قرآن محل (جھنگ) اُن کی دینی خدمات کی شاندار مثالیں ہیں۔ "تنویر الابرار" اور "اورادِ قادریہ" آپ کی تصوف و سلوک پر عمدہ تصانیف ہیں۔ "فیضانِ کرم" آپ کے ملفوظات و خطبات کا نہایت عمدہ مجموعہ ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ:

طریقت بجز خدمت خلق نیست

بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(طریقت خدمتِ خلق کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس کا تعلق تسبیح، مصلٰی اور درویشانہ گودڑی سے نہیں)

تشکیلِ پاکستان میں خانوادہ قطبیہ قادریہ کی خدمات

ڈاکٹر سفیر حیدر☆

حصول پاکستان کی خاطر جہاں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے اپنی خدمات پیش کیں ۔وہاں اس خانوادۂ عالیہ کی جاں گسل ، بےلوث اور جرأت مندانہ کاوشوں سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔

”حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے والدِ ماجد (حضرت خواجہ حافظ گُل محمدؒ) اور مرشدِ کامل (حضرت سید سردار علی شاہؒ) نے دو قومی نظریہ کے فروغ کے لیے بڑا کام کیا۔اگر چہ دُور دراز دیہاتوں میں رہنے کے باعث آپ کا عظیم کردار سہل پسند مورخین کی نظر میں نہ آسکا۔

لیکن آپ نے اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کے دلوں میں پاکستان اور مسلم لیگ سے محبت کی ایسی شمع روشن فرمائی کہ آپ کا ہر مرید اور عقیدت مند تحریک پاکستان کا مجاہد بن گیا۔آپ نے اپنے مشائخ کی مجاہدانہ للکار کی صدائے بازگشت بن کر فرنگی سامراج کے خلاف کلمۂ حق بلند کیا اور اپنے عقیدت مندوں کو تلقین فرمائی کہ وہ قیامِ پاکستان کے لیے عملی جد وجہد کریں“1

جس کی تائید حاجی غلام محمد صاحب کی خود نوشت ”میری زندگی کے نشیب و فراز“ سے بھی ملتی ہے وہ تحریک پاکستان میں مشائخ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں ”حضرت سید سردار علی شاہ دبڑویؒ ان کے پیر خانہ فتح پور شریف وسندھیلیانوالی شریف اور اس

☆اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی لاہور

خانوادہ کے خلفاء متوسلین نے تشکیلِ پاکستان میں بڑا اہم کردار ادا کیا ان مشائخ کا اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو یہ فرمان تھا کہ "جس نے مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا وہ ہمارا مرید نہیں"2

تحریکِ پاکستان سے اس خانوادۂ عالیہ کی وابستگی کا اندازہ حضرت سید غلام رسول شاہ سجادہ نشین فتح پور شریف کے طرزِ عمل سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ جو ایک خلوت نشین اور مردِ قلندر بزرگ تھے لیکن جب حصولِ پاکستان کا وقت آیا تو آپ نے خلوت پسندی ترک کر دی اور میدان عمل میں قدم رکھتے ہوئے تحریکِ پاکستان کا عَلم سنبھالا اور آپ نے تمام عقیدت مندوں کو بلا کر حکم دیا کہ "اگر تم میرے اور میرے والدِ ماجد کے ساتھ منسلک ہو تو تحریکِ پاکستان کے لیے ہر ممکن مدد اور تعاون کرو"3

خالد اطہر چیف ایڈیٹر پاکستان پریس ایجنسی (پی پی اے) مفسرِ قرآن پیرزادہ امداد حسین صاحب کے ایک انٹرویو سے حضرت خواجہ حافظ گل محمد کا ذکر خیر ان الفاظ میں قلم بند کرتے ہیں "انہوں نے اسلام کے لیے بہت خدمات انجام دیں وہ تحریکِ پاکستان کے مجاہد اور قادریہ سلسلہ طریقت کے روحانی پیشوا تھے"4

خواجہ حافظ صاحب اپنے دَور کے پُرتاثیر مقرر تھے۔ بڑے بڑے اجتماعات میں آپ کے خطبات انتہائی انفرادیت کے حامل ہوتے۔ اُن دنوں آپ کی تقریروں کا موضوع ہی دو قومی نظریہ اور پاکستان کا حصول تھا۔ جس کا نہ صرف پیر بھائیوں اور مریدوں پر اثر پڑتا بلکہ جو بھی سنتا تحریکِ پاکستان کا سپاہی بن جاتا۔ خانقاہی ماحول میں جدوجہدِ آزادی کا جذبہ دیکھتے ہوئے حضور قبلہ عالم منگانوی کو بچپن سے ہی پاکستان اور تحریکِ پاکستان سے اس قدر لگاؤ ہو گیا تھا کہ مسلم لیگ کا جھنڈا اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے ساتھیوں سمیت جلوس نکالتے خود قیادت کرتے اور بڑے جوش و خروش سے مشہور و معروف نعرے لگواتے۔

لے کے رہیں گے پاکستان

بن کے رہے گا پاکستان

پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ

بلکہ نوعمری کے باوجود ایک شعر آپ نے خود موزوں فرمایا تھا۔ جسے اپنے ساتھیوں سے بھی پڑھواتے

نکل فرنگی بن محمد علی جناح آیا
دیکھی دنیا پاکستان بنا آیا

مادری ولی اللہ کی زبان سے نکلنے والے ان محبت بھرے الفاظ نے ایک پیشین گوئی کا روپ دھار لیا اور انہیں دنوں پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ 5

قیامِ پاکستان کے دوران جب مہاجرین کے لٹے پٹے قافلے ہندوستان چھوڑ کر پاکستان پہنچنا شروع ہوئے تو ان مشائخ کرام نے بے مثال امداد کی اور ان کے متعلقین و متوسلین نے بھی اپنے مشائخ کے حکم پر بڑھ چڑھ کر خدمت انجام دی۔
خانقاہ فتحپور شریف جو کہ اوکاڑہ ماڑی پتن روڈ پر واقع ہے ہندوستان سے پاکستان آنے والے مہاجرین کی یہ گزرگاہ تھی۔ حضرت سید غلام رسول شاہؒ نے لنگر میں موجود تمام مال مویشی ذبح کر کے مہاجرین کو کھلا دیئے۔ ہر روز آٹھ، نو ہزار آدمیوں کو لنگر سے کھانا کھلایا جاتا اور یہ سلسلہ ایک مہینہ تک جاری رہا۔ آپ نے اپنے مریدین کو یہ بھی حکم دیا کہ جس کے پاس ہندوؤں کا لوٹا ہوا مال ہو وہ مہاجرین کو دے دو بلکہ اپنی طرف سے بھی خدمت کرو۔" آپ مہاجرین کو دیکھتے تو رقت طاری ہو جاتی اور ان کی حاجت روائی کے لیے سب کچھ نثار کر دیتے۔ اپنے گھر کے زیورات، کپڑے، برتن وغیرہ سب کچھ مہاجرین میں تقسیم کر دیا۔ حتیٰ کہ گھر میں ایک پیالہ بھی نہ رہنے دیا اور فرمایا "میں چاہتا ہوں آج ہاتھ سے چلو بھر کر پانی پیئں" جب گھر میں اور کوئی چیز نہ رہی تو اپنے فرزندِ ارجمند سید محمد عارف شاہ کو بھی ایک مفلوک الحال مہاجر (جس کا بچہ ہجرت کے دوران کھو

گیا تھا) کو بخش دیا۔ اور فرمایا اللہ رب العزت کا ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (درجہ کمال) نیکی ہرگز نہ پاسکو گے حتی کہ (راہِ خدا میں) ان چیزوں سے خرچ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو' بعد ازاں عقیدت مندوں نے زرِ کثیر دے کر صاحبزادہ صاحب کو ان مہاجرین سے واپس لیا۔5

فتح پور شریف سے منسلک خانقاہوں میں بھی مہاجرین کی امداد کا سلسلہ اپنے عروج پر تھا دبڑ شریف اور بیوآنہ شریف میں باقاعدہ بیت المال قائم کر دیا گیا تھا جہاں درویشوں کا لایا ہوا امدادی سامان رکھا جاتا اور مہاجرین میں تقسیم کر دیا جاتا درویشوں نے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر مہاجر بھائیوں کی خدمت کر کے ایک مرتبہ پھر مدنی ایثار کی یاد تازہ کر دی۔ بیوآنہ شریف میں جتنا مال اکٹھا ہوا اور جو کچھ گھر میں موجود تھا حتیٰ کی حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے کپڑوں تک سب کچھ بیت المال میں دبڑ شریف بھیج دیا گیا۔ جسے حضرت سید سردار علی شاہؒ نے اپنی موجودگی میں مہاجرین میں تقسیم کروایا۔

جس سے تو دوسروں کے دکھ بانٹے
ایسے احساس سے محبت کر

حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے والد ماجد (خواجہ حافظ گل محمدؒ) اور مرشد کامل (حضرت سید سردار علی شاہؒ) کا اُن دنوں اپنے مریدوں کو عام اعلان تھا کہ "جو مرید ہندؤں یا سکھوں کی چھوڑی ہوئی ایک بھی چیز اپنے گھر میں رکھے گا وہ ہمارا مرید نہیں ہے۔ اُن کی سب چیزوں پر صرف مہاجرین کا حق ہے"6

ایسی ہی ایک مثال راقم کو ساجد امتیاز (منڈی بہاؤالدین) نے سنائی ہے کہ میری پھوپھی بیان کرتی ہیں کہ ہجرت کے وقت ہم نے دیکھا کہ سب لوگ ہندوؤں کی چھوڑی ہوئی اشیاء اٹھا رہے ہیں تو ہم دونوں بہنیں بھی کاٹھ کی ایک الماری اٹھا لائیں جب گھر پہنچیں تو ہمارے بھائی میاں جان محمد قادری (مرید خواجہ حافظ گل محمدؒ) نے انتہائی غصے میں کہا یہ جہاں

سے اٹھا کے لائی ہو فوراً اُسی جگہ واپس رکھ آؤ ۔میرے پیرو مرشد کا حکم ہے کہ ہندوؤں یا سکھوں کی چھوڑی ہوئی جائداد پر صرف مہاجر بھائیوں کا حق ہے۔اور جس نے ایسی کوئی چیز لی اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

حضور قبلہ عالم منگانویؒ کو بچپن سے ہی پاکستان سے قلبی لگاؤ تھا۔اس کے حصول کے لیے مسلمانوں کی عظیم جدوجہد اور قربانیاں آپ کے پیشِ نظر رہتی تھیں ۔وطن سے محبت اگرچہ ہر شخص کے لیے ایک فطرتی امر ہے لیکن حضور قبلہ عالم منگانویؒ کو پاکستان سے محبت اس لیے بھی تھی کہ آپ اس مملکت خداداد کو اسلام کا قلعہ اور اللہ رب العزت کا خاص انعام سمجھتے تھے۔آپؒ فرمایا کرتے "پاکستان کا معرضِ وجود میں آنا مسلمانوں کے لیے پھر ایک مرتبہ سلطنتِ اسلامی کے قیام کا پیش خیمہ ہے اور مسلم دنیا ایک مرتبہ پھر عظیم الشان بلاک کی صورت اختیار کر لے گی ۔پاکستان مٹنے کے لیے نہیں بنا بلکہ عالمِ اسلام کی قیادت سنبھالنے کے لیے معرضِ وجود میں آیا ہے۔دنیا کی کوئی طاقت اسے مٹا نہیں سکے گی"

آپؒ کے فرزندِ ارجمند قبلہ پیر محمد طاہر حسین قادری نے اپنے غیر مطبوعہ تیسرے شعری مجموعہ "عکسِ کرم" میں حضور قبلہ عالم منگانویؒ کا یہ ارشاد نقل کر کے نیچے "پاکستان" کے عنوان سے مندرجہ ذیل اشعار قلم بند کیے۔

خدائے پاک نے ہم کو وطن بھی پاک دیا
فروغ دیں کے لیے اس کا انتخاب کیا

یہ ایک ملک نہیں آبروئے مسلم ہے
نظامِ مصطفوی ؐ کا علم بھی اس کو ملا

اگرچہ اس کو مٹانے پہ متحد ہے کفر
یہ وہ چراغ ہے کوئی جسے بجھا نہ سکا

حدیث پاک میں مذکور بھی یہاں کے نقوش
کہ جن سے آتی ہے پیارے نبیؐ کو ٹھنڈی ہوا

جو میلی آنکھ بھی دیکھے مرے وطن تجھ کو
دُعا فقیر کی مولا اُسے کرے رُسوا

مدینہ پاک کے فیضان کا امین ہے تو
اے ارضِ پاک! یہ اعزاز ہے ازل سے ترا

تیرا وجود ہی قلبِ کفر کا کانٹا ہے
مگر یہ فیصلہ حق کا ہے تو رہے گا صدا

کہا تھا مرشدِ کامل نے ایک دن مجھ سے
دہر میں مٹنے کو ہرگز نہیں یہ ملک بنا

یہ ارضِ پاک ہے اسلام کا قلعہ طاہرؔ
زمانے بھر میں دیا حق نے اس کا ڈنکا بجا

مجموعی طور پر دیکھیں تو تشکیلِ پاکستان کے تمام مراحل میں خانوادہ عالیہ کی روحانی اور عملی خدمات قدم قدم پر نمایاں ہیں ۔آزادی کے لئے سرفروشی کی تمنا کو دلوں میں جاگزیں کرنا ہو یا نئی سحر کی تمنا میں اپنے خواب کی انگلی پکڑ کر ہجرت اور مہاجرت کی تھکن سے شکستہ پا مسافروں کی نفسیاتی تشفی اور روزمرہ امداد کا معاملہ ہو ،خانوادہ کا ہر فرد داخلی دردمندی کی صداقتوں کے ساتھ شریکِ عمل رہا۔پاکستان کو محبت اور خواب کا استعارہ بنانے کیلئے خانوادہ کی قلمی نگارشات اور روح پرور محافل کا جادوئی اثر انگیز کردار آج کے مؤرخ کو اس باب پر بازدید کی دعوت دیتا ہے۔

حواشی

1 ۔محمد طاہر حسین قادری،حافظ الکرم ص:۹۳\لمحاتِ کرم ص:۲۸۸

2 ۔محمد طاہر حسین قادری، مآثرِ شیر یزدانی ص:۵۷\فیوضِ عارفِ حکلم ص:۱۸

3 ۔خالد اطہر،برطانیہ کے علما اہلسنت اور مشائخ،ص:۱۸۷

4 ۔محمد طاہر حسین قادری،لمحاتِ کرم ص:۲۸۸،۲۸۹\حافظ الکرم ص:۹۳

5 ۔محمد طاہر حسین قادری،فیوضِ عارفِ حکلم،ص:۱۸-- مآثرِ شیر یزدانی،ص:۵۷

6 ۔محمد طاہر حسین قادری،حافظ الکرم ص:۹۵،۹۶

خواجہ پیر محمد کرم حسین m آف منگانی شریف

میری نظر میں

پیر سید غلام صمدانی گیلانی قادری ☆

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام کی تکمیل واشاعت کا فریضہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کچھ مخصوص بندے اس کام کے لیے چن لیے اوران مخصوص ہستیوں کو خاص کمالات وخصائص سے نوازا اور اپنی مخلوق کے لیے رہبر بنایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ برصغیر پاک وہند میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندے بھیجے جنہوں نے دینِ متین کی اشاعت وسربلندی کے لیے بے مثال کوششیں کیں۔اس کے ساتھ ساتھ تعلق باللہ میں بھی اوجِ کمال حاصل کیا۔

ان مخصوص ہستیوں میں ایک جگمگاتا ستارہ خواجہ خواجگان خواجہ پیر محمد کرم حسین منگانوی نوراللہ مرقدہٗ ہیں۔جن کی زندگی کے شب وروز درسِ ہدایت، منازلِ تزکیہ انفاس اور مخلوقِ خدا کی راہنمائی میں گزرے۔

آپ ان خوش قسمت افراد میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مادری ولی کے درجے پہ فائز کیا۔جیسا کہ آپ کے والد محترم خواجہ گل محمد علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے "میرا یہ بیٹا مادری ولی ہے۔"

پھر آپ کی سعادت اس وجہ سے بھی ہے کہ اپنے مرشد کامل پیر سید سردار علی شاہ دبڑوی علیہ الرحمۃ کے نہ صرف منظورِ نظر بلکہ کثیر الفیضان صاحب خرقہ وخلافت بھی تھے۔

☆ سجادہ نشین آستانہ عالیہ کھوہ پاک شریف

بچپن میں شیخ کامل حضرت دیڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ سے دریافت کیا "تم کس کے بیٹے ہو؟" تو آپ نے بے ساختہ کہا" جناب میں آپ ہی کا بیٹا ہوں۔"

وہ مسکرائے اور فرمایا کہ "بے شک تو میرا بیٹا ہے۔" یہ وہ منزل قرب تھی جو آپ بچپن میں ہی طے کر چکے تھے پھر وہ وقت بھی آیا جب آپ با قاعدہ بیعت ہونے کے لیے خدمت شیخ میں حاضر ہوئے تو حضرت دیڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے بڑی محبت وعنایت سے آپ کو بیعت کیا اور کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کے بارے میں فرمایا" یہ جہان کا پیر ہوگا۔" پھر جب آپ کو اپنے والد کے انتقال کا صدمہ پہنچا تو آپ نے کمال ضبط و صبر کا مظاہرہ کیا اور وابستگان کو تسلی و تشفی دی۔ اُن کے ختم چالیسواں پر آپ کے شیخ طریقت نے آپ کو خرقہ وخلافت اور مسند حافظ صاحب کا وارث بنا کر متوسلین سے فرمایا" آج سے کرم حسین ہی حافظ گل محمد ہے۔" پھر لوگوں نے دیکھا آپ نے اپنی تمام تر کاوشیں تزکیۂ انفاس، عبادت و ریاضت اور درسِ عرفان کے لیے وقف کردیں۔ یہاں تک کہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک دینِ اسلام کی خدمت و اشاعت اور تعلیماتِ غوثیہ کے فروغ کے لیے کوشاں رہے۔

اللہ تعالیٰ آپکے فیض کو تا ابد، آباد و قائم رکھے اور اولاد و متوسلین کو آپ کے نقش قدم پہ چلنے کی وافر توفیق عطا فرمائے۔

میں یہ بات بھی فخر سے کہتا ہوں کہ خواجہ پیر محمد کرم حسین رحمتہ اللہ علیہ کو جو روحانی فیض ہمارے دادا جان حضرت پیر سید شیر محمد علیہ الرحمتہ سے ملا ہے۔ میں نے آپ کے صاحبزادے جناب پیر محمد مظہر حسین صاحب اور آپ کے خلیفہ مجاز پیر سید رفاقت علی شاہ کو ظاہری طور پر بھی اپنے بزرگان کی طرف سے دستارِ خلافت کی صورت میں پیش کیا ہے۔

حضرت پیر محمد کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ وصلی مشائخہ

صاحبزادہ ابوالحقائق محمد انوار حسین قادری ☆

سلسلہ عالیہ قادریہ قطبیہ (قطب الاقطاب، قطب ارشاد حضرت سید قطب علی شاہ بخاری قادری m) کے فیوض و برکات اور تجلیات و انوارات سے ایک عالم مستفیض و مستفید ہوا اور ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اس چمنستانِ قادریت و قطبیت میں ایسے ایسے گلہائے حقیقت و معرفت و ولایت شگفتہ اور مشکبار ہوئے جن کی خوشبوئے دلنواز اور روح فرسا سے لاکھوں دل و دماغ معطر و معبر اور منور ہوئے۔ اور کئی اہل استعداد نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز حاصل کر کے میرِ کاروانِ عشق و محبت بن کر اپنے ہمنواؤں اور عقیدتمندوں کو ساتھ لیکر منزلِ مقصود حقیقی و تحقیقی کی طرف رواں دواں ہونے لگے۔ اور جہاں ہزار ہا چلے کاٹ کر زاہدانِ زمانہ پہنچ نہ پاتے ہیں۔ شرابِ عشق قادریت و قطبیت کا میخوار ایک ہی آہِ سوز و گداز سے پہنچنے لگا۔

جائیکہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند

مستِ شراب عشق بیک آہ می رسد

سلسلہ عالیہ قادریہ قطبیہ کے علمبرداران میں سے کہیں شیریزدانی سید شیر محمد شاہ صاحب گیلانی قادری قجوری m عشق و مستی کے پُرسوز و پُرکیف ڈھولے، ذوق و شوق کے شعلے بھڑکاتے اور دکھاتے نظر آتے ہیں تو کہیں مولانا سائیں غلام محمد قادری پیر جلوآنوی m شارح حروف مقطعات و شطحیات حقائق و معارفِ عارفانہ و اسرارات الٰہیہ کے آب جو بہاتے ہیں۔ اور کہیں حضرت سید سردار علی شاہ صاحب قادری دہڑوی m عشق شیخ کامل شیرن پاک میں مست و بیخود

☆ سجادہ نشین دربار پیر جلوآنوی m، جلوآنہ شریف ضلع فیصل آباد

ہو کر وجد و کیف میں جھومتے نظر آتے ہیں ۔وضیر بم ثلک

اب کے ہمارے پیشِ نظر خواجہ پیر محمد کرم حسین قادری حنفی صاحب شہنشاہ منگانی شریف ہیں ۔جن کی مست نگاہی اور حقیقت آگاہی نے ایک عالم کو مست و بیخود بنا کے چھوڑا ۔

مجھے اپنا بنا کے چھوڑ دیا کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

خواجہ صاحب محبوب حقیقی کے سرِ اقدس کی مانگ نکالتے ہوئے اور زلفِ جاناں کو سلجھاتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔

میں نے خواجہ صاحب کو بڑے قریب سے دیکھا ۔وہ کئی بار دربارِ پیر جلو آنوی m جلو آنہ شریف میں راقم الحروف کے ہاں تشریف فرما ہوئے ۔کیا راز و نیاز کی باتیں ہوتیں ۔عشق و محبت، تجرید و تفرید، فنا، بقا اور لقاءِ محبوب کی سوغاتیں ہوتیں ۔اثنینیت و دوئی گئی بلکہ بشریت کے نقاب و حجاب اٹھتے ۔حقیقت مطلقہ اور ہویت کاملہ حقیقیہ اور ھئیہ کے رُخِ زیبا کے جلووں سے دیدۂ حق بیں ہمکنار ہوتیں ۔کبھی روتیں اور کبھی لطائف عارفانہ اور حقائق عاشقانہ سے ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہوتیں ۔

ع لذت ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

اور خواجہ صاحب عمر بھر اپنے ہاں منگانی شریف میں عرائس و محافل میں یاد فرمایا کرتے رہے ۔یاد ہی کیا بُھولا ہی نہیں کرتے تھے ۔بلکہ دوسرے کئی مقامات پر آپ کی دعوتیں ہوتیں تو میزبانوں، عقیدتمندوں کو مجھے بھی دعوت دینے کی شرط لگا دیتے ۔کیا پیار تھا، دوستی تھی، ہمنوائی تھی، ہمنفسی تھی، ہمقلبی تھی، ہمروحی تھی، ہمسری تھی، ہم خفی تھی، ہم اخفی تھی ۔وہ اب کہاں ۔

ان کا مستی عشق اور بیخودیٔ تام میں " ھو " کا نعرۂ فنائیہ و بقائیہ اور لقائیہ بلند کرنا اور بے ساختہ دونوں ہاتھوں کا کاندھوں کے اوپر بلند کرنا، جیسے سنتِ مصطفوی c پہ عمل پیرا ہوتے ہوئے جنت میں انگور کے گچھے کو چھو رہے ہوں ۔اور پھر بار بار آنکھوں سے آنسو کے دُرِّ بے بہا کا ڈھلکنا ۔

ع میں نے گرتے ہوئے کونین کی قیمت دیکھی

اور خواجہ صاحب کی فرمائش پر اکثر محافل میں حافظ شیرازی m کا یہ شعر

بظلِّ ہماء وسایۂ طوبیٰ وقصر وحور

باخاکِ کوئے یار برابر نمے کنم

مترنم میرا پڑھنا، اور ان کا تکرار کروانا اور ہاہوٗ ہو کے نعرہائے مستانہ بلند فرمانا اور پہلوئے مراتب ومدارج بدلنا، اور وجد میں جھوم جھوم کر محفل میں گھوم گھوم کر اپنے آپ سے ملنا اور خود کو کھینچنا مجھے صرف یاد ہی نہیں آتا بلکہ آنکھوں کے سامنے وہ مناظر سمندر کی لہروں کی طرح ابھرتے اچھلتے کودتے نظر آتے ہیں۔

اور جب میں یہ شعر مترنم انداز سے پڑھتا

جسے دیکھتے ہی جھکے جبیں

اسے بُت کہوں کہ خدا کہوں

تو وہ اپنی حقیقت مطلقہ اور ہویت کاملہ کے بحرِ ناپیدا کنار میں کچھ ایسے اچھوتے اور انوکھے انداز والہانہ سے غواصی فرماتے اور اپنی ذات کی سیپ سے اسرار ورموز کے دُرِ یتیم نکالتے اور اربابِ اذواق واشواق کے آگے بکھیرتے اور لٹاتے اور ذرہ برابر شح وبخل سے کام نہ لیتے کیا کہنے۔ خواجہ پیر محمد کرم حسین قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ وعلی محبیہ سراپا کرم ہی کرم تھے۔ وہ بیک ظاہر بھی تھے اور باطن بھی تھے۔ ان کا ظاہر عین باطن اور باطن عین ظاہر تھا۔ یعنی دیدۂ حق بین میں وہ **ہوالاول والآخر والظاہر والباطن** کے مظہر تھے۔

حسنِ فطرت کے پیکر تھے۔ اظہر اور اکرم تھے۔ کرم تو تھے ہی بلکہ اکرم تھے۔ محبت کے مرد تھے عشق کے فرد تھے۔ شریعتِ مطہرہ ان کا جذبۂ ایمانی تھا۔ طریقتِ عارفانہ ان کا ولولۂ عرفانی تھا۔ حقیقتِ عاشقانہ ان کا قہرِ وجدانی تھا۔ اور معرفتِ واصلانہ ان کا دُرِ یتیمانی تھا۔

خواجہ صاحب کی مست نگاہیں، ہواؤں اور فضاؤں میں بھی اور محافل ومجالس اور

خلوتوں اور جلوتوں میں بھی ہر آن کل یوم ہو فی شان یعنی جلالی صفات کی ان صفات کا مشاہدہ کرتی رہتی تھیں۔ اور وہ ہر آن مقامات کی سیڑھیوں پر زینہ بہ زینہ قدم بقدم فنائے ذات کے سجدے کرتے کرتے منزلِ مقصود حقیقی و تحقیقی کی طرف چڑھتے اور بڑھتے رہتے تھے اور توہمات و وسواس اور شکوک و شبہات کے پھندوں کا شکار ہونے والوں اور چاہ ضلالت اور قعر جہالت میں گرنے اور دھنسنے والوں کو پکڑ پکڑ کر صراط مستقیم پہ گامزن کرتے رہتے تھے اور عرش سے فرش پر آ کر فرشیوں کو ہموارئے عرشیاں کرتے رہتے تھے اور ان کے ساتھ چٹائی پہ بیٹھ کر عرش نشیں ہوا کرتے تھے۔

ع: بیٹھے ہیں چٹائی پہ مگر عرش نشیں ہیں

خواجہ صاحب نے بھی ابتداء میں ہجرت کی یعنی ہستی موہومہ کو یکسر چھوڑا، ہوا و ہوس، حرص و آز کے پھندوں سے منہ موڑا، ایک کے ہی ہو کر، ایک ہی ہو کر ایک ہی تعلق جوڑا۔ پھر نہ دوپائی و اثنینیت رہی۔ نہ حلول و اتحاد اور صرف وحدت رہی۔

خود برقِ تجلّی تھے خود محوِ تماشہ تھے

خود رند تھے خود ساقی خود بادہ و پیمانہ

مہدیٔ وقت حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری المشہور قبلۂ عالم منگانوی m

ڈاکٹر محمد یونس قادری ☆

عمرھا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

اس عالم فانی میں تخلیق آدم d سے تا ایں دم بے شمار انسان آئے اور پیوند خاک ہو گئے۔ آج صفحۂ ہستی پر ان کا کوئی نام و نشان باقی نہیں ہے۔ لیکن اس کے برعکس کچھ خالق کائنات کے بندے ایسے ہیں جن کے ذکر کو گردشِ لیل و نہار نہیں مٹا سکی۔ یہی وہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہیں جن کے لیے قرآن کریم میں سورۃ مریم آیت ۹۶ میں آیا ہے (ترجمہ) "بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت کر دے گا"۔

حاشیہ: یعنی اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین، صالحین اور اولیائے کاملین کی مقبولیتِ عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے۔ جیسے کہ حضرت سیدنا غوث اعظم h، حضرت نظام الدین اولیاء m اور حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی m (بحوالہ ترجمہ کنز الایمان فی خزائن العرفان از صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی)۔ یعنی یہی مردانِ حق آگاہ اور تو حید و رسالت کے پروانے ہیں جنھوں نے اپنا تن، من، دھن سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ پر قربان کر دیا کہ آج بھی ان کی ولایت، کرامت و استقامت کا اقرار و اعتراف بلا امتیاز مذہب و ملت بھی

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف سوشل سائنسز انسٹی ٹیوٹ آف بزنس اینڈ ٹیکنالوجی، کراچی

کر رہے ہیں۔ انہی مردانِ حق آگاہ اور عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ فدائیانِ غوث الوراء میں عالم باعمل، صوفی باصفا حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری المشہور قبلۂ عالم منگانوی m بھی ہیں۔

نسب نامہ:

آپ m کا سلسلہ صوری انتالیس (۳۹) واسطوں سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ اکنافِ عالم میں علوی اور اعوان قبائل کا سلسلہ حضرت عون المعروف قطب شاہ قادری m سے جا ملتا ہے۔ جو حضرت عباس علمدار h کی بارہویں پشت سے ہیں۔ حضرت عون m، حضور غوث پاک h کے خالہ زاد بھائی، مرید اور خلیفہ تھے۔ اور آپ h کے حکم پر عازم ہندوستان ہوئے۔ کفر کے خلاف جنگوں میں حصہ لیا اور حضرت غوث پاک h کے حکم پر بغداد واپس ہو کر انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ حضرت قبلۂ عالم خواجہ پیر محمد کرم حسین m آپ ہی کے سلسلے کی کڑی ہیں۔ حضور قبلۂ عالم m کا سلسلہ معنوی (طریقت) تینتالیس (۴۳) واسطوں سے ہوتا ہوا رسولِ اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے۔

مختصر حالاتِ زندگی:

حضرت قبلۂ عالم m کے والد حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری m (1914ء-1954ء) ایک نہایت دیندار اور عالم فاضل ولی اللہ تھے۔ حضرت حافظ گل محمد m کے وصال کے بعد حضرت قبلۂ عالم خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m نے آپ m کی مسندِ ارشاد سنبھالی۔ حضرت قبلۂ عالم m اپنے والد کے فرزند اکبر تھے، آپ کے چار (۴) بھائی اور تین (۳) ہمشیرہ تھیں۔ آپ m کے والد کا وصال دسمبر 1954ء میں ہوا جب حضرت قبلۂ عالم m کی عمر شریف چودہ برس کی تھی۔ حضرت قبلۂ عالم m ضلع میانوالی کے ایک گاؤں "نواں" میں مورخہ 2 نومبر 1940ء بمطابق یکم شوال 1359ء بروز ہفتہ بوقت اذان فجر پیدا ہوئے۔ ابتداً نام کرم الٰہی رکھا گیا۔ چند سال بعد آپ m اور آپ کے والد کے پیر و مرشد حضرت سید سردار علی شاہ بخاری m نے ترمیم فرما کر "کرم حسین" رکھا۔

تعلیم وتربیت:

آپ m نے ابتدائاً ناظرہ اور قرآن کریم اپنے والد ماجد سے پڑھا۔ مڈل کا امتحان گورنمنٹ مڈل اسکول چک نمبر ۱۷۵ سے پاس کیا۔ عربی، فارسی، فقہ اسلامی کی بنیادی کتب اور مولوی فاضل کا نصاب حضرت مولانا حافظ محمد ریاض صاحب سے پڑھا۔

بیعت وخلافت:

حضرت قبلۂ عالم m نے علوم باطنی کی منازل اپنے والد ماجد اور پیر ومرشد حضرت سید سردار علی شاہ m کی نگرانی میں مکمل کیں۔ اپنے والد m کی ایماء پر آپ m نے حضرت سید سردار علی شاہ m سے بیعت فرمائی تھی۔ تربیت سلوک کے بعد اہل خانہ کی موجودگی میں حضرت قبلۂ عالم m کو ان کے والد نے اپنا جانشین بنا کر اجازت وخلافت سے نوازا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد ختم چالیسویں پر آپ m کے پیر ومرشد نے آپ سے تجدید بیعت کروائی اور خرقۂ خلافت عطا فرما کے مسندارشاد کے مرتبے پر فائز کیا۔

خانگی حالات ووصال پرملال:

حضور قبلۂ عالم m کی عمر کے بیسویں سال (1960ء) میں آپ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ بفضلِ تعالیٰ آپ m کے درج ذیل تین صاحبزادگان اپنے اسلاف کی روش پر چلتے ہوئے مخلوقِ خدا کی رُشد وہدایت کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ صاحبزادہ پیر محمد مظہر حسین قادری (سجادہ نشین)

۲۔ پیر محمد اختر حسین قادری

۳۔ ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری

بلوآنہ شریف میں ۲۲ برس خلقِ خدا کی دادرسی فرماتے ہوئے چھتیس (۳۶) برس کی عمر میں وہاں سے ہجرت کر کے منگانی شریف میں تشریف لائے اور ۱۵ برس یہاں علماء ومشائخ کے جھرمٹ میں بدرِ کامل کی طرح رہ کر دارِفانی سے دارِ باقی کی طرف کوچ کر گئے۔

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین قادری m نے ۵۱ برس کی عمر پائی ۔ 18 ذیقعدہ 1411 ہجری بمطابق 2 جون 1991 ء بروز اتوار بوقت تہجد صبح 3 بجے مدرسہ قرآن محل جھنگ صدر میں وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ عالم m کا مزار پُرانوار خانقاہ غوثیہ قطبیہ، دربار کرمیہ، طاہر آباد منگانی شریف ضلع جھنگ آج بھی مرجع خلائق ہے۔ "مشکور رب احد" سے آپ کا مادۂ تاریخ وفات 1411 ہجری برآمد ہوتا ہے۔

الحمدللہ ایک قادری مرید ہونے کے ناطے راقم السطور کو بتوسط ملک ربنواز قادری صاحب، مرید صادق حضور قبلۂ عالم منگانوی m حضرت ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری صاحب کا حکم نامہ ملا کہ میں حضرت قبلۂ عالم m کی شخصیت پر اپنے تأثرات بیان کروں اور ساتھ ہی اپنی تحریر کردہ دو کتب "حافظ الکرم" اور "لمحاتِ کرم" بھی ارسال کیں۔ مذکورہ کتب کے سرسری جائزے سے میں سوچ میں پڑ گیا کہ "چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک" (خاک کو آسمان سے کیا نسبت) ایسے میں ملک صاحب و حضرت پیر طاہر حسین قادری صاحب کا مسلسل ارشاد ذہن میں ایک اور فارسی کہاوت آئی کہ "ذکر عیش نصف عیش" (ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے) کے مصداق مذکورہ حروف تحریر کر دیئے کہ ہمارا شمار بھی محبینِ قبلۂ عالم منگانوی m میں ہو جائے۔ درج ذیل احوال حضرت قبلۂ عالم m کی ہمہ صفت پہلو شخصیت کا ایک اجمالی خاکہ ہے۔

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین قادری m ایک عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ آپ نے کبھی بے وضو حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک اپنی زبان سے نہیں لیا۔ نام مبارک سنتے ہی اپنے سر کو جھکا لیتے اور انگوٹھے کے ساتھ چاروں انگلیوں کو ملا کر تقبیل ابہامین فرماتے۔ آپ m اوردزادولی تھے۔ آپ m کی قلمی خدمات میں مکتوب نگاری بہت اہمیت کی حامل ہے۔ طلاب تاریخ جانتے ہیں کہ دین اسلام کے اکابرین جیسے خود رسول اکرم ﷺ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی h، حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری m، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی m، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی m و غیرہا کے مکتوبات نہ صرف ان کے زمانوں بلکہ آج بھی ہر طبقہ فکر

کے لیے زیست کا سامان لیے ہوئے ہیں۔ایک عربی محاورہ ہے! " لَیۡنَ اَخَاکَ وَلَوۡبِالصَّوۡتِ (اپنے بھائی کی مدد کر خواہ آواز سے ہی ہو)۔حضرت قبلۂ عالم m نے بھی اپنے اسلاف کی روش پر چلتے ہوئے آواز، پند و نصائح کو تحریری شکل میں بھی ہر طبقۂ فکر تک پہنچایا۔

حضرت منگانوی m کے مکتوبات شریف تبلیغی، دعوتی ہیں۔ان میں زیادہ تعداد ایسے مکاتیب کی ہے جو مسائل شریعت اور طریقت پر عام فہم انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔عقائد اہل سنت پر پختگی سے کاربند رہتے ہوئے حضرات اہل بیت، شیخین اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت و احترام کا سبق دیا گیا ہے۔ان مکتوبات میں بعض مکاتیب ایسے ہیں جو عام فہم انداز میں مسائل تصوف پر لکھے گئے ہیں۔گویا معرفت دل کے بیماروں کے لیے شفا اور مجبوروں کے لیے وصال ہے۔

حضرت قبلۂ عالم منگانوی m کے لکھے گئے مکتوبات میں جن امور کو سمجھنے اور ان پر کاربند ہونے کی اس زمانے میں ضرورت ہے وہ تحریر میں موجود ہیں۔کشف حقائقِ الٰہی میں جو کچھ باریکیاں اور نازک بیانیاں آپ نے کی ہیں وہ عقلمندوں پر ہویدا ہیں۔گو کہ آپ سے کئی کرامات صادر ہوئیں لیکن آپ نے اسے پرکاہ کے برابر بھی اہم نہ جانا بلکہ اخفائے راز میں رکھنے کی تلقین کی۔غرض آپ m کے ہر مکتوب کا لب لباب یہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے ہر شعبے پر مکمل نافذ کیا جائے۔شریعت کو طریقت پر مقدم رکھا جائے جو طریقت مخالف شریعت ہے وہ الحاد و زندقہ ہے۔حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین منگانوی m کی کتاب زندگی کا ایک ورق یہ بھی ہے کہ آپ کی 51 برس کی زندگی میں آدھے سے زیادہ ایام ظاہری امراض کی نذر رہے لیکن آپ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آپ نے ظاہری جسمانی کمزوری کو اپنے پہاڑ جیسے بلند اور اٹل ارادوں میں کبھی آڑے نہ آنے دیا اور اپنی اولاد، مریدین، معتقدین کی ایسی تربیت فرمائی جو آج بھی آپ m ہی کی روش پر چلتے ہوئے مخلوقِ خدا کی دلبستگی کا سامان بنے ہوئے ہیں۔آپ m ہی جیسے مثالی اولیاء کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

خواجہ کرم رحمتہ اللہ علیہ کا مقام بلند

برگزیدہ و پسندیدہ بندہ

پروفیسر شیخ محمد اقبال طاہر☆

قرآن اور ہجرت:

ہجرت لغت میں کسی چیز سے کٹ جانے کے معنی میں ہے ۔اب اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کو "مہاجرت" کہتے ہیں تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ مہاجر آدمی اپنے منتقل ہونے کے ساتھ رشتہ و تعلق سابقہ جگہ سے کاٹ لیتا ہے۔

قرآن کی رُو سے مہاجرت جسم و روح کا ایک ساتھ منتقل ہونا ہے ۔اس معنی میں کہ جسم تو اپنا مکان اور جگہ بدلتا ہے اور روح شرک سے توحید، کفر سے ایمان ، گناہ سے اطاعت اور انجام فرائض پر قدرت نہ ہونے سے انجام فرائض کی قدرت کی طرف پرواز کرتی ہے۔یہ پرواز اس وسیع فضا میں ہوتی ہے جس میں معنویت کے لحاظ سے کوئی کمی نہیں ہوتی وہاں اپنا آشیانہ بناتی ہے۔

ہجرت آسمانی سنت ہے جس کے نمونے انبیاء و اولیاء میں مشاہدہ کرتے ہیں ۔ہجرت اپنے تمام مشتقات کے ساتھ چوبیس (۲۴) مرتبہ قرآن میں وارد ہوا ہے۔

ھاجروا ۔۹ مرتبہ	المھاجرین ۔۵ مرتبہ	یھاجروا ۔۳ مرتبہ
مھاجراً ۔۲ مرتبہ	یھاجر ۔ا مرتبہ	ھاجر ۔ا مرتبہ
ھاجرن ۔ا مرتبہ	مھاجرات ۔ا مرتبہ	تھاجروا ۔ا مرتبہ

☆وائس پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج شورکوٹ شہر

مہاجرت مقصد کی طرف بڑھتا ہے جبکہ جہاد اس ہدف ومقصد کے حصول کی ہر رکاوٹ کو دور کرتا ہے۔ ایک خدائی فرد کا ہدف ومقصد "اللہ کی حکومت" کو تمام شئونِ زندگی میں وسعت دینا ہے اور ہر قسم کی غیر الٰہی حکومت کو ختم کرنا ہے۔ چونکہ اس ہدف اور مقصد کے حصول کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں ہوتی ہیں جن کو دور کرنا طاقت کے استعمال کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کو بھی جہاد کہتے ہیں۔ اس لئے زندگی بھر ایک "ولی اللہ" کا نعرہ "ہجرت اور جہاد" ہے۔ قرآن پانچ مواقع (بقرہ-۲۱۸، انفال-۷۲، ۷۴، ۷۵، توبہ-۲۰) پر ہجرت کے بارے میں گفتگو کرنے کے بعد بلا فاصلہ راہِ خدا میں جہاد کے مسئلہ کو پیش کرتا ہے۔ اس حقیقت کو پیغمبر گرامی اور صحابہ کرام کی زندگی میں واضح طور پر بخوبی مشاہدہ کرتے ہیں۔ پیغمبر گرامی ﷺ اور صحابہ کرام کا جہاد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد سیدنا حسین ابنِ علیؓ کا جہاد مدینہ سے کوفہ کی طرف ہجرت کے بعد ان دونوں اصولوں کی ہم آہنگی کی اہمیت کو بیان کرتا ہے کہ اس طرح سے کہ ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ ملے بغیر چنداں موثر نہیں ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی جائے ولادت کو ترک کیا۔ حضرت لوط d نے بابل کو مناسب نہ سمجھا تو اپنا معاملہ اپنی قوم سے جدا کرلیا۔ (مریم-۴۸، ۴۹-عنکبوت-۲۶)

حضرت موسیٰ d کی مہاجرت قصص-۲۱ میں بیان ہوئی۔ یہ مہاجرت رحمتِ حق اور اس کے وسیع لطف میں داخل ہوا تھا۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے دور میں جو شخص جتنا بھی مدینہ سے نزدیک ہوتا جاتا تھا اس کو خدا و رسول کے ساتھ قرب بڑھتا جاتا تھا اور اس کا مدینہ میں پہنچ جانا رحمتِ حق اور اس کے وسیع لطف میں داخل ہوتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں ذاھبٌ الیٰ ربّی

میں اپنے پروردگار کی طرف جارہا ہوں

حضرت لوط علیہ السلام کہتے ہیں انی مھاجرًا الیٰ ربّی

میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کررہا ہوں

قرآن ایک مقام پر ہدف کو" الی اللہ" دوسرے مقام پر" فی اللہ" تیسرے مقام پر" فی سبیل اللہ "اور چوتھے مقام پر" فی سبیلی "بتاتا ہے اوران سب سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اس سفر میں مقصد ایک امر معنوی ہے نہ کہ مادی۔ یہ صرف آسمانی پیغمبر ابراہیم علیہ السلام لوط علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام ہی نہیں تھے جنہوں نے جلا وطنی اختیار کی اور اپنی جائے ولادت کو ایمان کی نجات اور سنن الٰہی کی ادائیگی کے لئے چھوڑ دیا بلکہ قرآن کچھ اور پاک دل اور پاکباز افراد کا ذکر بھی کرتا ہے جو حفظِ دین کے لئے گھر بار سے دستبردار ہو گئے۔ "وہ ایک غار میں جا کر پناہ گزیں ہوئے" (کہف-۱۰)

پیغمبر اکرم ﷺ کی ہجرت کا سبب خدائی رسالت کی تبلیغ اور انسانیت کو شرک کی دلدل سے باہر نکالنا تھا۔ جب آپ ﷺ کو عالمِ غیب سے یہ خبر ملی کہ توحید کے دشمنوں نے آپ کی جان کا قصد کیا ہے تو آپ ﷺ اپنی جائے ولادت کو چھوڑ کر "یثرب" کی طرف چل پڑے (انفال-۳۰، توبہ-۴۰، محمد-۱۳)۔ ہجرت کے آٹھویں سال بھاری لشکر کے ساتھ شرک کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور سپاہِ توحید کے ساتھ شہرِ توحید میں وارد ہوئے (قصص-۶۵)۔

ایک جگہ سے ہجرت کرنا ایک نظام کو ختم کرنے اور ایک نئے نظام کو ایجاد کرنے کی قیمت پر مکمل ہوتا ہے اور ایسا کام کرنے کے لئے اقدام کرنا دل گردے اور جرأت کا محتاج ہے۔ خدا ان کی مدد کیلئے آگے بڑھتا ہے اور غیبی امداد کا وعدہ کرتا ہے (نحل-۴۱)۔ چونکہ وہ نہالِ اسلام کی پرورش کے لئے پردیس کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔ روح و نفس کا آلودگی سے تصفیہ کرتے ہیں۔

"تواں" ضلع میانوالی سے "چک بلوآنہ" ضلع جھنگ ہجرت:

پیر و مرشد سید سردار علی شاہ دیڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر بغرض تبلیغ ہجرت فرمائی تا کہ رہزنوں کو رہبر میسر آئے۔ والدِ گرامی (خواجہ حافظ گل محمد m) کے ساتھ راہِ حق میں پہلی ہجرت اڑھائی تین برس کی عمر میں کی۔ پھر کم و بیش 36 سال کی عمر مبارک میں حضور قبلۂ عالم m نے منگانی شریف دوسری ہجرت فرمائی۔

نفوسِ قدسیہ میں ممتاز مقام:

حضور قبلۂ عالم m قدسی رنگ میں رنگے ہوئے نفوسِ قدسیہ میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی سیرت اور تعلیمات کی روشنی زندہ دلوں کو ولولۂ تازہ اور مردہ دلوں کو حیاتِ نو عطا کرتی ہے جن کی زندگی کا ایک ایک لحہ قدم بقدم رہبر بن کر جادۂ حق کے مسافر کو منزلِ مراد تک لے جاتا ہے یعنی فنا سے بقا کی طرف!

طبعی ساخت:

خواجہ کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ کی شکل وصورت، جوہر نفس عطائے ربانی ہے، یَخْلُقُ مَا یَشَاء (اللہ نے جس کو چاہا بنایا) اسی طبعی ساخت کے مطابق انسان ارتقا و تعامل کی منزلیں طے کرتا ہے کُلٌ یَعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ سے اعلیٰ مرشد بھی جوہر استعداد ہی کو نکھار سکتا ہے عدم کو وجود کر دینا کسی کے ذاتی بس کی بات نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمانِ عالیشان خِیَارُکُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ (تم میں جو جاہلیت میں اچھے تھے اسلام میں بھی اچھے ہیں) میں اسی راز کا اظہار ہے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبعی ساخت یا اُن کے جوہر نفس کو دیکھیے تو بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے: اللہ اللہ کیا جوہر ہے اور کیسی ساخت۔ والدین ماجدین مادری ولی اللہ کہتے ہیں۔ حضرت اعلیٰ دبڑوی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں فقیر کہتے ہیں۔ لڑکپن میں "میرا فرزند" کہتے ہیں۔ منصب ولایت کے لیے جو طبعی ساخت، جو استعداد اور جو جوہر نفسی ضروری ہے وہ یہاں موجود تھا۔

جوہر اور جوہری بے نظیر:

جوہر بے مثل اور جوہری بے نظیر ہیں۔ دادی اماں ہوں یا والدین ماجدین یا حضرت اعلیٰ دبڑوی رحمۃ اللہ علیہ بے مثل جوہر ان کے ہاتھوں تراشا جا رہا ہے قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر ان کی توجہ، ان کی دعائیں بے نظیر جوہر کو جلا بخش رہی ہیں اور پاکباز دل کو نورِ معرفت عطا ہو رہی ہے۔ علم و عرفاں آیا، حضوری ملی اور ذاتِ حق سے وہ نسبت عالی اور ربط لازوال قائم ہو گیا جو اولیاء کرام کے زمرہ عالی میں بھی ارفع و اعلیٰ تسلیم کیا گیا۔ آپ کا وجودِ مسعود اظہار حق کا معیار اور شناخت حق کی کسوٹی بن گیا۔

سچا مبلغ:

الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ "وہ لوگ رسالات اللہ کی تبلیغ کرتے تھے (الاحزاب ۳۹)۔ ولی کا اہم ترین فریضہ خدائی پیغامات کی تبلیغ کرنا ہے۔ فیصلہ کن انداز میں آگے بڑھتا ہے۔ بدزبان لوگوں کی نازیبا باتوں کو برداشت کرتا ہے۔ لوگوں کی افواہوں اور شوروغوغا کرنے والے کمینہ فطرت اور مفسد لوگوں کی سازشوں کی پرواہ کیے بغیر اپنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ جب وعظ وارشاد اور دعوت وتبلیغ " رسالات اللہ " سے ربط پیدا کرے تو اس کا مفہوم یہ ہو جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے وحی کے ذریعے سے پیغمبروں کو تعلیم دی ہے وہی وہ لوگوں کو تعلیم دیں اور اسے استدلال، انداز، بشارت اور وعظ ونصیحت کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کریں۔

صاحبو! کوئی نعمت ہدایت کی نعمت سے بڑھ کر نہیں ہے اور کوئی خدمت اس نعمت کو کسی انسان کو دینے سے افضل نہیں ہے اس بنا پر اس کا اجر وثواب سب سے برتر ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہارے ہاتھوں ایک شخص کو ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے لیے ان تمام چیزوں سے بدرجہا بہتر ہے جن پر سورج طلوع وغروب کرتا ہے۔ سچے مبلغ لوگوں سے بے نیاز اور اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے دار سے بے خوف ہو کر اپنا فریضہ تبلیغ انجام دیتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ اُن کے اعمال کا حساب لینے والا صرف اللہ ہے اور یہی عرفان وآگہی اسے اس نشیب وفراز والے راستے میں مدد دیتی ہے۔ "خواجہ کرم m " نے شیشم کے درخت کے نیچے پیشہ پیغمبری شروع کیا اور ایک وقت آیا تو عیسائیوں کو چیلنج کر دیا۔ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا محور محبت، ادب اور خدمت رہا۔ جو سچا مبلغ ہونے کی علامت ہے۔

خشیت الٰہی:

وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ "اور خشیت الٰہی رکھتے تھے اور اللہ کے علاوہ کسی سے خوف نہیں کھاتے تھے" (الاحزاب ۳۹)۔ تصوف اور احسان کا منتہائے کمال مرضی عبد اور مرضی حق میں یگانگت کا پیدا ہو جانا ہے جسے قرآن " رضی اللّٰہ عنہم ورضوا عنہ " یہ رضا خشیت الٰہی کا ثمرہ قرار پاتی ہے۔ "ذٰلک لمن خشی ربہ" قبلہ عالم m زمرہ اولیاء

میں ایک امتیازی شان کے مالک ہیں اس لیے اُن کی سیرت میں صفت خشیت کا ظہور بھی خاص انداز میں ہے۔ اُن کی ایک ایک ادا خشیت الٰہی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

خشیت کا معنی:

ایسا خوف جو تعظیم اور احترام کے ساتھ ہو یہ ایسی حالت ہے جو سوائے اُن لوگوں کے جو ذاتِ پاک کی عظمت اور اس کے مقامِ کبریائی سے واقف ہیں اور انہوں نے اُس کے قرب کی لذت چکھی ہوئی ہو کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے قرآن نے اس حالت کو عالم اور آگاہ بندوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور کہا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا خشیت کرنے والے بس علماء ہی ہیں"۔ ہاں وحشت کا اظہار اگر وجہ افراط کو نہ پہنچے تو کوئی عیب کی بات نہیں۔ جو لوگ رسالات اللہ کی تبلیغ کرتے ہیں انہیں خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور جو لوگ خود ساختہ توحید کی تبلیغ کرتے ہیں انہیں وحشت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ عالم نہیں جاہل ہوتے ہیں۔ حسنِ دنیا سے دور اور حسنِ آخرت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ احساسِ ذمہ داری اور احساسِ مسئولیت کی وجہ سے شدید جسمانی تکلیف کے باوجود مسنون نوافل تک ادا کرتے تھے۔ ساری ساری رات مسجد میں بسر کرتے تھے۔

محاسبہ نفس:

خشیت الٰہی کا لازمی اثر احتساب نفس ہے۔ خواجہ کرم m اپنے نفس کے کتنے بڑے محتسب تھے۔ کسی نے آپ کی توصیف و تعریف کی تو فرمایا جو ساری تعریفوں کا مالک ہے صرف اسی کی تعریف کرو۔ فرماتے تھے درویش اگر کوئی نیکی کرے تو دس مرتبہ توبہ کرتا کہ تمہارے نفس میں کہیں تکبر پیدا نہ ہو جائے۔

اظہارِ نعمت یا شکرانہ نعمت:

درویشوں نے عرض کی جناب! تصورِ شیخ بڑا مشکل ہے۔ فرمایا میرا بھی یہی حال تھا۔ ایک دن اپنے ہادی و رہنما سید سردار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا میری

طرف دیکھو پھر کیا تھا حضور نے توجہ فرمائی تو مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔ کافی دیر کے بعد جب ہوش آیا دیکھا تو میں حضور کی گود میں تھا۔ پھر مجھے تصورِ شیخ پکانے کی ضرورت نہ رہی۔ بس ادھر آنکھ بند کرتا ہوں ادھر جمالِ یار سامنے جلوہ گر ہوتا ہے۔ لوگوں نے حیرت سے واہ واہ کی تو فوراً بولے "یہ میرے شیخ کی عطا تھی" ورنہ میرا حال تو یہ تھا کہ میرا وضو بھی نہ تھا۔ فوراً عجز کا اظہار فرمایا۔ اظہارِ نعمت گویا کسی صورت ہو ہاتھ سے کسرِ نفسی کا دامن جانے نہ دیا۔

مجذوبِ سالک:

سیر و سلوک کے فن کے واقف اتنا جانتے ہیں کہ جو قوی اور با عظمت روح کے مالک ہوتے ہیں اُن کا تن ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتا ہے۔ "دولتِ جذب" جب ملتی ہے تو جسم لاغر ہو جاتا ہے۔ لاغر اور نحیف جسم سے مراحلِ سلوک جلد طے کروائے جاتے ہیں۔ ایسے محبوبوں کو اصطلاح میں "مجذوبِ سالک" کہا جاتا ہے۔

قبلہ عالمؒ m قدمِ عیسیٰ d پر:

ہر کوئی جانتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ شانِ جامعیت کے مالک تھے۔ مگر اولیاء کرام میں کسی میں حضرت نوح علیہ السلام والے غیض و غضب کا جلال، کسی میں موسوی حکومت و سطوت کا شکوہ، کسی میں عیسوی زہد و عفو کا جمال نمایاں دیکھا جا سکتا ہے۔ صوفیاء کرام کی اپنی بولی میں کوئی بزرگ "قدمِ نوح d" پر ہوتے ہیں۔ کوئی قدمِ موسیٰ d پر اور کوئی قدمِ عیسیٰ d پر۔ صوفیاء کے اس نقطہ نظر سے سیرت خواجہ کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ کا جائزہ لیا جائے تو اُن میں خشیتِ الٰہی، ذوقِ عبادت، شب بیداری، زہد و ورع، تقویٰ و طہارت اور عفو و درگزر اتنا نمایاں ہے کہ ہم بلا پس و پیش یہ کہہ سکتے ہیں کہ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ "قدمِ عیسیٰ d" پر ہیں۔ دنیا سے بے رغبتی، غربا سے محبت، اخفائے حال اور مقامِ عشق دیکھنے والوں کو "قدمِ عیسیٰ d" پر ہونے کی کھلی تائید مل جاتی ہے۔

قبلہ عالم m "قطب ابدال" تھے:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے مشہور رسالہ "معارف لدنیہ" میں معرفت کے

تحت پہلے تو "قطب ارشاد" اور "قطب ابدال" کے فرق کو واضح فرمایا ہے کہ ایمان، ہدایت، برائیوں سے توبہ، نیکیوں کی توفیق یہ قطب ارشاد کے فیوض کا نتیجہ ہیں۔ جبکہ دنیا کے تکوینی امور جیسے مصیبتوں کا ازالہ، امراض کا خاتمہ، حصول عافیت، رزق رسانی وغیرہ یہ قطب ابدال کے فیوض کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جو پینتیس برس خود بستر علالت پر گزار چکا ہو وہ دوسروں کی مصیبتوں، دکھوں اور غموں کو بہتر طور پر جانتا ہے اسی لئے وہ خود راضی بہ رضا رہ کر دوسروں کی مصیبتوں کو دور کرتے ہیں۔ ایسی شخصیت "قطب ابدال" کہلاتی ہے۔ سیرت کا یہ معاملہ خواجہ کرم m کی زندگی میں غالب نظر آتا ہے۔ اس لئے انہیں "قطب ابدال" کہنا اور لکھنا بجا طور پر صحیح ہے۔

اخلاق و تعلیمات کی چند جھلکیاں:

کم خوری، کم گوئی اور کم خوابی کی ہمیشہ تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جتنی دیر گفتگو میں مصروف رہو گے اتنی دیر ذکر الٰہی سے محروم رہو گے۔ کم کھانا اور کم سونا معرفت حق کی علامت ہے۔ آپ ہمیشہ ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔ اکثر استغراقی کیفیت طاری رہتی۔ تنہائی کو پسند فرماتے۔ شب زندہ دار عابد تھے۔ معبود اپنے عابد کی بات سنتا جبکہ عابد اپنے معبود سے راز و نیاز اور مناجات کیا کرتا۔

جو لوگ دنیائے ولایت میں قدم رکھنے کے بعد بھی خرقہ یا گدڑی پہنتے ہیں وہ خود نمائی کرتے ہیں۔ قبلہ عالم m اچھا لباس پہنتے تاکہ کوئی یہ نہ جان سکے کہ آپ کسی گروہ کے فرد ہیں۔ "جو شخص طریقت سے آشنا ہو گیا اُس کے لئے امیرانہ لباس بھی فقیرانہ لباس ہے" (کشف المحجوب حضرت داتا علی ہجویری ص ۹۷)۔ کرامات کے حوالے سے آپ کا موقف وہی تھا جو جلیل القدر صوفیائے متقدمین کا تھا۔ بطور خاص اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ اُن کے مجاز اور خلفاء حضرات کرامت کے اظہار سے اجتناب کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کی شان کے اظہار کے لئے اضطراری کرامات ظاہر ہو ہی جاتی ہیں۔ (گلشن قادری علامہ محمد اقبال ص ۱۰۷)۔ شانِ استغناء کا عالم یہ تھا کہ مخلصین کے رزقِ حلال کا نذرانہ قبول فرما لیتے اور تھوڑا سا خرچ کے

لئے رکھ کر باقی محتاجوں میں بانٹ دیا کرتے۔ولی کامل دریا کی مانند ہوتا ہے۔اگر کوئی چیز دریا میں پڑ جائے تو پلید نہیں ہوتی۔وہ اللہ پر توکل اور بھروسہ رکھتے تھے۔یہی تصوف کی روح ہے۔قبلہ عالم m کی نظر اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر ہوتی تھی کیونکہ خود کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی سپردگی میں دے دیا۔رب العزت نے انہیں دنیا کے سہاروں سے بے نیاز کر دیا تھا۔

غلبہ ادب:

خود غلبہ ادب میں تھے اسی لئے مریدین کو ادب سکھاتے تھے۔کیونکہ ادب افضل ترین سرمایہ ہے۔دین سارے کا سارا ادب ہے۔جس میں ادب نہیں اس میں ایمان نہیں، اس کی تسبیح قبول نہیں۔اصولی طور پر دین آداب کا مجموعہ ہے۔خدا کے لئے ادب، پیغمبر کے سامنے ادب، اہلِ بیت کے سامنے ادب، صحابہ کرام کے سامنے ادب، اولیاء کرام کے سامنے ادب، مرشد و رہبر کے سامنے ادب، استاد و معلم، ماں باپ اور عالم و دانش مند کے سامنے ادب۔قرآن مجید کی آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اپنے اس مقام عظمت کے باوجود جب اپنے بندوں سے بات کرتا ہے تو آداب کی پورے طور پر رعایت کرتا ہے۔جب صورتِ حال یہ ہو تو پھر خدا اور اس کے پیغمبر ﷺ کے سامنے لوگوں کی ذمہ داری واضح اور روشن ہے۔قبلہ عالم منگا نوی رحمۃ اللہ علیہ ادب کی رعایت کو دل کی پاکیزگی تقویٰ کو قبول کرنے کی آمادگی کی نشانی اور بخشش و آمرزش اور اجرِ عظیم کا سبب شمار کرتے تھے جبکہ بے ادب لوگوں کو بے عقل چوپایوں کی مانند بتاتے تھے۔

مرشد جو بیعت کرتا ہے، تعلیم دیتا ہے حق رکھتا ہے کہ تو اس کا احترام کرے۔اس کی مجلس کو محترم شمار کرے۔اس کی باتیں کامل غور سے کان دھر کے سنے۔اس کے روبرو مؤدب ہو کر بیٹھے۔اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے، اس کے حضور میں کسی سے باتیں نہ کرے، اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرے، اس کے فضائل کو آشکار کرے۔اس کے دشمنوں کے پاس نہ بیٹھے، اس کے دوستوں کو دشمن نہ رکھے، جس وقت تو ایسا کرے گا تو خدا کے فرشتے گواہی دیں گے کہ تو اپنے مرشد کے پاس گیا ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا کا لطف و کرم اور درود و صلوات ہے کیونکہ وہ ادب کی

رعایت ہر جگہ ہر مقام اور ہر نام پہ کرتے ہیں۔

تربیت مریدین:

جسے بیعت کرتے اس کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے، ذکر و فکر، نماز پنجگانہ، کم خوری، کم گوئی اور کم خوابی کی تلقین فرماتے۔ انہیں پیر بھائی کہہ کر یاد کرتے۔

تربیت کا مرکزی نقطہ:

اسلام میں سب سے بڑی چیز "تزکیہ قلوب" یعنی دلوں کو پاک بنا دینا ہے تا کہ جذبات صالح پیدا ہو جائیں۔ برے جذبات مغلوب ہو جائیں۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا "فلاح وہ پائے گا جو اپنے نفس کو پاک کرے گا"۔ یہ نہیں کہا کہ فلاح وہ پائے گا جو برائی چھوڑ دے گا۔ برائی تو چھوڑ دے گا مگر دل میں کرنے کی تمنا رہے گی۔ جبری طور پر اس نے چھوڑ دیا۔

تطہیر قلب:

قلب کی پاکیزگی ذکر اللہ کرنے سے ہے۔ اس کا سب سے بہتر طریقہ فیض صحبت ہے، اہل اللہ کی خدمت میں رہ کر اُن کی زبان سے جب آدمی سنتا ہے تو وہ ذکر دل میں اترتا ہے۔ جس سے اخلاق درست ہوتے ہیں۔

دین اہل اللہ کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے:

دین کتابوں کے ورقوں سے نہیں اہل اللہ کے دلوں سے پیدا ہوتا ہے۔ درس نظامی کر لیا جائے مگر صحبتِ صالح نہ ملے دین اثر نہیں کرے گا۔ قلب کے اندر رنگ نہیں پیدا ہو گا۔ اکبر الہ آبادی کہتا ہے:

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اہل اللہ کی نظر پڑتی ہے دین آنا شروع ہو جاتا ہے۔ دل سے بات اٹھتی ہے تو دل ہی سے جا کر

ٹکراتی ہے۔خواجہ کرم m کا دل ایمان وعلم اور کمال سے بھرا ہوا تھا۔چہرے پر نور برستا تھا کیونکہ مبداءِ نور کے قریب تھے۔

قبلہ عالم mؒ کا مقام بلند:

اللہ تعالیٰ نے خواجہ کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ایسا بلند مقام اللہ تعالیٰ نے کسی اور ہم عصر ولی کو عطا نہیں فرمایا۔

۱۔اللہ نے آپ کو قطب ابدال کا مرتبہ عطا فرمایا۔

۲۔قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود کبھی کسی چیز کے لئے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا اور کبھی کسی سائل کو محروم نہیں لوٹایا۔

۳۔اقوال کے مطابق آپ،نیک،صالح،قانتین میں سے،صدیقین میں سے،صابرین میں سے اور ایفائے عہد کرنے والوں میں سے تھے۔

۴۔خواجہ کرم mؒ بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔

۵۔اُن کا توکل بے مثال تھا یہاں تک کہ کسی کام اور کسی مشکل میں خدا کے علاوہ کسی پر نظر نہیں رکھتے تھے ۔ جو کچھ بھی مانگتے خدا ہی سے مانگتے اور اس کے علاوہ کسی کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے۔

۶۔آپ سراپا نیاز و احتیاج تھے لیکن مخلوق سے نہیں صرف خالق سے!

۷۔پیر محمد کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ بڑی قوی منطق سے بات کرتے تھے۔آپ نے گمراہوں کو بہت مختصر،محکم،دندان شکن استدلال سے جواب دیئے اور اپنے منطقی استدلال سے مخالفین کو رسوا کر دیا۔

۸۔آپ کبھی سختی و خشونت سے پیش نہیں آتے تھے بلکہ بڑے اطمینان سے بات کرتے۔آپ کا یہ انداز آپ کی عظیم روحانی قوت کا ترجمان تھا۔آپ نے گفتار و کردار سے مخالفین کو شکست دی۔

۹۔یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ آپ سلسلہ قادریہ پر تھے،جھنگ کی سرزمین کے باسی زیادہ تر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہیں۔

۱۰۔ یہ حقیقت ہر کوئی بیان نہیں کرتا کہ آپ ایک مسلمان، بندہ مومن، اور سچے موحد تھے یعنی ہر امر میں حکم خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم تھے۔ اس کے علاوہ انہیں کوئی سوچ نہ تھی اور بس اس کی راہ میں قدم اٹھاتے تھے۔

جاہلوں کے اعمال تمہارے مثبت اعمال میں حائل نہ ہوں:

یہ صحیح ہے کہ عظیم لوگوں کی زندگی کے حالات پڑھنا اور سننا انسان کو کمال کی طرف لے جاتا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ صحیح، زیادہ عمیق اور گہرا طریقہ بھی موجود ہے اور وہ ہے ان مقامات کا مشاہدہ کرنا اور دیکھنا جہاں مردانِ خدا نے راہِ خدا میں قیام کیا اور وہ مراکز جہاں کرامات عملاً رونما ہوئیں۔ ایسے مشاہدات کا ترجیحی اثر گفتگو اور مطالعہ کتب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ مقامِ احساس ہے منزلِ ادراک نہیں، مرحلہ تصدیق ہے مقامِ تصور نہیں اور یہ عینیت ہے ذہنیت نہیں۔ یہ جگہ آج ہم سے کہتی ہے کہ ایک وقت تھا یہاں جنگل تھا لیکن قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مسلسل کوششوں اور جدوجہد سے شب و روز ہمارے پہلو میں لا الٰہ الا اللہ کی دل موہ لینے والی سہانی صدا گونجنے سے جنگل میں منگل ہو گیا ہے۔ یہ بیاباں حق رکھتا ہے کہ وہ فخر کرے اور کہے کہ میں خواجہ کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغات کی پہلی منزل ہوں۔ یہ مقدس جگہ ہمیں درس دیتی ہے کہ اس عظیم دربار کی قدر و منزلت پہچانو جس کے سبب یہ لوگوں کی بندگی کا مرکز بن گیا۔ اگر کچھ نادان اور بے وقوف لوگ کبھی یہاں جاہلانہ امور سرانجام دیں تو اس مقام کی عظمت کم نہیں ہوگی کیونکہ روحانیت و حضوریت کا دریا بہہ رہا ہے۔ جاہلوں کے اعمال تمہارے مثبت اعمال میں حائل نہ ہوں، تمہیں آنا چاہیے۔ سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص کا ورد کر کے قدسی نفوس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیے۔ ایسی حالت، ایسی دعا، ایسی مناجات کو وہ محبوبوں کے صدقے جلد قبول فرما لیتا ہے۔ یہاں ملکوتی، زیبا اور پارسا چہرے نظر آئیں گے جو صرف صاحبزادے نہیں بلکہ نیک اور صالح ہیں۔ اُن سے دعا کے لئے کہو کہ اللہ ہماری یہ مشکل حل فرما دے تو یقیناً وہ حل فرما دیتا ہے۔

قبلہ عالم m کا عرفانِ توحید

”توحید کا علم اس کے عاشقوں کو اور جمال کا نظارہ اس کے عارفوں کو ہی ملتا ہے“

پروفیسر شیخ محمد اقبال طاہر☆

خطبہ توحید:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَمَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مُمَاثِلَ لَہٗ وَلَا مَثِیْلَ لَہٗ وَلَا حَدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا ضِدَّ لَہٗ وَلَا عِرْفَانَ لَہٗ وَلَا اِلْھَامَ لَہٗ وَلَا کُفُوَلَہٗ وَلَا کَفِیْلَ لَہٗ وَلَا وَلَدَ لَہٗ وَلَا لَدَّ لَہٗ وَلَا مَوْلُوْدَ لَہٗ وَلَا کُفُوْلَہٗ وَلَا کَفِیْلَ لَہٗ اَحَدِیٰ نَظِرِیْ صَمَدِیْ سَرْمَدِیْ لَا اَوَّلَ لَہٗ وَلَا اٰخِرَ لَہٗ (لمحاتِ کرم، صفحہ ۳۴)

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں
یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

خاندانِ توحید:

بارگاہِ الٰہی میں اس قدر عزیز اور باوقار کہ جن کے دیکھنے سے خدا یاد آجائے کیونکہ وہ خوبصورت، پُرکشش اور ملکوتی چہرے سے لوگوں کو اپنی طرف جذب کر لیتے ہیں۔ وہ نیک اطوار، حُسنِ اخلاق، دلجوئی اور خدمت سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ گرہ کشا انسان ہیں جن کا تعلق توحید

☆وائس پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج شورکوٹ شہر

سے ہے۔کیونکہ توحید پرستی انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں عملی صورت اختیار کر جاتی ہے۔

وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم عالم اسباب کی پرواہ نہیں کرتے اور زندگی میں وسیلے اور سبب سے کام نہیں لیتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ تاثیر حقیقی کو سبب میں نہیں سمجھتے بلکہ تمام اسباب کا سرا مسبب الاسباب کے ہاتھ میں جانتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں وہ اسباب کیلئے استقلال کے قائل نہیں ہوتے اور ان سب کو ذاتِ پاک پروردگار پر تو سمجھتے ہیں۔

تمام خاندان ایک ہی منطق اور ایک ہی ہدف کے حامل تھے۔انہوں نے نوعِ بشر کو توحید کی طرف اس کی تمام شرائط کے ساتھ دعوت دینے کیلئے قیام کیا۔ایمان،خلوص،جدوجہد اور راہِ خدا میں استقامت ان سب کا شعار ہے۔

فیضانِ الٰہی اس خاندان پر جاری و ساری ہے۔اصلاح ان کا شعار ہے۔یہ لوگوں کی مشغولیت کیلئے نہیں آئے،نہ اُن کے گناہ بخشنے کے لیے،نہ انہیں جنت بیچنے کیلئے،نہ طاقتوروں کی حمایت کیلئے اور نہ عوام کے ذہنوں کو ماؤف کرنے کیلئے بلکہ ان کا ہدف اور مقصد ایک مکمل اور حقیقی اصلاح ہے۔فکر و نظر کی اصلاح،اخلاق کی اصلاح،معاشرے کی اصلاح،ثقافتی نظام کی اصلاح، اقتصادی اصلاح اور سیاسی اصلاح،ان مقاصد کے حصول کے لیے ان کا سہارا فقط توحید ہے۔

قطب الہند حضرت عون المعروف قطب شاہ قادری

محمد کندلان بن حضرت قطب شاہ

عمر اعوان

بابا محمد اعظم

باباجی مولانا غلام محمد

مولانا خواجہ یار محمد قادری

خواجۂ خواجگان خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری m کا پہلا خطاب توحید کے موضوع پر تھا۔حضور قبلہ عالم خواجہ پیر محمد کرم حسین m کے تبلیغی دوروں میں "گلِ توحید" کے مصنف میاں

غلام رسول صاحب ہمراہ ہوتے۔ سارا خاندان ایسے معبود کا عابد ہے جو ان کی بات سنتا ہے۔ ہر مشکل میں ان کی مدد کرتا ہے۔ سارا خاندان شریعت میں کامل و اکمل ہے۔ جبھی تو فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں اور بقاباللہ کی منزل میں پہنچ جاتے ہیں۔

ٹھنڈی آہیں، زرد رنگ اور پُرنم آنکھیں عبادت کا بہترین ثمر ہیں۔ قلبِ سلیم رکھنے والے اور اس کا وظیفہ بتانے والے ہیں۔ قلبِ سلیم وہ دل جو توحید کے نور سے منور اور شرک سے خالی ہو۔ شک سے، نفاق سے اور حبِ دنیا سے خالی ہو۔ جس دل میں صرف ایک خدا ہو۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

قبلۂ عالم m کا عقیدۂ توحید

حضور اکثر خطابِ جمعہ میں فرمایا کرتے تھے، لوگو! اگر تم وہابی اُسے کہتے ہو جو توحید کو مانتا ہے تو میں سب سے بڑا توحید پرست ہوں۔ میرے والد ماجد خواجہ حافظ گُل محمد m ہم سے زیادہ توحید پرست تھے اور تو حید شناس بھی۔ تو حید شناس کا مقام حالتِ نماز میں دیکھا جا سکتا ہے کیونکہ توحید سے تعلق کی واحد صورت نماز ہے۔ اے مریدانِ باصفا! فقیر کرم حسین تم سے عہد لیتا ہے کہ ساری زندگی نماز نہ چھوڑنا کیونکہ نماز سے توحید میں کمال نصیب ہوتا ہے۔

نماز اپنے حقیقی مفہوم کے ساتھ ادا ہو یعنی انسان اپنے تمام وجود کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں کھڑا ہو تو یہ تربیتِ روح کا وسیلہ اور دل سے گناہ کا زنگ صاف کرنے کا ذریعہ ہے۔

قبلۂ عالم m کا ایک قول

اے درویش!

شریعت میں لاالٰہ الااللہ

یہ پروردگار کا محکم قلعہ ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا وہ عذابِ الٰہی سے مامون ہو گیا۔

طریقت میں　　　　لا مطلوب الا اللہ

یہ کلمہ انسانی عمل کو گہرائی بخشتا ہے۔صحیح سمت دینے کے ساتھ نورانیت عطا کرتا ہے۔

حقیقت میں　　　　لا مقصود الا اللہ

یہ کلمہ چھوڑنے والوں کا جھکاؤ ذاتی مفاد کی طرف ہو جاتا ہے۔

معرفت میں　　　　لا موجود الا اللہ

لقائے الٰہی کا پاسپورٹ یہ خاص کلمہ ہے

قبلہ عالم m کا ارشاد

"اے انسان! تیرا مقصدِ حیات محض عبادت نہیں معرفتِ حق ہے"۔چونکہ معرفت کی انتہا حیرت واستعجاب ہے اس لیے فرمایا "تو حید سراسر خاموشی کا نام ہے"۔

قبلۂ عالم m کی وصیت

۱۔ میری قبر کے سامنے کسی کو سجدہ نہ کرنے دینا

۲۔ کسی سے کچھ نہ مانگنا

۳۔ کسی عورت کو "مظہر حسین" اپنے پاؤں نہ چھونے دینا

۴۔ مصلٰے کو ہرگز نہ چھوڑنا

بارالٰہا! ہمیں توحید کے ساتھ زندہ رکھنا اور توحید کے ساتھ ہی ہمیں موت دینا اور حقیقت توحید کے ساتھ محشور کرنا۔آمین یارب العالمین

انبیاء ورسل نے اپنی "ظاہری" دعوت وتبلیغ میں معرفتِ خدا کے حصول کا جو فریضہ انجام دیا وہی کام اولیاء اللہ اپنے "باطن" میں انجام دیتے رہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات بخش ندائے حق و حقیقت اور صدائے سعادت لا الٰہ الا اللہ کو اپنے وجود کے ہر جزء یہاں تک کہ شہ رگ اور شریانوں میں بھی دل کو موہ لینے والی روح پرور ندا کو جگہ دی اور روحانیت کے بلند مقامات تک پہنچ گئے۔

اولیاءاللہ نے اس سفرِ سعادت، سیر وسلوک کی بدولت سرائے طبیعت سے نکل کر کوئے یار کی راہ پالی کیونکہ غیر اس کی حقیقی معرفت نہیں رکھتے۔ وہ اپنے ہوتے ہیں جو دوست سے شناسا ہو کر دوسروں کو بھی اس سے بہرہ مند کر دیتے ہیں۔

ہر ولی کے دل میں اللہ کی طرف ایک راستہ کھلا ہوتا ہے۔ اور اُس کی روح کا پرندہ اس کے گیت گاتا ہے۔ اولیاء کی کثرت کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے بہت سے راستے ہیں اور ہر ولی اللہ کے بارے میں خاص قسم کا شعور وادراک رکھتا ہے۔ تاہم اپنی اپنی نظر کے باوجود سب کی نیت ایک ہوتی ہے اور سب ایک منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔ اللہ کی ذات وصفات کے عرفان کا شگوفہ ہر ولی کے دل کی گہرائی میں مہکتا ہے اور ہر ولی کے دل میں معرفتِ خدا کا ہول کھلا ہوتا ہے۔

ولی کا دل "وادیٔ ایمن" ہوتا ہے جس سے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ کا آوازہ ہمیشہ سنائی دیتا ہے فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ انسانی نفوس کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ نہایت احتیاط اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس مقدس وادی میں قدم رکھیں اور شجرِ توحید کی شاخوں کو ہلا کر ایمان ومعرفت کے شیریں پھل پائیں۔ یہ سارا کارواں مل کر جہالت وشرک کے شعلوں کو ٹھنڈا کر کے بنجر زمین کو گلستانِ توحید میں بدل دیتے ہیں۔

ہر ولی یکتا شناسائی کے مسئلہ کی تشریح میں خاص توجہ دیتا ہے تا کہ مریدین کا طرزِ عمل روحانی ہو جائے۔ اس طرح ولی اور مرید کو جس تشنگی کو نہیں خوں نثار کرنے کو حقیقی زندگی سمجھنے لگتے ہیں۔ ولی کی عقل وجودِ خدا کے اثبات پر جہانِ ہستی کے عجائبات کو اور اُن میں شب وروز تغیر وتبدل کا مشاہدہ کرتی ہے اور یہ جانتی ہے کہ سارا جہان حاجت مند ہے۔ حاجت مندی کا یہ سلسلہ بالآخر ایک ایسے مقام پر جا کر رک جائے گا اور پھر ایک وجود خود سے نظر آئے گا جسے اُس کے ذریعے پہچانا جائے گا۔

ولی کا عشق اصل وجود پر ایمان کے بعد دوست کی توحید و یکتائی بیان کرنا ہوتا ہے۔ یہی

موضوع اُن کی توجہ کا مرکز ومحور ہوتا ہے۔ولی کی تمام تر دعوت وتبلیغ اور وعظ وارشاد کا خلاصہ یار کا یکتا ہونا ہے۔اسمیں شرکت کسی صورت میں گوارا نہیں کرتے۔ولی کا اصل سرمایہ دوست ہوتا ہے یہی سرمایہ اس کی جان ہوتا ہے۔اس سرمائے کے سائے میں وہ اخلاص کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں جو اخلاق کی بنیاد ہے۔

دلائلِ توحید

ولی روح کی گہرائی سے وجودِ خدا کے ہونے کی آواز سنتا ہے۔اس آواز کے سوا کوئی اور آواز اس کے باطن میں ہوتی ہی نہیں۔جب اسباب ووسائل کا دروازہ بند ہوتا نظر آئے تو وہ اپنے اندر سے آوازۂ توحید سنتا ہے۔جو اسے یکتائی کی طرف بلاتا ہے۔یہی وہ قوت ہے جو تمام مشکلات میں کام آتی ہے اور یہی وہ مسبب الاسباب ذات ہے جو عالمِ اسباب سے بلند وبالا ہے۔مگر یہ دلنواز صدا وہاں بہت کم سنائی دیتی ہے جہاں نفسانی خواہشات کا ہجوم ہو اور جنہیں دنیا کی عیش وعشرت کے علاوہ کچھ یاد ہی نہ آتا ہو۔

کبھی کبھی یہ صدا انسان کا بازو پکڑ کر اسے سمندر میں جا اتارتی ہے۔کبھی اسے زندانوں میں لے جاتی ہے اور کبھی اسے نا قابلِ علاج بیماریوں کے پاس لے جاتی ہے۔یہ ایسے مقامات ہیں جہاں غیروں کی صدائیں خاموش ہو جاتی ہیں اور فقط اندر کی نحیف ندا کانوں میں رس گھول رہی ہوتی ہے۔کتنی پسندیدہ اور کتنی دلکش ہے یہ آواز!

مکتب ہی نہیں آفات وبلیات بھی روحانی تربیت کرتی ہیں اور ضمیر کو بیدار کرتی ہیں۔ نورِ توحید ان کے قلب ونظر کو روشن کر دیتا ہے اور وہ خدا کے سوا ہر دوسری ذات کو خود سے دور ہٹا دیتے ہیں۔ایسے میں انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ جا کا راستہ یکتا ہے۔یہی نکتہ اس کی جان وروح میں پوشیدہ ہے۔

دلائلِ توحید میں ایک بہترین دلیل وحدتِ عالم سے وحدتِ خالق کی طرف جانا ہے دنیا وجہاں کا مشاہدہ اسی طرف دعوت دے رہا ہے کہ جہاں خلقت میں کوئی بے ربطی وبدنظمی نہیں

ملے گی تو ان کے دل وزباں سے نعرہ لا الہ الا اللہ پھوٹ نکلے گا اور یہ سہانی صدا بہت سے دلوں کو موہ لے گی۔

خداوند قدوس وجودِ کامل ہے اور ایسا ہی وجود دوسروں کو فیض وکمال پہنچانے والا منبع ہوتا ہے۔ یہ فیض پانے والا ایک ہی خدا کی طرف دعوت دیتا ہے۔

شرک کے اہم سرچشمے

توہمات اور خام خیالیاں، علمی پسماندگی اور محسوسات پر رکنا، خالی برکتیں اور فرضی فائدے، تقلید واستعمار شرک کے اہم سرچشمے ہیں۔ جبکہ اولیاء اللہ بصیرت، یقین اور اخلاص کے حامل ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ اس گندگی اور غلاظت کے قریب تک نہیں جاتے۔ وہ انسانوں کو محسوسات کی چاردیواری سے نکل کر مادہ سے بلند تر دنیا کی تسخیر کیلئے علمی وفکری پرواز کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ دوسری طرف انہیں خدا کی براہِ راست عبادت کرنے، وہم وخیال کی باتوں سے آزاد ہونے خدا کی بارگاہ میں اس کو سارے جہان کا پروردگار سمجھتے ہوئے سر جھکانے اور ہر حال میں اس کی پناہ حاصل کرنے کی تعلیم دے کر انسانیت کے بلند مقام پر پہنچاتے ہیں۔

تیسری جہت سے اولیاء نے بنی نوع انسان کو جاہلانہ تقلید کی دیوار توڑنے، عالم ہستی کے بارے میں تحقیق وجستجو کرنے اور اللہ تعالی کی آفاقی اور انفسی نشانیوں کو جاننے پہچاننے کا شوق دلایا۔

اولیاء کے پیغام کی چوتھی جہت یہ ہے کہ وہ انسانوں کو نااتفاقی اور تفرقہ بازی کے بتوں کو نابود کرنے، اتحاد و یک جہتی پیدا کرنے، جابروں کی غلامی سے نکلنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔

توحید کے مختلف گوشے

علماءِ علم کلام کے درمیان توحید کے اصل گوشے چار ہیں۔

۱۔ توحیدِ ذات، ۲۔ توحیدِ صفات، ۳۔ توحیدِ عبادت، ۴۔ توحیدِ افعال

توحیدِ افعال کی اقسام: ۱۔ توحیدِ خالقیت، ۲۔ توحیدِ ربوبیت، ۳۔ توحیدِ مالکیت،

۴۔ توحید حاکمیت ، ۵۔ توحید اطاعت ، ۶۔ توحید در تقنین

توحید خاص، توحید عام میں تقسیم کرتے ہیں ۔ پھر توحید عام میں درج ذیل تعبیریں ہیں:

الف۔ توحید در نبوت ، ب۔ توحید در معاد ، ج۔ توحید در ولایت ،

د۔ توحید در نظم و عدالت ، توحید در جامعۂ انسانی

مراتب توحید

توحید ذات: وہ ایک بسیط لاشریک ہے۔

توحید صفات: مفہوم کے لحاظ سے متعدد مگر واقعیت کے لحاظ سے ایک دوسرے کی عین ہیں ۔ جیسے علم خدا اس کی عین ذات ہے اور اس کی ساری ذات عین علم ہے ۔ اس کے باوجود اس کی ساری ذات عین قدرت بھی ہے ۔

توحید افعال: مستقل مؤثر ایک ہے ۔ باقی مؤثرین کی تاثیر اس کی قدرت اور فیض رسانی کے سایہ میں صورت پذیر ہوتی ہے ۔ جو شخص مستقل مؤثرین کا معتقد ہو وہ توحید در افعال کا منکر ہے ۔

توحید عبادت: غیر متناہی کمال اور غیر محدود جمال کا مالک صرف ایک ہے جو عبادت کے لائق ہے ۔

توحید نیت: ہر کام خوشنودی خدا کے لیے کیا جائے ۔

توحید در حکومت: خدا کے سوا کسی کو حق نہیں کہ وہ لوگوں پر حکومت و فرمانروائی کرے دوسری حکومت اس کی حکومت کے زیر سایہ قائم ہوتی ہے ۔

توحید در اطاعت: اللہ کی اطاعت کے سوا کسی فرد کی اطاعت لازم و واجب نہیں ۔ انبیاء و اولیاء کی اطاعت بعینہٖ خدا کی اطاعت ہے ۔ اور اس کے فرمان سے ہے ۔

توحید در تقنین: شریعت اور قانون سازی خدا کے ساتھ مخصوص ہے ۔ انبیاء و اولیاء

کی ذمہ داری صرف احکام بیان کرنا ہے اور فقہاو مجتہدین عالی مقام کا وظیفہ قانون شناسی اور پروگرام دینا ہے نہ کہ قانون بنانا۔

توحیددر رزاقیت: توحیددر ہدایت وضلالت،توحیددر شفاعت،توحیددر مغفرت بھی توحیدافعال سے مربوط ہو کر اسی کی طرف لوٹ جاتی ہیں۔

توحیددر خالقیت: سارا جہان ایک سے زیادہ خالق نہیں رکھتا۔

عوامل طبیعی کی تاثیر

وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (زمین میں مختلف قطعے ہیں اور ہیں پاس پاس اور باغ ہیں انگوروں کے اور کھیتی اور کھجور کے پیڑ ایک تھالے سے آگے اور الگ الگ سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک دوسرے سے بہتر کرتے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے)(الرعد۴) ۔ یسقی بماء واحد بتاتا ہے کہ پانی درختوں کی پرورش میں موثر ہے۔

قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِیْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ (تم فرماؤ فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے)(سجدہ۲۹)۔اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کیلئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ)(بقرہ۲۲)۔زراعت اور باغ میں پانی کی تاثیر کی وضاحت لفظ بہ میں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى

الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نرم نرم چلاتا ہے بادل کو، پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے پھر انہیں تہہ بر تہہ کر دیتا ہے تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکلتا ہے اور اتارتا ہے آسمان سے اس میں جو برف کے پہاڑ ہیں کچھ اولے، پھر ڈالتا ہے انہیں جس پر چاہے اور پھیر دیتا ہے انہیں جس سے چاہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھیں لے جائے)(سورہ نور ۴۳)، علل طبیعی کی تاثیر کی تصریح ہوئی ہے۔ یہ تاثیر حکم خدا اور ارادہ و مشیت خدا سے ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادل، سے پھیلا دیتا ہے آسمان میں جیسا چاہے اور اسے پارہ پارہ کرتا ہے تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکل رہا ہے، پھر جب اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جس کی طرف چاہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں)(سورہ روم ۴۸)، فتثیر سحاباً۔ ہوا بادل کو اٹھاتی ہے۔

آیت میں موجود علل بارش کے برسنے میں ہوا کی تاثیر، بادلوں کو چلانے میں ہوا کی تاثیر

سوال: دوسرا خالق نہ ہو تو مسیح کیسے خلق کرتا ہے؟

جواب: انی اخلق کلمہ خدا پر تکیہ کیے ہوئے ہے۔ خدا کی مدد اور ارادہ سے اپنا کام انجام دیتا ہے۔

از خود، اصل، مستقل، حقیقی اور عطائی، عارضی میں فرق۔ چند نمونے

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے

میں پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کیلئے)(زمر ۴۲)۔

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کی موت آتی ہے ہمارے فرشتے اسکی روح قبض کرتے ہیں)(انعام ۶۱)۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی، گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے، کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا)(جمعہ ۵)۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں)(بقرہ ۴۵)۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (تم فرماؤ شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہے، اسی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی پھر تمہیں اسی کی طرف پلٹنا ہے)(زمر ۴۴)۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جب کہ اللہ اجازت دے دے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے)(نجم ۲۶)۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ

يَبْعَثُوْنَ (تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے)(نمل ۶۵)۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے)

(ال عمران ۱۷۹)۔ ۵۵۲۸۰۰۵۱۳۳۰

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے)

(شعراء ۸۰)۔

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کر تیرے لئے نرم و آسان ہیں اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے، بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو)(نحل ۶۹)۔

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کیلئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے)(اسراء ۸۲)۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے)(الذاریات ۵۸)۔

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے اور انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو) (نساء ۵)۔

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں) (واقعہ ۶۴)۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی، اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی، پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کی بھلی لگتی ہے تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں، اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا) (فتح ۲۹)۔

وَ یَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَیَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ وَ اللّٰهُ یَكْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا (اور کہتے ہیں ہم نے حکم مانا پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ جو کہہ گیا تھا اس کے خلاف رات کو منصوبے گانٹھتا ہے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے تو اے محبوب

تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے کو) (نساء ۸۱)۔

اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰھُمْ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْھِمْ یَکْتُبُوْنَ (کیا اس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور مشورت کو نہیں سن سکتے ہاں کیوں نہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں) (زخرف ۸۰)۔

وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے) (ال عمران ۱۸۹)۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا (اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار، پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو، یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو) (نساء ۳)۔

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو اب کہیں گے کہ اللہ، تم فرماؤ تو کیوں نہیں ڈرتے) (یونس ۳۱)۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (پھر کام کی تدبیر کریں) (نازعات ۵)۔ ان نمونوں جیسی چیزیں قرآن میں نمایاں اور فراواں ہیں۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْہُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی اور اس لئے کہ

مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے)(انفال ۱۷)۔دونوں باتوں کی طرف اشارہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔

توحید در عبادت، عبادت کی اصل محبت ہے اور شکل ذلت ہے۔اولیاءاللہ خدائے یگانہ کی عبادت کرتے ہیں۔عبادت وہ خضوع وتذلل ہے جس کا سرچشمہ الوہیت کا اعتقاد ہو۔عبادت وہ خضوع ہے جو اس کیلئے ہو جسے ہم "رب" سمجھتے ہیں۔عبادت وہ خضوع ہے جو خدا یا خدائی کاموں کے مبداء کے سامنے ہو۔

ایسا اعتقاد رکھے بغیر کسی وجود کے سامنے خضوع یا اس کی تعظیم وتکریم کرے۔وہ عبادت نہیں ہو سکتا ہے فعل حرام ہو۔مثلاً عاشق کا معشوق کیلئے سجدہ کرنا فرمانبردار کا فرمانروا کے لیے اور بیوی کا شوہر کے لیے سجدہ کرنا عبادت نہیں ہے اگرچہ دین مقدس اسلام میں یہ حرام ہے۔

اگر کوئی شخص کچھ انسانوں کے مقابلہ میں خضوع وتواضع کرے نہ الٰہ سمجھتے ہوئے، نہ ہی رب جانے اور نہ ہی انہیں خدائی کاموں کا مبداء خیال کرکے بلکہ ان کا اس لحاظ سے احترام کرے کہ وہ عباد مکرمون ہیں۔اس قسم کا عمل سوائے تعظیم وتکریم اور تواضع فروتنی کے اور کوئی چیز نہیں ہوگا۔

ہم انسانوں کے سردار وآقا ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے مراسم حج میں حجر اسود کو جو ایک سیاہ پتھر ہے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ہاتھ سے چھوتے ہیں اور اس کو بوسہ دیتے ہیں۔خدا کے گھر کے گرد جو ایک مٹی پتھر گارے اور پتھر سے زیادہ نہیں ہے طواف کرتے ہیں۔صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔وہی کام انجام دیتے ہیں جو بت پرست اپنے بتوں کے لیے انجام دیتے تھے لیکن کسی کے بھی خیال میں نہیں آیا کہ ہم اس عمل کے ذریعہ پتھر اور گارے کی عبادت کرتے ہیں۔بلکہ ہم اپنے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں ان چیزوں کی پرستش نہیں کرتے۔

عبادت کے مصادیق اور موارد کی تشخیص

۱۔ کیا اسباب سے تمسک شرک ہے؟

۲۔ کیا زندگی اور موت توحید اور شرک کی سرحد کا سبب ہیں؟

۳۔ اولیاءاللہ کے میلادووفات کے دنوں کومنانا اوراہمیت دیناشرک ہے؟

۴۔ اولیاءاللہ کے آثار سے تبرک حاصل کرناشرک ہے؟

۵۔ کیاطاقت اور کمزوری توحیدوشرک کی سرحدہیں؟

۶۔ کیاغیبی تسلط کااعتقادرکھناشرک کاباعث ہے؟

۷۔ کیاخارق عادت امورکی درخواست کرناشرک درعبادت ہے؟

۸۔ کیاشفاعت کی درخواست کرناشرک درعبادت ہے؟

۹۔ کیانیک اورصالح انسانوں کوپکارناشرک ہے؟

ان مواردکی ایسی تشریح کی ہے کہ اوہام کے پردے ہٹ گئے ہیں اورحقیقت کھل کرسامنے آچکی ہے

طبیعی اورغیرطبیعی اسباب سے تمسک شرک ہے؟

موحدکوئی ایسی بات نہیں کرتاجوتوحیدکے ساتھ سازگارنہ ہو۔بعض قطعی شرک کوتوحیدتا دیتے ہیں۔اوربعض شرک میں ایسے وسیع المشرب ہیں کہ اہل توحیدکی ہرقسم کی حرکت وسکون کوجو اولیاءاللہ کے احترام کیلئےانجام دی جاتی ہےشرک قراردیتے ہیں۔گویاروئے زمین پرکوئی موحد نہیں ہےجواپنے مقاصدکے حصول کیلئےاسباب وعلل کاسہارالیتے ہیں۔جویقیناًغیرخداہیں البتہ ان کیلئےاستقلال کاقائل نہیں ہوناچاہیےبلکہ ہمیں ان سب کی تاثیرکوخداکےارادہ اوراس کے فرمان کے زیرسایہ سمجھناچاہیے۔

طبیعی اورغیرطبیعی اسباب سےاستفادہ کرنےکی بنیاداگریہ ہوکہ جس کے پاس جوکچھ ہےخداکی طرف سے ہے۔وہی خداجس نے سورج کوتابانی چاندکودرخشندگی اورآگ کوزندگی دی ہے۔اورشہدمیں شفاکااثرقراردیاہے۔اسی نےاولیاءاللہ کوقدرت اورطاقات عنایت فرمائے ہیں۔یعنہٖ یہی مطلب اولیاءاللہ سےحاجت طلب کرنےکےبارے میں ہے۔جن کے بدن تو مٹی میں چھپے ہوئے ہیں لیکن اُن کےارواح عالم غیب میں زندہ ہیں۔سب کاحکم ایک ہی جیساہے

اللہ جوہرچیزپرقادرہےاس نےاس مٹی میں ایک قربان ہونےوالےکی قربانی کی

قدر دان کے طور پر جس نے دین کی راہ میں اپنی ہستی اور وجود تک کو قربان کر دیا ہو شفا قرار دی ہے تو ہم کسی قسم کے شرک کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں کیونکہ مٹی کو جبرائیل کے پاؤں مس کریں تو اثر پیدا کر لیتی ہے۔ یوسف کے پیراہن میں اثر وہی رکھتا ہے۔ نفع و نقصان کا مالک باذنِ خدا سے ولی ہوتا ہے چاہے وہ زندہ ہو یا وفات پا چکا ہو۔ زندگی میں اس کی مدد فائدہ دیتی ہے تو مرنے کے بعد بھی اسکی مدد باذنِ خدا سے فائدہ دیتی ہے۔ زندگی میں بھی محترم ہوتا ہے ولی، وفات پا جانے کے بعد بھی محترم ہوتا ہے ولی!

اولیاء اللہ سے حاجت کی درخواست کرنے کا بت پرستوں کے عمل کے ساتھ قیاس اور موازنہ واقع بینی سے انتہائی دور ہے کیونکہ وہ تو حضرت مسیح d اور بتوں کے بارے میں ایک قسم کی الوہیت کے قائل تھے اور بتوں کو شفاعت کا مالک سمجھتے تھے۔ اسی اعتقاد کی بنیاد پر اُن کا اُن سے درخواست کرنا رنگِ عبادت کی صورت رکھتا ہے۔

جہاں کہیں حاجت کی درخواست عقیدہ الوہیت سے نزدیک ہو جائے تو یقیناً وہ شرک و ضلالت ہوگی۔ لیکن اگر ورود کی درخواست چاہے وہ زندوں سے ہو یا مردوں سے۔ اس قسم کی قید سے پاک اور منزہ ہو تو مسلم طور پر باعث شرک نہیں ہوگی اور درخواست عبادت شمار نہیں ہوگی۔ اس بارے میں تو صرف اس کے مفید ہونے اور غیر مفید ہونے میں غور کرنا چاہیے نہ کہ شرک کے بارے۔

اگر کوئی شخص معتقد ہو جائے کہ خدا نے ان ارواحِ مقدسہ کو قدرت دے رکھی ہے کہ وہ کسی دردمند کی فریاد کو پہنچیں اور اس کی غیب کے طریق سے مدد کریں تو اس قسم کے عقیدہ کو ہرگز شرک نہیں کہا جا سکتا۔

کیا زندگی اور موت توحید و شرک کی سرحد ہے؟

تمدن بشر باہمی کوششوں اور مددوں کا نتیجہ ہے۔ ہر انسان ضرورت کے وقت دوسرے انسان کی طرف دستِ سوال دراز کرتا ہے اور اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ جیسا کہ قصص ۱۵ میں ہے فاستغاثه الذی من شیعته علی الذی من عدوه۔ موسیٰ d کے پیروکاروں

نے اپنے دشمن کے برخلاف موسیٰ d سے مدد چاہی۔ زندگی میں مدد طلب کرنا اصل توحید کے مطابق ہے اور اگر وفات ہو جائے تو اُن سے مدد طلب کرنا کیا شرک ہوگا؟

حالانکہ زندہ شخص سے استغاثہ اور مدد چاہنا بھی ایک صورت میں شرک ہے۔ اگر استغاثہ اور مدد میں استقلال کا اعتقاد ہو اور اگر اصالت اور استقلال کا تاثیر میں مدد میں استغاثہ میں قائل نہ ہوا جائے تو اصولِ توحید کے منافی نہ ہوگا چاہے زندگی میں ہو یا موت کے بعد ہو۔ کیونکہ روح ہر جگہ موجود ہے۔ یہ مدد مفید ہوتی ہے یا نہیں ہوتی اس پر بحث تو ہو سکتی ہے مگر اسے توحید اور شرک کے زمرے میں کھڑا نہیں کر سکتے۔

اللہ مجرموں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ وہ پیغمبر کی بارگاہ میں جائیں اور اُن سے درخواست کریں وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ‌ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا (اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں)(نساء ۶۴)۔ قرآن میں پسرانِ یعقوب بھی تو باپ سے طلبِ مغفرت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيۡنَ‏ قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَكُمۡ رَبِّىۡ‌ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ‏ (بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بے شک ہم خطاوار ہیں۔ کہا جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے)(یوسف ۹۷،۹۸)۔ پیغمبر کی زندگی میں تو جائز ہو مگر وفات کے بعد شرک شمار ہو؟

حیرت و تعجب کی بات ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی اور موت یا انبیاء کی زندگی اور موت کسی عمل کی ماہیت کو کس طرح دگرگوں اور تبدیل کر دیتی ہے۔ حالانکہ اگر یہ عمل شرک ہو تو پھر اسے دونوں حالتوں میں شرک ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس عمل میں درخواست کرنے والا نہ تو خدائی

ذات ،صفت ،اور فعل میں کسی کو شریک قرار دیتا ہے کہ جس سے اس کی ذاتی صفاتی اور افعالی توحید پر کوئی زد پڑتی ہو اور نہ ہی وہ اس درخواست کے ساتھ اس کی عبادت۔

کیا اولیاءاللہ کی ولادت ووفات منانا شرک ہے؟

آسمانی مردانِ خدا کی ولادت ووفات کے دنوں میں احترام اور منانے کو بدعت سمجھنے والے اولیاءاللہ کے سخت ترین دشمن ہیں اور اجتماع کرنے کو شرک کہتے ہیں ۔اس غلط فہمی کی جڑ صرف ایک بات ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے شرک وتوحید کیلئے کوئی سرحد معین نہیں کی ہے لہٰذا عبادت اور تعظیم کو ایک دوسرے کے ساتھ قرار دے کر یہ تصور کرلیا ہے کہ دونوں الفاظ کا ایک ہی معنی ہے قرآن نے اولیاء کے ایک گروہ کی تعریف کی ہے فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَ وَهَبْنَا لَهُ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ(تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحیٰی عطا فرمایا اور اس کے لئے اس کی بی بی سنواری، بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے تھے)(انبیاء ۹۰)۔

اگر کوئی شخص ان حضرات کی قبور کے پاس اس آیت کو پڑھے اور ان کی اس طریقے سے تعلیم کرے تو کیا اس نے قرآن کی پیروی کے علاوہ کوئی اور کام انجام دیا ہے۔خاندانِ رسالت کے بارے میں اس طرح فرماتا ہے وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو)(دہر ۸)۔

اگر ہم سیدنا علی المرتضیٰ h کی ولادت کے دن ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں اور یہ کہیں کہ حضرت علی h وہ شخص ہیں جو اپنا کھانا مسکین ویتیم واسیر کو دیتے تھے تو ہم مشرک کیوں ہو گئے !؟ اگر پیغمبر اکرم ﷺ کی ولادت کے دن ان آیات کو جن میں پیغمبر اکرم ﷺ کی مدح وثناء کی ہے کسی محفل میلاد میں پڑھیں تو ہم شرک سے دوچار کیوں ہو گئے ؟ کہیں شرک سے مقابلہ کرنے کے پردے میں اولیاءاللہ کی تعظیم وتکریم سے روکنا چاہتے ہیں ۔اگر پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ میں اس قسم

کے جشن اور دن نہیں منائے جاتے تھے تو ان کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں کسی چیز کا نہ ہونا اس کے شرک ہونے کی گواہی نہیں دیتا۔

قرآن میں محافل منانے کی عمومی اجازت

قرآن مجید ایک گروہ کی جو پیغمبر اکرم ﷺ کا احترام اور تعظیم کرتے ہیں، مدح سرائی کر رہا ہے (اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اعراف ۱۵۷) (وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے)۔ وہ جملے جو اس آیت میں نازل ہوئے ہیں ان کی عبارت یہ ہے:

۱۔ آمنوا بہ ۲۔ عزروہ ۳۔ نصروہ ۴۔ واتبعوا النور

کیا کسی کو بھی یہ احتمال ہوگا کہ امنوا بہ، نصروہ، واتبعوا النور کے جملے صرف زمانہ پیغمبر کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اگر ان تین جملوں کے بارے میں اس قسم کا احتمال نہیں ہو سکتا تو پھر قطعی و یقینی طور پر "عــــــــــــزروہ" جو کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم کے ساتھ مدد و نصرت کرنے کے معنی میں ہے، پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوگا۔ اس عالی قدر رہبر کی ہمیشہ ہمیشہ عزت و احترام و تعظیم و تکریم کرنی پڑے گی۔ کیا ولادت کے دنوں میں آپ کی یاد منانا، محفل ترتیب دینا اور ان میں تقاریر و خطاب کرنا عزروہ کا واضح مصداق نہیں ہیں۔

حضرت یعقوب d کی سرگزشت

وہ تو دن رات حضرت یوسف d کے فراق میں رویا کرتے تھے۔ ہر شخص سے اپنے فرزند کے بارے میں پوچھتے۔ جدائی کے غم میں اتنا روئے کہ بینائی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ بینائی کا جاتے رہنا یوسف کی فراموشی کا باعث نہ بن سکا، جوں جوں وعدہ وصل نزدیک تر ہوتا جاتا تھا اپنے دلبند کے لیے اُن کے عشق کی آگ ان کے دل میں زیادہ سے زیادہ شعلہ ور ہوتی جاتی تھی۔ اور اس لیے وہ کوسوں دور سے یوسف کی خوشبو کو سونگھ رہے تھے۔ بجائے اسکے کہ ستارہ یوسف، خورشید یعقوب کے پیچھے پیچھے ہوتا ان کی فکر کا آفتاب یوسف کے پیچھے دربدر تھا۔

یوسف کے ساتھ محبت وعقیدت کی وجہ سے اس کی زندگی میں اس قسم کی محبت اور لگاؤ کا اظہار تو عین توحید لیکن وفات کے بعد تو بے قراری اور بھی ہو جاتی ہے۔ شرک کیوں ہو جائے گا۔ یہ پیغمبر بزرگوار موجودہ زمانہ کے اموی فکر رکھنے والوں کے درمیان رہتے ہوتے تو یہ ان کے بارے میں کسی قسم کا فیصلہ کرتے۔

اب اگر ہمارے زمانہ کے یعقوب ہر سال اپنے یوسفوں کی وفات کے دن اپنے بیٹوں کو اپنے گرد اکٹھا کریں اور اپنے یوسفوں کی اخلاقی قدروں اور عمدہ خوبیوں کا تذکرہ کریں اور اس سے متاثر ہو کر کچھ آنسو بہائیں تو کیا اس عمل کے ساتھ انہوں نے اپنے بیٹوں کی پرستش کی ہے ، قطعاً نہیں سوائے اظہار عقیدت کے اور کام کیا ہے؟

پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ میں شہادتیں کہنے سے بندہ مسلمان ہو جاتا تھا۔ اُن کے عقائد کی تفتیش کا کوئی محکمہ قائم نہ تھا۔ جن میں ان کی زندگی کے رسوم وآداب کی تحقیق کے بعد ان کا اسلام قبول کیا ہو۔ بلکہ آپ ﷺ صرف شہادتوں کے اظہار پر اکتفا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ d خداوند تعالیٰ سے مائدہ آسمانی طلب کرتے ہیں اور اس کے نزول کے دن کو روز عید کے ساتھ تعارف کراتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ

(مائدہ ۱۱۴)(عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے)۔کیا پیغمبر اکرم ﷺ کے وجود گرامی کی قدر و قیمت ایک آسمانی مائدہ سے کمتر ہے۔اگر مائدہ خدا کی نشانی ہے تو کیا پیغمبر اسلام ﷺ خدا کی عظیم ترین آیت اور نشانی نہیں ہیں۔قرآن فرماتا ہے: ورفعنا لک ذکرک (انشراح ۴)۔ہم نے تیرے ذکر اور شہرت کو عالم میں بلند کر دیا ہے۔کیا میلاد آپ ﷺ کے نام و نشان اور شہرت کو بلند کرنے کے سوا کوئی اور نتیجہ رکھتا ہے۔ہم اس بارے میں قرآن کی پیروی کیوں نہ کریں۔کیا قرآن ہمارے لیے ایک اسوہ اور نمونہ نہیں ہے۔

کیا غیبی تسلط کا اعتقاد شرک کا باعث ہے؟

جسے قادر سمجھا جائے حاجت اسی سے طلب کی جاتی ہے۔کبھی یہ قدرت ظاہری اور مادی ہوتی ہے مثلاً ہم کسی سے پانی مانگتے ہیں تو وہ پانی کے برتن کو بھر کر ہمیں دے دیتا ہے۔اور کبھی یہ قدرت غیبی ہوتی ہے۔مثلاً ایک شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ مولا علی h "خیبر" کے دروازے کو جو ایک عام انسان کی طاقت سے باہر ہے، اپنی جگہ سے اکھاڑ سکتے ہیں۔حضرت عیسیٰ d اپنے دَم سے لاعلاج بیمار کو شفا دے سکتے ہیں۔اس قسم کی قدرت غیبی کا اعتقاد اگر قدرتِ خدا کے ساتھ متحد ہو تو قدرت ظاہری کی طرح ہو جائے گا۔جس سے شرک لازم نہیں آتا۔کیونکہ وہی خدا جس نے قدرت ظاہری سے ایک شخص کو نوازا ہے تو دوسرے کو قدرت غیبی سے نواز دیتا ہے۔بغیر اس کے کہ کسی مخلوق کو خالق فرض کیا جائے یا کسی بشر کو خدا سے بے نیاز تصور کر لیا جائے۔

قرآن مجید انتہائی صراحت سے اولیاء اللہ کے ناموں کی طرف جو اس قسم کی قدرت کے حامل تھے اشارہ کرتے ہیں۔حضرت یوسف d اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یوسف ۹۶)(پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی

وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔ کہا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے)۔ آیت کا ظاہر یہ ہے کہ حضرت یعقوب d کی آنکھیں حضرت یوسف d کے ارادے اور خواہش اور قدرت اکتسابی کے سایہ میں بینا ہوئیں۔ اور یہ کام ہرگز خدا کا براہ راست کام نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ d کے عصا سے ۱۲ چشمے ہوئے پڑے (بقرہ ۶۰)۔ دوسری جگہ حضرت موسیٰ d کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے عصا کو دریا پر ماریں تا کہ پانی کا یہ حصہ ایک پہاڑ کی مانند ہو جائے (شعراء ۶۳)۔ یہاں پر یہ نہیں سمجھ سکتے کہ چشموں کے پیدا ہونے اور پہاڑوں کے ظاہر ہونے میں موسیٰ d کے ارادہ وخواہش اور اُن کے عصا مارنے کا کوئی دخل نہیں ہے۔

حضرت سلیمان d اللہ کے بزرگ انبیاء میں سے تھے جو وسیع غیبی قدرتوں کے حامل تھے اور انہوں نے ان عظیم خدائی نعمتوں کو واوتینا من کل شیء (نمل ۱۶) کے جملے سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس سورہ کی آیت ۱۷، ۴۴، اور سورہ سبا کی آیت ۱۲ اور سورہ انبیاء کی آیت ۸۱ اور سورہ ص کی آیت ۳۶ اور ۴۰ میں ان نعمتوں کی تفصیل آئی ہے۔

مذکورہ آیات کا مطالعہ ہمیں حضرت سلیمان d کی موہوبی قدرت کی عظمت سے آشنا کرتا ہے اور اس غرض سے کہ قارئین کرام مختصر طور پر ان قدرتوں سے آشنا ہو جائیں۔ حضرت سلیمان d قرآن کی نظر سے جنات اور پرندوں پر تسلط رکھتے تھے اور پرندوں اور حشرات کی زبان سے جانتے تھے جیسا کہ فرماتا ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ o حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ (نمل ۱۶ تا ۱۹)۔ قرآن کی تصریح کے مطابق حضرت سلیمان d تسلط غیبی رکھتے تھے اور ہوا اُن کے فرمان کے مطابق چلتی تھی جیسا کہ فرماتا

ہے وَ لِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ عَاصِفَۃً تَجۡرِیۡ بِاَمۡرِہٖۤ اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡہَا ؕ وَ کُنَّا بِکُلِّ شَیۡءٍ عٰلِمِیۡنَ (انبیاء ۸۱)۔

اولیاء اللہ کے آثار سے برکت حاصل کرنا نہ اُن کی زندگی میں شرک نہ اُن کی وفات کے بعد بعض لوگ اولیاء اللہ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا شرک سمجھتے ہیں۔ جو شخص تبرکات کا بوسہ لے لے تو وہ اسے شرک کہتے ہیں چاہے وہ اسمیں کسی قسم کی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھتا ہو بلکہ اولیاء اللہ کی مہر و محبت اس کا سبب ہو کہ محبوب سے مربوط آثار کا بوسہ لے لیکن وہ یوسف d کے پیراہن کے بارے میں کیا کہیں گے؟ خصوصا جبکہ حضرت یعقوب d بھی یوسف d کی قمیص کو جو عالی شان کپڑے کا نہیں تھا اپنی آنکھوں پر ملتے ہیں اور اسی وقت انکی بینائی لوٹ آتی ہے اگر حضرت یعقوب d اس قسم کا کام آج اموی فکر رکھنے والوں کے سامنے انجام دیتے تو وہ اُن سے کیا معاملہ کرتے اور ایک معصوم پیغمبر کے اسی عمل کی کس طرح توصیف کرتے؟

آج اگر کوئی مسلمان اولیاء اللہ کی قبر کا احترام کے عنوان سے بوسہ لیتا ہے یا اُن سے تبرک حاصل کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اللہ نے اس مٹی میں اثر رکھا ہے اور اس کام میں وہ حضرت یعقوب d کے زمانہ کی پیروی کرتا ہے تو اُسے شرک کیوں کہا جاتا ہے۔

کیا عجز و قدرت توحید اور شرک کی سرحد ہے؟

بعض لوگوں نے عجز و قدرت کو بھی شرک کا معیار اور میزان سمجھا ہے جبکہ یہ بات بے بنیاد ہے اور جواب کی محتاج نہیں ہے کیونکہ عجز و ناتوانی یا قدرت و توانائی اس شخص کی جس سے حاجت طلب کی جارہی ہے درخواست کے عقلائی یا غیر عقلائی ہونے کی میزان ہے شرک اور توحید کی میزان نہیں ہے۔

اگر کوئی آدمی کنویں کے اندر گرا ہوا ہو اور وہ اِدھر اُدھر کے پتھروں سے امداد طلب کرے تو وہ احمق ہے اور اس کا کام احمقانہ ہوگا اور اگر کسی راہ گزر سے جو اس کی نجات کی طاقت اور توانائی رکھتا ہے اس قسم کی درخواست کرے تو اس کا کام عقلائی یعنی قابل تعریف ہوگا۔

جناب عیسیٰ d اور سلطہ غیبی

آیاتِ قرآنی سے حضرت مسیح d کی غیبی طاقت کو معلوم کیا جا سکتا ہے وَ رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ وَ اُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدَّخِرُوۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ(ال عمران ۴۹)(اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔ اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو)۔ اگر مسیح d اپنے کاموں کو اذن خدا سے وابستہ کرتے ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ کوئی پیغمبر بھی اذن خدا کے بغیر اس قسم کا تصرف کا حامل نہیں ہوتا جیسا کہ فرماتا ہے وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِکَ وَ جَعَلۡنَا لَہُمۡ اَزۡوَاجًا وَّ ذُرِّیَّۃً ؕ وَ مَا کَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ یَّاۡتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ (رعد ۳۸)(اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لئے بیبیاں اور بچے کئے۔ اور کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشان لے آئے مگر اللہ کے حکم سے ہر وعدہ کی ایک لکھت ہے)۔

اس کے باوجود حضرت عیسیٰ d غیبی کاموں کی اپنی طرف نسبت دیتے ہیں اور کہتے ہیں میں شفا دیتا ہوں، میں زندہ کرتا ہوں، میں خبر دیتا ہوں جیسا کہ "ابری"، "احی" اور "انبکم" کے جملے جو سب کے سب متکلم کے معنے ہیں اس مطلب پر دلالت کرتے ہیں۔

یہ صرف یوسف، موسیٰ و سلیمان و مسیح f ہی نہیں ہیں جو قدرت غیبی کے حامل تھے۔ اگر تسلط غیبی کے اعتقاد سے طرف مقابل کی الوہیت لازم آتی ہے تو پھر قرآن کی رُو سے ان سب کو لا اور

خدا ماننا پڑے گا۔ راہِ حل یہی ہے کہ قدرتِ استقلالی اور قدرتِ اکتسابی میں فرق کا قائل ہونا چاہیے۔

کیا خارق العادہ کاموں کی درخواست کرنا شرک ہے؟

وجود میں آنے والی ہر چیز علت رکھتی ہے۔ اولیاء کی کرامات بھی علت کے بغیر نہیں ہوتیں۔ اگر حضرت موسیٰ d کا عصا اژدھا بن جاتا ہے اور مردے عیسیٰ d کے ذریعہ زندہ ہو جاتے ہیں اور چاند پیغمبر اکرمﷺ کے ذریعہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور سنگریزے رسولِ خداﷺ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگتے ہیں۔ تو ان میں کوئی بات علت کے بغیر نہیں ہے۔ قرآن میں تو بہت سے خارق العادت کاموں کی درخواست ہوئی ہے جو عادی اور طبیعی قوانین کی حدود سے باہر ہیں وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ (اعراف ۱۶۰)۔

ممکن ہے یہ کہا جائے کہ زندہ شخص سے خارق عادت فعل کی درخواست میں تو اعتراض کی کوئی بات نہیں ہے لیکن کسی مردے سے اس قسم کے کام کی درخواست کرنے پر اعتراض ہے تو اس کا جواب واضح ہے کیونکہ موت وحیات سے ایسے عمل میں جو اصل توحید کے مطابق ہے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس طور پر کہ ایک کو شرک اور دوسرے کو عین توحید قرار دے۔ سلیمان بلقیس کا تخت منگواتے ہیں قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ (نمل ۳۸-۳۹)۔ خارق العادۃ کام مدعی نبوت سے طلب کرتے ہیں نہ کہ اس کے بھیجنے والے خدا سے اور وہ اس طرح کہتے ہیں قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (اعراف ۱۰۶)۔

اگر کوئی بندہ جستجو کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ d کی بارگاہ میں پہنچ جائے اور یہ کہے

کہ اس بیمار کو شفا بخش دے تو وہ نہ صرف یہ کہ شرک نہیں ہوگا بلکہ وہ حقیقت کے متلاشیوں میں سے شمار ہوگا اور اس کی اس بات پر تعریف کی جائے گی۔ اب اگر حضرت عیسیٰ d کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کی امت انکی روح پاک سے یہ استدعا کرے کہ ان کے بیمار کو شفا بخشیں تو اسے شرک کیوں سمجھا جائے گا کیونکہ قائل کو کوئی مستقل نہیں سمجھتا بلکہ خدائی قدرت کے سائے میں سمجھتا ہے۔

بشری کاموں اور الٰہی کاموں میں میزان

کاموں کا عادی یا غیر عادی ہونا نہیں بلکہ خدائی کاموں کی میزان یہ ہے کہ فاعل اپنے کام میں اپنے نفس پر تکیہ کیے ہوئے ہو اور غیر کی مدد طلب نہ کرتا ہو۔ لیکن وہ فاعل اور عامل جو اپنے کام کو خدائی قدرت کے سائے میں انجام دے تو اس کا کام غیر خدائی/بشری کام ہے۔ چاہے وہ عادی ہو یا غیر عادی! یعنی آسان ہوں یا مشکل انکی قوت خود انکی نہیں ہوتی اور وہ خود اپنی قدرت سے اُسے انجام نہیں دیتا۔

وضاحت: اگر ہم کسی موجود کے بارے میں وجود یا تاثیر کے لحاظ سے استقلال کے قائل ہو جائیں تو ہم جادۂ توحید سے منحرف ہو جائیں گے کیونکہ یہ خدا سے بے نیاز ہونے کے مساوی ہے اور جو اپنے وجود و ہستی میں کسی کا محتاج نہ ہو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہے۔

سارے عالم اسلام میں جو اولیاء اللہ کے لیے احترام کے قائل ہیں اور اُن کے مقابر اور آثار کو محترم سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو بندگی کی راہ طے کرنے کی بنا پر خدا کی طرف سے کمالات، قدرتوں اور الطاف کا ایسا فیض پہنچتا ہے کہ وہ اذنِ خدا سے تصرف کر سکتے ہیں اس لیے اُن سے درخواستیں کی جاتی ہیں۔ زندگی میں بھی وصال کے بعد بھی! کیونکہ یہ اُن کے بلند مقامات کا اعتقاد ہے۔ کام تو اگرچہ کام کرنے والے کا ہی ہوتا ہے مگر وہ خدا کا کام بھی کہلاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ نہ کہتا تو ہرگز کوئی کام بھی نہ ہوتا۔ مثلاً تدبیر جیسے فرشتوں کا فعل ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ خدا کا کام بھی ہے۔ اگر تدبیر کا کام فرشتے انجام دیتے ہیں تو خدا سبب انگیزی کے طور پر ان

عوامل کو پیدا کر کے اور قدرت عطا کر کے انہیں انجام دیتا ہے۔

اس بنا پر صحیح ہے کہ فرشتوں کو مدبر کہا جائے لیکن اس کے باوجود خدا بھی مدبر ہے بلکہ واقعی اور حقیقی مدبر ہے کیونکہ دوسرے عوامل اس کے فرمان کے تحت تدبیر کے کام میں مشغول ہیں۔ اس بیان سے انسان کے سامنے معارف کا ایک باب کھل جاتا ہے اور آیات کے کیف سے مشکلات حل ہو جاتے ہیں (نساء ۵۰، یونس ۳۱)۔ خدا اپنے فعل کو دوسروں کی طرف نسبت دے رہا ہے تو وہ غیر مستقل طور پر اور اذن الٰہی سے ہے جبکہ افعال تو بطور استقلال خدا ہی کے افعال ہیں۔ خدا واقعی شافی ہے لیکن پھر بھی شہد کو شفا بخش جانتا ہے۔ (نحل ۶۹، اسرا ۸۲)۔

کیا شفاعت کی درخواست کرنا شرک در عبادت ہے؟

شفاعت خدا کا خاص حق ہے۔ خدا نے خاص گروہ کو اس حق سے استفادہ کرنے کی اجازت دی ہے (نجم ۲۶، اسراء ۷۹)۔ اولیاء اللہ کی شفاعت کا عمل مشابہت رکھتا ہے بتوں سے شفاعت کی درخواست کرنے سے! یہ بے بنیاد تصور ہے کیونکہ ظاہری مشابہت فیصلہ کی میزان نہیں ہوتی بلکہ فیصلہ کی بنیاد نیت اور ارادہ ہوتا ہے۔ بت پرستوں اور مسلمانوں کے اعتقاد میں کاملاً اختلاف ہوتا ہے۔ اگر فیصلہ کی بنیاد ظاہری مشابہت ہو تو پھر خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنا، حجرِ اسود پر ہاتھ رکھنا، بوسہ دینا، سعی کرنا، شرک کا سبب ہونے چاہئیں کیونکہ شرکوں کے اعمال سے ظاہری مشابہت ہے حالانکہ اُن کے شرک ہونے کی علت بتوں کی پوجا کرنا ہے نہ کہ اُن سے شفاعت چاہنا ہے جیسا کہ یعبدون کے بعد یقولون کا لفظ لایا گیا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا دن رات ورد یہ ہے من ذالذی یشفع عندہٗ الا باذنہ۔ مسلمان اولیاء کو شفاعت کا مالک نہیں سمجھتے مالک خدا ہے۔

کیا اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے؟

صفحۂ ہستی میں مؤثر تام اور سب سے بے نیاز ہستی ایک سے زیادہ نہیں ہے اور وہ خدا کی ذاتِ اقدس ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (فاطر ۱۵)۔ جو حقیقی معین و مددگار ہے کیونکہ سب کے سب فقیر بالذات ہیں۔ ایک موحد اور خدا

شناس کسان سورج، پانی، ہل چلانے اور کیمیائی کھاد سے مدد لیتا ہے تو حقیقت میں وہ خدا سے مدد حاصل کر رہا ہے کیونکہ اس نے ان عوامل کو یہ قدرت اور طاقت عطا کی ہے۔

اگر ہم کسی ولی سے مدد طلب کرتے ہیں تو یہ سمجھتے ہوئے کرتے ہیں کہ اس کی ذات اور اس کا فعل خدا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس نے ہی اسے یہ اثر دیا ہے کہ وہ بندوں کی مشکلات کو رفع کرے۔ اس قسم کی مدد طلب کرنا خدا سے مدد طلب کرنے سے الگ اور جدا نہیں ہے کیونکہ اسی نے یہ قدرت اس کو عطا کی ہے۔ ولی خود سے کوئی استقلال اور اصالت نہیں رکھتے۔

اگر کوئی آدمی اس طرح کے اعتقاد کے ساتھ مدد طلب کرے تو اُس کی طلب امداد صحیح ہے بلکہ اس کا مدد طلب کرنا ایک طرح سے خدا سے ہی مدد طلب کرنا ہے۔ اگر خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں تو قرآن ہمیں غیر خدا سے مدد حاصل کرنے کی دعوت کیوں دیتا ہے (بقرہ ۱۵۳، مائدہ ۲، کہف ۹۵، انفال ۷۲)۔

عالم آفرینش میں مستقل فاعل اور مؤثر تام صرف ایک ہی ہے جو وجود و ایجاد میں کسی اور پر تکیہ نہیں کرتا اور دوسرے عوامل وجود و ایجاد میں اس کے محتاج ہیں اور سب کے سب اس کی قدرت سے اپنا اپنا وظیفہ اور ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔ اگر وہ دوسرے عوامل کو طاقت نہ دیتا تو وہ معمولی سے معمولی کام پر قادر نہ ہوتے۔

خدا کے علاوہ کسی شخص سے بھی مستقل مدد کے عنوان سے مدد طلب نہیں کی جا سکتی۔ اولیاء اللہ غیر مستقل عامل کے عنوان سے جو عنایات خداوندی کے سائے میں ہماری مدد کرتے ہیں خدا میں مدد طلب کرنے کے حصر کے ساتھ منافات نہیں رکھتی کیونکہ ذاتِ اقدس سے استعانت اولیاءِ الٰہی کی استعانت سے جدا ہے۔ ایک بالذات اور استقلال کے طور پر ہے جبکہ دوسری بالعطاء ہے۔ اگر ہم تمام عالم کو خدا کا فعل سمجھیں تو اولیاءِ الٰہی کی مدد اللہ کی مدد سے الگ اور جدا نہیں ہے۔ شرک کی سرحد استقلال اور عدم استقلال ہے اب یہ ظاہری اور غیبی نہیں ہیں۔ لایا کہ نستعین کو سامنے رکھ کر دوسری آیات سے غفلت کون کرتا ہے یہ شعور ہونا چاہیے۔

کیا اولیاءاللہ کو پکارنا اُن کی پرستش ہے؟

غیر خدا کے مطلقاً پکارنے کو اس کی عبادت سمجھتا ہے۔ وہ آیات یہ ہیں

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (جن ۱۸)

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (رعد ۱۴)

وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (اعراف ۱۹۷)

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ (فاطر ۱۳)

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اعراف ۱۹۴)

(اسراء ۵۷-۵۶)

یونس ۱۰۶

فاطر ۱۴

احقاف ۵

وہ آیات جس میں عبادت نہیں سمجھتا

نوح ۵

ابراہیم ۴۲

اس کے نقطہ نظر سے پکارنا عبادت ہوتا ہے۔ جبکہ اولیاءاللہ کو خدا کا محترم و مکرم بندہ سمجھتے

ہوئے پکارنا عبادت نہیں ہے۔ مقبول بندے کی دعا کی قبولیت کا وعدہ نساء ۶۴ میں ہے۔

اگر آپ ان تمام قرآنی آیات کا جن میں لفظ یدعوت عبادت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ غور کے ساتھ مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ آیات یا تو خداوندِ عالم کے بارے میں ہیں۔ جس کی الوہیت، ربوبیت اور مالکیت کے سارے موحد معترف ہیں یا وہ ان بتوں کے بارے میں ہیں جن کی پرستش کرنے والے انہیں میرے خدا، مقام شفاعت کا مالک سمجھتے ہیں۔ اس صورت میں شرک کیلئے ان آیات سے استدلال کہ اولیاء میں سے کسی کو پکارنا یا ان میں سے کسی سے استغاثہ کرنا کہ انہیں کسی میں بھی یہ صفات نہیں پائی جاتیں، واقعتاً حیرت انگیز ہے۔

توحید اولیاء اللہ کا مشرب ہے۔ وہ لذت آشنائی ہے جو اولیاء اللہ کو دو عالم کے خوف وغم سے بے نیاز کر کے بندگی کے اطوار سکھاتی ہے اور انہیں استغناء کے بلند مرتبے پر فائز کر دیتی ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ توحید مردِ فقیر کی ہیبت وسطوت بن جاتی ہے۔

تمام اولیاء کی دعوت کا خمیر توحید ہے

تاریخِ اولیاء نشاندہی کرتی ہے کہ ان سب نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا۔ درحقیقت انسانی معاشرے کی کسی قسم کی اصلاح اس دعوت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ معاشرے کی وحدت، ہمکاری، تعاون، ایثار اور فداکاری سب ایسے امور ہیں جو توحیدِ معبود کے سرچشمے سے سیراب ہوتے ہیں۔

رہی بات شرک کی تو وہ ہر قسم کی پراگندگی، انتشار، تضاد، اختلاف، خودغرضی، خود پرستی اور انحصار طلبی کا سرچشمہ ہے۔ جو شخص خودمحور اور خودغرض ہو وہ صرف اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور وہ اسی بنا پر مشرک ہے۔ توحید ایک شخص کے وجود کو معاشرے کے وسیع سمندر میں شامل کر دیتی ہے۔

موحد ایک عظیم وحدت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ یعنی وہ سارے انسانوں اور بندگانِ خدا کو ایک معاشرے کی صورت میں دیکھتا ہے۔ اصلاحی پروگراموں کو سب اولیاء نے بھیں سے

شروع کیا۔ان کی پہلی دعوت دعوتِ توحید تھی ۔توحید یعنی توحیدِ معبود، پھر توحید کلمہ،توحید عمل اور توحید معاشرہ۔

اگر توحید روحِ انسانی کی عمیق گہرائیوں میں اس طرح اتر جائے کہ اس کے اثرات ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، زبان اور جسم کے تمام ذرات میں ظاہر ہوں تو توحید کے معاشرے پر اصلاحی آثار کسی سے مخفی نہیں رہیں گے۔

توحید—اولیاء کا دائمی پیغام

مشرک بے مقصد اور کھوکھلی دلیل یعنی باپ دادا کی تقلید کا سہارا لیتے ہیں ۔اگر یہ بات طے ہے کہ آباؤ اجداد کی تقلید کی جانی چاہیے تو پھر بت پرستوں ہی کی تقلید کیوں کریں، اولیاء کی پیروی کیوں نہ کریں ۔اولیاء فقط اپنی زندگی میں توحید کے طرفدار اور ہر قسم کی بت پرستی کے دشمن ہی نہیں بلکہ انہوں نے سرتوڑ کوشش کی کہ کلمہ توحید دنیا میں ہمیشہ کیلئے باقی اور برقرار رہے۔روئے زمین پر جو دین بھی توحید کا دم بھرتا ہے وہ اولیاء کی توحید پر مبنی تعلیمات سے ہدایت لیتا ہے۔

قبلہ عالم منگانوی m نے کلمہ توحید کو اپنی جگہ استحکام بخشا اور اس کے پرچم کو ہر جگہ بلند کیا ۔انہوں نے نہ صرف اپنے زمانے میں راہِ توحید کو دوام بخشنے کی جدوجہد کی بلکہ اپنی دعاؤں میں بھی پروردگارِ عالم سے اسی بات کا تقاضا کرتے رہے۔

قبلہ عالم m قائدِ انقلاب علامہ ڈاکٹر طاہر القادری سے بہت محبت کرتے تھے کیونکہ وہ "مصطفوی انقلاب" کی بات کرتے ۔مصطفوی انقلاب اقدار کا انقلاب ہے ۔اگر مسلمان آج سخت اور ناخوشگوار حالات سے دوچار ہیں ۔بے رحم اور خونخوار دشمن کے پنجوں میں پھنسے ہوئے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ نام نہاد دینی طبقہ اصل اقدار کو چھوڑ کر ایک بار پھر زمانہ جاہلیت کی قدروں کو اپنا چکا ہے ۔اور یہ قدریں ان میں مادی اغراض کی وجہ سے خوب پروان چڑھ چکی ہیں۔ انسانی شخصیت کا معیار دنیاوی مال و مقام قرار پا چکا ہے ۔اسلام اور وطن کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں ۔کیونکہ وہ علم،تقویٰ ،توحید اور فضیلت کو یکسر نظر انداز کر چکے ہیں ۔کیونکہ اُن کی مجلس بے عمل

ہے کیونکہ یہ لوگ مادی چکاچوند میں کھو چکے ہیں۔ کتاب سے یکسر بیگانہ ہو چکے ہیں۔ جب تک ان کی یہی حالت رہے گی۔ اس عظیم غلطی کا انہیں خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ جب تک اپنے وجود پر توحید کی حکمرانی کا آغاز نہیں کریں گے اسوقت تک اللہ کا لطف وکرم ان کے شاملِ حال نہ ہوگا۔ کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (۱۱) (بیشک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو اپنے آپ میں تبدیلی نہ لائے) قبلہ عالم m صحیح انسانی اقدار یعنی علم وتقویٰ کی حکمرانی دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ جب تک کسی معاشرے کی قدروں کا نظام درست نہیں ہوگا۔ وہ معاشرہ کبھی بھی سعادت مند اور سربلندیوں پر فائز نہیں ہوگا۔

ولایت صفاتِ مشترکہ میں سے ہے اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ہے، رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی ہے، جبرائیل امین d کے لیے بھی ہے اور صالحین کے لیے بھی۔ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے۔

ولایت الٰہی، ولایت رسول، ولایت جبرائیل اور ولایت صالحین کا معنی شان، کیفیت، ماہیت، اصلیت وحقیقت اور اطلاق کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا اور مختلف ہے۔ ولایت الٰہی جس معنی اور شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اس معنی اور شان کے ساتھ غیر اللہ کیلئے لمحہ بھر بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ یہی حال علم، رحمت، حیات، سمع وبصراء، کلام جیسی دیگر صفاتِ مشترکہ کا ہے۔ وہ خالق کیلئے بھی ثابت ہیں۔ اگر اسی شان اور حقیقت ومعنویت کے ساتھ مخلوق کیلئے ثابت نہیں اگر ایسا مان لیا جائے تو شرک واقع ہو جائے گا۔

اس کے برعکس اگر یہ شانیں مختلف حقیقت اور مختلف معنی میں دونوں کیلئے تسلیم کی جائیں تو ہرگز شرک نہ ہوگا بلکہ اسے عین توحید کہا جائے گا۔ جس کی رو سے اللہ بھی ولی ہے، بندہ بھی ولی ہے، اللہ بھی علیم ہے بندہ بھی علیم۔ اللہ بھی صاحب حیات ہے بندہ بھی صاحب حیات، اللہ بھی رحیم وکریم ہے بندہ بھی رحیم وکریم، اللہ بھی سمیع وبصیر ہے بندہ بھی سمیع وبصیر، اللہ بھی صاحب کلام اور بندہ بھی صاحب کلام، مگر ان کا معنوی اطلاق مختلف ہوگا۔ خلاصہ یہ ہوا۔ مدار شرک کمیت پر نہیں

بلکہ کیفیت وحقیقت پر ہے۔

ہمیں توحید اور شرک کے باب میں صحیح معرفت حاصل کرنی چاہیے کہ کہاں شانِ اختصاص ہے، کہاں انعام اشتراک ہے اور کہاں فیض انعکاس۔ کسی جگہ توحید شانِ الوہیت کے ساتھ عدم شراکت کا آئینہ دار ہوتی ہے اور کسی جگہ یہ اس کی توحید شان ربوبیت کے ساتھ اپنے مربوب میں نہایت ومظہریت کا جلوہ دکھاتی ہے۔ کسی جگہ اس کی عظمت تنہا و یکتا ہوتی ہے اور کسی جگہ خود مائل بہ عطا وہ کُلَّ یَومٍ ھُوَ فِی شَاْن کے جلوے میں بھی ہوتا ہے اور وفی انفسکم افلا تبصرون کے نظارے میں بھی۔ وہ لیس کمثلہ شیء کے رنگ میں بھی ہے اور مَثَل نُوْرِہٖ کمشکوٰۃ کے ڈھنگ میں بھی۔ وہ لا تدرکہ الابصار کی شان میں بھی ہے اور اینما تولوا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ کی آن بان میں بھی۔ وہ بعید از وہم وگمان بھی ہے اور قریب از رگِ جاں بھی۔ وہ ورائے مکان ولا مکان بھی ہے اور جلیس حلقہ بندگان بھی۔ وہ مستغنی از خلق وہمین بھی ہے اور خود مقسم وبار امین بھی۔ وہ ذاکر بھی ہے مذکور بھی۔ طالب بھی ہے مطلوب بھی۔ محب بھی ہے محبوب بھی۔ وہ تنہا سزاوار صلوٰۃ بھی ہے اور خود کسی کا صلوٰۃ خواں بھی۔ حتیٰ کہ وہ خود سلام بھی ہے اور سلام بھیجنے والا بھی۔ الغرض وہ جس سے وہ معاملہ چاہے کرے وہ مالک ومختار اور قادرِ مطلق ہے۔ توحید اس کا حق خالص ہے اور شرک اس کی نفی کامل۔ کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے قبل اس کے سارے فیصلوں کو نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ پس ہم دفاعِ توحید میں انکار ربوبیت نہ کر بیٹھیں اور ردِ شرک کے جوش میں انکارِ محبوبیت نہ کر بیٹھیں۔ (ماخوذ از کتاب التوحید، از شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

اولیاءاللہ کی آزمائش وابتلاء

جو شخص اصلیت اور حقیقت سے بے خبر ہو اس کو کسی کی آزمائش یا امتحان کی ضرورت ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ کہ جو ہر شے کی خلقت سے قبل اور اس کے بعد بھی اصلیت سے کماحقہٗ واقف ہے۔ کسی امتحان وآزمائش کی کیا ضرورت ہے۔ کیا وہ اولیاءاللہ کی لیاقت وقابلیت سے مکمل طور پر واقف اور آگاہ نہیں ہے۔

امتحان کے اسباب

امتحان دو میں سے ایک سبب کی بنا پر لیا جاتا ہے۔

الف: ایک وجہ تو متعلقہ شخص کی اس قابلیت اور لیاقت سے آگہی ہے جو اس کو حاصل ہے۔

ب: دوسری وجہ یہ معلوم کرنا ہو کہ وہ شخص اپنی باطنی لیاقتوں اور وجدان کو کس حد تک بروئے کار لا سکتا ہے۔ اگر منزلِ امتحان درمیان میں نہ رکھی جائے تو وجدان و قابلیت ایک مادہ خام کی مانند انسان کی روح و نفس باطنہ میں پوشیدہ اور خوابیدہ رہ جائیں گی۔ لہٰذا امتحان ہی وہ کیفیت و ضرورت ہے جس کی مدد سے انسان کی قابلیتوں کو عملی طور پر بروئے کار لایا جاتا ہے تا کہ وہ اس ذریعہ سے منزلِ کمال تک رسائی حاصل کریں۔ دوسرے لفظوں میں بندوں کے امتحان و آزمائش سے باری تعالیٰ کا مقصود اپنے بندوں کی استعدادوں کی تربیت اور پرورش ہے۔

وضاحت

جس دن انسان اس دنیا میں آنکھ کھولتا ہے وہ اپنے اندر تعجب خیز استعدادوں اور امکانات کا ایک ذخیرہ لے کر آتا ہے۔ تمام کمالاتِ انسانی اور فضائل اخلاق استعدادِ فطری کی شکل میں اس کے وجودِ باطنی میں موجود ہوتے ہیں۔ ان کی سرشت ان کمالات کا مجموعہ اور ان ہی سے تخمیر شدہ ہوتی ہے۔ یہ استعدادیں انسان کے اندر زیرِ زمین ذخائر کی طرح ہوتی ہیں جو مخصوص وسائل کے بغیر ظاہر نہیں ہوتیں۔ نہ ہی قوت و استعداد کے مراحل سے گزر کر مرحلہ منایت تک پہنچتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب تک انسان کی یہ استعدادیں مرحلہ ظہور و شہود میں آئیں گی ہرگز تکامل و ارتقاء اور وجود خارجی نہ پا سکیں گی اور ان کے نتیجہ میں اجر و ثواب مرتب نہ ہوگا۔ آزمائشوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام صفاتِ عالیہ جو انسان کے مرکزِ وجود میں ودیعت کی گئی ہیں اُن کی پرورش ہو اور خود انسان کی تربیت انجام پائے۔ اگر تکالیف و آزمائش نہ ہوں تو انسان کے مرکزِ وجود میں پائی جانے والی قابلیت و لیاقت کبھی بھی سامنے نہ آپائیں اور کوئی شخص کسی طرح انعام کا

مستحق قرار نہ پائے۔

اللہ تعالیٰ امتحان اپنی اطلاع کے لیے نہیں لیتا بلکہ صفات باطنی فعل وعمل کی صورت میں ظاہر کرنے کیلئے لیتا ہے۔ تا کہ انعام کا استحقاق پیدا ہو۔یعنی روحِ تسلیم کی پرورش کر کے مرحلہ فعالیت تک پہنچائے تا کہ اپنے کمالِ منزل کی طرف قدم بڑھائے۔

مصائب کے ذریعے آزمائش

البقرہ ۱۵۵

الملک

اولیاءاللہ حوادث ومشکلات کی بھٹی میں قوت واستقامت حاصل کرتے ہیں اور اس بات پر قادر ہو جاتے ہیں کہ راہِ زندگی کی رکاوٹوں کو شکست دے کر اپنے لیے مقام سعادت حاصل کریں۔ اولیاءاللہ سعادت کے خواہشمند ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ انسان کی زندگی میں تربیت و پرورش کی جو بنیاد رکھ دیتا ہے وہ اس کیفیت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خصوصی مہارت حاصل کرتے ہیں اور اپنی منزل جو ذات خدا ہے، واصل ہو جاتے ہیں۔

آپ کو بھول جائیں ہم اتنے تو بے وفا نہیں
وہ بھی بدنصیب ہے غم جسے ملا نہیں

ابتلاء

۱۔ ہجرت پردیس کے دکھ سہنے کے باوجود وہ اپنے اور پرائے لوگوں کا انجام دیکھتے ہیں۔

۲۔ بیماری دو پتر اناراں دے۔۔۔ ساڈا دکھ سن سن کے روندے پتھر پہاڑاں دے

۳۔ صدا صبر صبر اور کامیابی قدیمی دوست ہیں۔

۴۔ تبلیغی دورہ جات

توحید شناس اچھی طرح جانتے ہیں کہ کوئی چیز بھی خدا کے ارادے کے سامنے پیچیدہ نہیں ہے۔ مشکلات وحوادث جتنے بھی سخت اور دردناک ہوں اور ظاہری اسباب وعلل جتنے بھی محدود، نارسائیوں اور کامیابی وکشائش میں کتنی ہی تاخیر ہو جائے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی لطف پروردگار پر امید رکھنے سے مانع نہیں ہو سکتی۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ وہی خدا ہے جو نابینا آنکھ کو پیراہن کے ذریعے روشن کر دیتا ہے۔ جدائی سے مجروح دلوں پر مرہم رکھتا ہے اور جانکاہ تکالیف کو شفا بخشتا ہے۔ بہت ساری مشکلات اور روح فرسا پریشانیوں نے انہیں گھیر رکھا ہوتا ہے۔ ایسے میں جو ذات اُن کے تسکین قلب کا باعث بنتی ہے وہ خدا کی ذات ہوتی ہے۔

اولیاء کے مقابلہ میں مخالفت کرنے والوں کی صفِ اوّل

مقابلہ کی پہلی صف میں کھڑے ہونے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں قرآن کبھی "ملأ" (اعراف ٦٠) سے تعبیر کرتا ہے اور کبھی مترفین (سبا ٣٤) سے اور کبھی مستکبرین (مومنون ٦٧) کہتا ہے۔ پہلا لفظ تو اُن اشراف کی جمعیت کی طرف اشارہ ہے جن کا ظاہر آنکھوں کو بھلا لگتا ہے لیکن ان کا باطن خالی ہوتا ہے اور دوسرا لفظ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو ناز ونعمت میں زندگی بسر کرتے ہیں اور مست ومغرور ہو جاتے ہیں اور انہیں دوسروں کے دکھ درد کی کوئی خبر نہیں رہتی اور تیسرا لفظ ایسے لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو کبر وغرور کی سواری پر سوار ہو کر خدا اور خلق خدا سے دور ہو جاتے ہیں۔ توحید کے باب میں اکثر خرابیاں انہی طبقوں سے قوت حاصل کرتی ہیں۔ مال ودولت اور مقام ومرتبہ میں مست ہو کر خدا کو بھول جاتے ہیں۔ اللہ والے انہیں یاد دلاتے ہیں کہ ایک ذرا سے جھونکے سے دفتر حیات لپیٹ دیا جاتا ہے۔ دفتر ربام درہم برہم ہو جاتا ہے اور انسان کا سارا مال ودولت ایک ساعت سے بھی کم وقت میں نابود ہو سکتا ہے۔

یہ کیسی غفلت ہے جو لوگوں کو دامن گیر ہو جاتی ہے۔ اپنے آپ کو بے نیاز خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔ توحید کے علمبردار اس غفلت، بے خبری سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور کلمہ کی قدرت سے مخالفوں کی ناک کو رگڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

توحید سے غفلت اور اس کے نتائج

کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے سامنے زندگی کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے اسے بند دروازوں کا سامنا ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس وہ جدھر بھی جاتا ہے ہر طرف اپنے لیے دروازوں کو کھلا ہوا پاتا ہے۔ ہر کام کیلئے حالات سازگار ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی بندش اس کے سامنے نہیں ہوتی۔ اس حالت کو وسعتِ زندگی کہتے ہیں۔ جبکہ پہلی حالت کو زندگی کی تنگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

کبھی دولت کی ریل پیل میں حرص اور لالچ زندگی کو اس پر تنگ کر دیتے ہیں۔ اسکی زندگی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ بلکہ اس کی زندگی تو فقیروں کی طرح بسر ہوتی ہے لیکن اس کا حساب سرمایہ داروں کا سا ہوگا۔ انسان ایسی سختیوں میں کیوں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس کا اصل عامل توحید سے رُوگردانی ہے۔ توحید روح کیلئے آرام و سکون اور تقویٰ کا باعث ہے اور اس کو بھلا دینا اضطراب خوف اور پریشانی کا سبب ہے۔ جس وقت انسان توحید کو بھلا دیتا ہے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو بھی بھلا دیتا ہے۔ اور وہ شہوات، خواہشات، حرص اور طمع میں غرق ہو جاتا ہے۔ یوں اسکی زندگی تنگ ہو جاتی ہے کیونکہ روحانی تونگری نصیب نہیں ہوتی۔ مگر وہ شخص جو توحید پر ایمان رکھتا ہے۔ اسکی پاک ذات سے دل لگاتا ہے وہ تمام پریشانیوں میں امان پاتا ہے۔

مگر جب معاشرہ بھی توحید سے منہ پھیرے ہوئے ہو تو مسئلہ اور بھی وحشت ناک ہو جاتا ہے۔ پورا معاشرہ پریشانی کی حالت میں زندگی بسر کرتا ہے۔ سب ایک دوسرے سے ڈرتے ہیں۔ کسی پر کوئی اعتماد نہیں ہوتا۔ تمام تعلقات ذاتی مفادات کے محور پر گردش کرتے ہیں۔ اُن کے گھروں کے ماحول میں نہ نورِ محبت ہے اور نہ ہی نشاط بخش پیار کا رشتہ۔ ہاں یہ ہے توحید سے انحراف والی زندگی!۔

قبلۂ عالم m وہ عظیم انسان تھے کہ جن کی نظر میں تمام دنیا درخت کے ایک پتے سے بھی کم قیمت ہے جو شخص اُن کی زندگی کو اپنے لیے نمونۂ عمل قرار دے اور اس طرح سے توحید کے

ساتھ دل لگالے کہ سارا خیال اس کی نظر میں حقیر ہو جائے ۔وہ کوئی بھی ہو اس کی زندگی کشادہ اور وسیع ہوگی ۔لیکن جو لوگ اِن نمونوں کو بھلا دیں وہ بہر حال تنگی حیات میں گرفتار ہوں گے ۔منگانی شریف میں انسان کے توحید کے ساتھ نئے روابط اور تعلق پیدا ہوتے ہیں ۔یہی ارتباط اور تعلق زندگی کی راہوں کو کھولنے والا ہے ۔

تربیت کے لحاظ سے یہ ایسی جگہ ہے جو ہمارے نفوس کی تہذیب کے لیے ہے ۔معنوی، روحانی اور توحیدی درآمدات کو کسب کرنے کے لیے یہ ایک تجارت خانہ ہے ۔انسان کی طرح طرح کی ضروریات کی پیدائش کے لیے ایک زرخیز زمین ہے ۔یہ جگہ سچائی کا گھر ہے ۔جو اس سے سچ بولے تو نگری کا گھر ہے ۔جو اس سے توشۂ آخرت حاصل کرلے اور وعظ و نصیحت کا گھر ہے جو اس سے نعمت حاصل کرے ۔قافلے اس گھر کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم مہمل نہیں پیدا ہوئے کہ فضول چھوڑ دیئے جائیں گے ۔کیا ایسا نہیں ہے کہ اس کا علم اس کے عاشقوں کے سوا کسی کو نہیں ملتا اور اس کے جمال کا نظارہ اس کے عارفوں کے سوا کوئی نہیں کرسکتا ۔

خواہشات نفسانی سب سے زیادہ خطرناک بت ہے

قبلہ عالم منگانوی m نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب بتوں سے ناپسندیدہ ترین بت کہ جس کی عبادت کی جاتی ہے نفس پرستی کا بت ہے ۔اُن کی اس بات میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں ہے کیونکہ عام قسم کے بت ایسی چیزیں ہیں جن کی اپنی کوئی خاصیت اور خصوصیت نہیں ہوتی ۔لیکن خواہشاتِ نفسانی کا بت گمراہ کن ہے ۔اور مختلف گناہوں اور گمراہیوں اور بے راہروی کی جانب لے جاتا ہے ۔

شیطان کیلئے موثر ترین راستہ

شیطان کے عمل دخل کا موثر ترین راستہ خواہشات کی اطاعت ہے کیونکہ جب تک انسان کے اندرونی وجود میں شیطان کا ٹھکانہ نہ ہو ۔اس وقت تک وہ دلوں میں وسوسے پیدا

نہیں کرسکتا اور وہ ٹھکانا نفس پرستی کے سوا اور کچھ نہیں ۔ وہی چیز کہ خود شیطان جس کی وجہ سے
اپنے مقام سے گر گیا اور فرشتوں کی صف اور قرب الٰہی سے راندہ ہو گیا۔

نفس پرستی توحید سے محرومی کا سبب

نفس پرستی توحید کے صحیح ادراک کو انسان سے سلب کر لیتی ہے اور انسان کی آنکھوں اور
عقل پر پردے ڈال دیتی ہے۔

خدا کے مقابل

نفس پرستی انسان کو اللہ سے مقابلے کے مرحلے تک لے جاتی ہے جیسا کہ خواہش
پرستوں کا پیشوا یعنی شیطان اس منحوس انجام سے دوچار ہوا اور حضرت آدم d کو سجدہ کرنے کے
مسئلے پر اُس نے حکمت خداوندی پر اعتراض کیا اور اسے غیر حکیمانہ سمجھا۔

ہوس پرستی کا انجام

اس حد تک منحوس اور دردناک اور خطرناک ہوتا ہے کہ کبھی ایک لحہ کی نفس پرستی
انسان کو زندگی بھر کی پشیمانی اور ندامت سے دوچار کر دیتی ہے ۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک
لمحے کی نفس پرستی انسان کی ساری زندگی کے نتائج اور اس کے اعمال صالحہ کو تباہ و برباد اور
ملیامیٹ کر دیتی ہے۔

حضرت پیر محمد کرم حسین m

ڈاکٹر سید محمد قمر علی زیدی☆

انسان پوری کائنات میں ایک ایسی مخلوق ہے جسے اس کے خالق نے دیگر مخلوقات پر ایسی فضیلت اور برتری بخشی ہے کہ ساری کائنات کا مرکز بنا دیا ہے، اور اسے اپنی معرفت کیلئے ہی منتخب فرمایا ہے۔ خالق کی معرفت میں اسے جو اعزازات عطا فرمائے گئے ہیں وہ بھی حیران کن ہیں اور یہ حیرانی بڑھتی چلی جاتی ہے جب اس کی معرفت کی منازل بڑھتی ہیں اور جتنی جتنی منازل بڑھتی جاتی ہیں خالق آدم کا کرم بھی قریب ترین ہو جاتا ہے۔

کرم کی منازل بھی انہیں لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں جن کی سعادت ازلی ہوتی ہے وہ گروہ جو سعادت ازلی کی نعمت سے بہرہ ور ہے، وہ گروہِ محبوباں میں شمار ہوتا ہے۔ ان کو خلوت کی جو نعمتیں نصیب ہوتی ہیں وہ بھی انسانی رفعتوں کا نقیب ہوتی ہیں اور جلوت میں ان کی جو عزت افزائی فرمائی جاتی ہے وہ بھی انسانی معاشرے کا اعزاز اور بلندی کا مظہر ہوتا ہے۔ گروہ سعادت نشان اپنے خالق کا منتخب نمائندہ ہوتا ہے اور اس کے ذمہ یہ کام لگا دیا جاتا ہے کہ وہ دیگر مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کا تعارف اور پیغام پہنچا دیں، یہی گروہ صالحین کہلاتا ہے، اسی گروہ کو متقین کا نام دیا جاتا ہے اور اسی گروہ کو صادقین کہا جاتا ہے۔

صالحیت، تقویٰ اور صداقتِ ایمانی کی منازل نصیب ہوتی ہیں تو ایک وجہ اعتبار آ جاتا ہے۔ اسی وجہ اعتبار کو تبلیغ و تربیت کا مرکزی نقطہ قرار دیا گیا اور تلقین کی گئی ہے کہ گروہ صادقین کی معیت اختیار کی جائے، آیت: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ سنگت کی برکت ہی ہے يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کا سباق کی ابتدا ہوتی ہے اور تکمیل ایمان کے درجات

☆ پروفیسر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور

کا سفر شروع ہوتا ہے، معیت و سنگت کیلئے محبت ایک بنیادی شرط ہے، محبت کے تمام طریقے اور مختلف انداز شخصیت کے چراغ سے وجود دیگر کی روشنی کیلئے محفوظ اسباب مہیا کرتے ہیں۔

ایمان پروری کا یہ انداز دلربا رقم، صفہ کی مجالس اور مسجد نبوی c کی تربیت گاہوں سے ماخوذ ہے۔ صوفیاءِ اسلام بہت ہی باریک بینی سے ہر دور میں تجدید و اجتہاد سے کام لیتے ہوئے ایمان کی افزائش کیلئے اصلاح و تربیت کا مربوط نظام جاری رکھا ہے۔ یہ مربوط نظام مختلف ادوار اور خطہ ہائے زمین کے تقاضوں کی نزاکتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس احسن انداز سے جاری رہا کہ اس کی برکات کا فیضان ان خطوں کو بھی نصیب ہوا جہاں خود پرستی اور بت پرستی کے گہرے اندھیرے تھے۔ اس نظام کرم بار کا سلسلہ نوران مردہ دلوں تک بھی پہنچا جن میں حیات ایمانی کی رمق تک نظر نہیں آتی تھی۔ یہ تو ایک حیران کن نظام ہے جو تاریخ کی چیرہ دستیوں اور جغرافیے کی سنگین طرز رکاوٹوں کو عصائے محبت سے دور کرتا ہوا ایسے خاموش انداز سے سفر کرتا ہے کہ فیضانِ نظر کی شارع سے سفر کرتا ہوا قلب کی گہری منزلوں میں اتر جاتا ہے، اسی نظام کو نظامِ بیعت و تربیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سلسلہ مبارکہ قادریہ میں مجدد اعظم حضور سیدی عبدالقادر جیلانی الغوث الاعظم m کا فیضان ایمان نشان بہت ہی زوروں پر ہے، عالم اسلام کے مختلف خطوں پر نہایت منظم اور آہستہ روی سے اپنے لئے راستہ بناتے ہوئے اسلام کی آفاقی تعلیمات کے دفاع اور پھر پیشقدمی کے کرتا رہا ہے۔ دین و شریعت کے اعتقادی، عملی اور سماجی مسائل پر غور و توجہ اور پھر ان کا حسب تقاضا حل سوچنا نہ صرف سوچنا بلکہ ان کو اعتقادات کی زمین میں پوری محنت اور دور اندیشی سے منتقل کر دینا ہی صوفیائے اسلام کا کام ہوتا ہے۔

دین کی حقیقت کا سبق اگر تزکیہ نفس و قلب کی روشنی میں پڑھا جائے تو روش عمل کی ابتدا نیت سے ہی ہو جاتی ہے۔ اگر تزکیہ حاصل نہ ہو تو محض خوش فہمی اور باطل دعوٰی کے سوا اور کچھ میسر نہیں آتا، اسی بے برکت صورتحال کو خام خیالی، خام عملی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہر دور میں نفس و

شیطان کی مزاحمت کے سبب صوفی وملا کو اس طرز کی خرابی سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اسی طرح کے صوفی وملا خود نگہداشتی سے تو بے خبر ہوتے ہیں لیکن نجانے کس زعم نفس کے اشارے پر وہ تبلیغ و ہدائت کا علم تھام کر مخلوق خدا کے رہبر ہونے کا اعلان کرتے ہیں، اور یہ ایک گرمی بازار کا سماں ہوتا ہے۔ خام خیالی بالآخر ناقص نتائج کی فصل لے کر آتی ہے اور معاشرے میں فساد خفیہ ظاہر ہوتا ہے، مراکز رشد اپنی تمناؤں کی تکمیل کا مصدر بن کر رہ جاتے ہیں۔

بات افکار سے افراد تک آجاتی ہے۔ افکار کا مقام فراموش، اعمال کے تصور سے کنی کتراتا اور وجود کی صالحیت سے چشم پوشی کرتے کرتے بس فرد اور محض فرد ہی رہ جاتا ہے۔ شیطنت و نفس کی قوتیں اس فرد پر ملمع سازی کرتی ہیں اور یوں منزلِ تقرب دور سے دور ہوتی جاتی ہے۔

یہ قصہ ہر دور میں بدلی ہوئی شکلوں میں جاری رہا ہے، اصلاح کے نام پر مرتب اور مربوط راہ فساد پر ہمیشہ ہی رونق رہی ہے۔ صوفی وملا کا فساد، تبلیغ وہدائت کے راستے میں کوہِ گراں بن کر دعوت وعمل کی ترقی کو پسپا کئے ہوئے ہے، البتہ فطرت کا سفر کسی بھی صاحب خلوص کو اپنے کاروانِ ہدایت میں شامل کر لے تو خیر وفلاح کا راستہ کھلا رہتا ہے۔

بزرگان دین کے مزارات سے فیوض وفیضان کی برکات اپنی جگہ درست ہیں لیکن یہ ایک علیحدہ باب ہے کتاب خیر وعافیت کا، جبکہ ظاہری صحبت وتربیت کو کسی طرح بھی فراموش کرنا کبوتر کی طرح آنکھیں موندنے کی طرح ہے، اور اب خانقاہوں میں ذہنی وفکری تعلیم کے ساتھ عملی تربیت کا طریقہ بہت کم نظر آتا ہے۔ یہ صداقت اہلِ خانقاہ تسلیم کرتے ہیں اور حالات کی تبدیلی و ابتری کو بطور ڈھال استعمال کر کے اس موضوع پر فکر وکلام کا سلسلہ ختم کر دیتے ہیں۔ مرید سادہ تو اعتبار کی نعمت کا فائدہ اٹھا کر مطمئن ہو جاتا ہے لیکن تہذیب جدید سے متاثر نسل جوان فکری وعملی دلیل کی خوگر ہو چکی ہے۔ اس کو اطمینانِ قلبی اور سکونِ ذہنی کیلئے دلیلِ علمی وطریقہ عملی چاہیے۔ دین کا تصور، فکر وعمل یہی تقاضا کرتا ہے کہ انسان اور انسانیت کو فروغ مطلوب مہیا کیا جائے اور ہر زمان ومکان میں انسانیت کی برتری کا لائحہ عمل قابل عمل صورت میں پیش کیا جائے۔

رسولِ آخرالزماں ﷺ نے اپنی حیاتِ ظاہرہ میں اسی روشِ تربیت کا اہتمام فرمایا کہ ہر وقت خیر کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے، لیکن محض لائحۂ عمل نہ ہو بلکہ قابلِ عمل ہو۔ صوفیائے اسلام نے اسی بنیادی تربیتی انداز اور حکم کی کامل اتباع کی اور جس خطے میں بھی پہنچے وہاں انہوں نے انسانی زندگی کو آسان انداز ملاحظہ کیا اور حسبِ ضرورت ان میں دین کا شعور اور عمل اتار دیا۔

بقدرِ ظرف ملتی ہے ہر اک کو دولت مستی
درِ پیرِ مغاں سے کب کوئی ناکام جاتا ہے

خطہ پنجاب میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے اندازِ تبلیغ وارشاد نے سادہ لوح دیہاتیوں کی تربیت کا ایسا جاذبِ قلب نظام متعارف کروایا کہ روشن قلوب کی دنیا آباد ہونے لگی۔ برصغیر میں اسلام کی آمد کے بعد نہایت ضروری تھا کہ محض نام کے مسلمان ہی نہ ہوں بلکہ ان کے اذہان و قلوب کو پوری قوت سے ایمانی روشنی اور اعتقادی ہدایت عطا کی جائے اور یہ کام باعمل حقیقی صوفیاء کرام ہی انجام دے سکتے تھے۔ فقہ وسیرت اور تصوف کے نام پر مسلمانوں کو تربیت کی جانب راغب تو کیا جاتا ہے لیکن پھر نجانے کیا ہوتا ہے۔ یہ دعوتِ دین مختلف گروہوں کو جنم دینے کا نتیجہ عطا کرتی ہے اور یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ ہو یا دیگر سلاسلِ تصوف سب کی تعلیمات کی بنیاد اور خلاصہ یہ ہے کہ انسانوں سے پیار اس لئے کرو کہ وہ تمہارے خالق کی تخلیق کا شاہکار ہیں۔ بات تو پنجاب کے صوفیاء کے بارے میں ہو رہی تھی یہ فکر مترضا آن پڑا بیان کر دیا۔

صوفیاء کی بات تو ہزار داستان کو چاہتی ہے فی الحال تو ہمیں پنجاب کے جنگلی علاقے جھنگ کے ایک خاموش، منکسر المزاج، مستور الحال درویش کی اس سعی مشکور کا ذکر مقصود ہے جس نے بہت ہی سادگی سے، دین وایمان کی حفاظت کیلئے اپنے کام کو جاری رکھا۔ یہ خطہ جھنگ ذہنی پسماندگی اور مذہبی افتراق کا بہت بڑا مرکز رہا ہے۔ وقتاً فوقتاً اصلاح وتجدید کیلئے صوفیائے کرام کا

ایک سلسلہ جاری رہا لیکن افسوس صد افسوس یہ کہ جھنگ کا جاگیردارانہ ماحول اور انگریز کی بخشی ہوئی سیاست کے بے برکت اثرات نے خانقاہ نشین حضرات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

انسان پوری کائنات میں ایک ایسی مخلوق ہے جسے اس کے خالق نے دیگر مخلوقات پر ایسی فضیلت اور برتری بخشی ہے کہ ساری کائنات کا مرکز بنا دیا ہے اور اسے اپنی معرفت کے لیے بھی منتخب فرمایا ہے۔ خالق کی معرفت میں اسے جو اعزازات عطا فرمائے گئے ہیں۔ وہ بھی حیران کن ہیں اور یہ حیرانی بڑھتی چلی جاتی ہے جب اس کی معرفت کی منازل بڑھتی ہیں اور جتنی جتنی منازل بڑھتی جاتی ہیں خالق اکرم کا کرم بھی قریب ترین ہوتا جاتا ہے۔

کرم کی منازل بھی انہیں لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں جنکی سعادت ازلی ہوتی ہے۔ وہ گروہ جو سعادت ازلی کی نعمت سے بہرہ ور ہے وہ گروہ محبوباں میں شمار ہوتا ہے۔ ان کو خلوت کی جو نعمتیں نصیب ہوتی ہیں وہ بھی انسانی رفعتوں کا نقیب ہوتی ہیں اور جلوت میں ان کی جو عزت افزائی فرمائی جاتی ہے وہ بھی انسانی معاشرے کا اعزاز اور بلندی کا مظہر ہوتا ہے۔ یہ گروہ سعادت نشان اپنے خالق کا منتخب نمائندہ ہوتا ہے اور اس کے ذمہ یہ کام لگا دیا جاتا ہے کہ وہ دیگر مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کا تعارف اور پیغام پہنچادیں، یہی گروہ صالحین کہلاتا ہے۔ اسی گروہ کو متقین کا نام دیا جاتا ہے اور اسی گروہ کو صادقین کہا جاتا ہے۔

صالحیت، تقویٰ اور صداقتِ ایمانی کی منازل نصیب ہوتی ہیں تو ایک درجہ اعتبار آجاتا ہے۔ اسی درجۂ اعتبار کو تبلیغ وتربیت کا مرکزی نقطہ قرار دیا گیا اور تلقین کی گئی ہے کہ گروہ صارفین کی معیت اختیار کی جائے۔ **یاایھا الذین آمنوا امنوا باللہ** الآخر (آیت)۔

معیت اور سنگت کی برکت ہی سے **یومنون بالغیب** کی ابتداء ہوتی ہے اور تکمیل ایمان کے درجات کا سفر شروع ہوتا ہے۔ معیت وسنگت کے لیے محبت ایک بنیادی شرط ہے۔ محبت کے تمام طریقے اور مختلف انداز شخصیت کے چراغ سے وجود دیگر کی روشنی کیلئے مخفوظ اسباب مہیا کرتے ہیں۔

ایمان پروری کا یہ انداز دارارقم، صفہ کی مجالس اور مسجد نبوی c کی تربیت گاہوں سے ماخوذ ہے۔صوفیا ءاسلام نے بہت ہی باریک بینی سے ہر دور میں تجدید واجتہاد سے کام لیتے ہوئے ایمان کی افزائش کے لیے اصلاح وتربیت کا مربوط نظام جاری رکھا ہے۔یہ مربوط نظام مختلف ادوار اور خطہ ہائے زمین کے تقاضوں کی نزاکتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس احسن انداز سے جاری رہا ہے کہ اس کی برکات کا فیضان ان خطوں کو بھی نصیب ہوا جہاں خود پرستی اور بت پرستی کے گہرے اندھیرے تھے۔اس نظام کرم بار کا سلسلہ نور ان مردہ دلوں تک بھی پہنچا۔جن میں حیات ایمانی کی رمق تک نظر نہیں آتی تھی۔

یہ تو ایک حیران کن نظام ہے جو تاریخ کی چیرہ دستیوں اور جغرافیے کی سنگین طرز رکاوٹوں کو عصائے محبت سے دور کرتا ہوا ایسے خاموش انداز سے سفر کرتا ہے کہ فیضان نظر کی شارع سے سفر کرتا ہوا قلب کی گہری منزلوں میں اتر جاتا ہے۔اسی نظام کو نظام بیعت وتربیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سلسلہ مبارکہ قادریہ میں مجدد اعظم حضور سیدی عبدالقادر جیلانی الغوث الاعظم h کا فیضان ایمان نشان بہت ہی زوروں پر ہے۔عالم اسلام کے مختلف خطوں پر نہایت منظم اور آہستہ روی سے اپنے لیے راستہ بناتا ہوئے اسلام کی آفاقی تعلیمات کے دفاع اور پھر پیش قدمی کے کرتا رہا ہے۔

دین وشریعت کے اعتقادی عمل اور سماجی مسائل پر غور وتوجہ اور پھر ان کا حسب تقاضہ حل سوچنا نہ صرف سوچنا بلکہ ان کو اعتقادات کی زمین میں پوری محنت اور دوراندیشی سے منتقل کر دینا ہی صوفیائے اسلام کا کام ہوتا ہے۔

دین کی حقیقت کا سبق اگر تزکیہ نفس وقلب کی روشنی میں پڑھا جائے تو روشن عمل کی ابتدا نیت ہی سے ہو جاتی ہے۔اگر تزکیہ حاصل نہ ہو تو محض خوش فہمی اور باطل دعویٰ کے سوا اور کچھ میسر نہیں آتا۔اسی بے برکت صورتحال کو خام خیالی ،خام عملی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ہر دور میں نفس و

شیطان کی مزاحمت کے سبب صوفی وملا کو اس طرز کی خرابی سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اسی طرح کے صوفی وملا خود نگہداشتی سے تو بے خبر ہوتے ہیں لیکن نجانے کس زعم نفس کے اشارے پر وہ تبلیغ و ہدایت کا علم تھام کر مخلوق خدا کے رہبر ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور یہ ایک گرمی بازار کا سماں ہوتا ہے۔خام خیالی بالآخر ناقص نتائج کی فصل لے کر آتی ہے اور معاشروں فسادِ خفیہ ظاہر ہوتا ہے۔ مراکز رشد اپنی تمناؤں کی تکمیل کا مصدر بن کر رہ جاتے ہیں۔

بات افکار سے افراد تک آجاتی ہے۔افکار کا مقام فراموش،اعمال کے تصور سے کنی کتراتا اور وجود کی صالحیت سے چشم پوشی کرتے کرتے بس فرد اور محض فرد ہی رہ جاتا ہے۔شیطنت و نفس کی قوتیں اس فرد پر ملمع سازی کرتی ہیں اور یوں منزلِ تقرب دور سے دور ہوتی جاتی ہے۔

یہ قصہ ہر دور میں بدلی ہوئی شکلوں میں جاری رہا ہے۔اصلاح کے نام پر مرتب اور مربوط راہ فساد پر ہمیشہ ہی رونق رہی ہے۔صوفی وملا کا فسادِ تبلیغ وہدایت کے راستے میں کوہِ گراں بن کر دعوت وعمل کی ترقی کو پسپا کئے ہوتے ہیں۔البتہ فطرت کا سفر کسی بھی صاحب خلوص کو اپنے کاروانِ ہدایت میں شامل کرلے تو خیر وفلاح کا راستہ کھلا رہتا ہے۔

بزرگانِ دین کے مزارات سے فیوض وفیضان کی برکات اپنی جگہ درست ہیں لیکن یہ ایک علیحدہ باب ہے کتاب خیر وعافیت کا۔جبکہ ظاہری صحبت وتربیت کو کسی طرح بھی فراموش کرنا کبوتر کی طرح آنکھیں موندنے کی طرح ہے۔اور اب خانقاہوں میں ذہنی وفکری تعلیم کے ساتھ عملی تربیت کا طریقہ بہت کم نظر آتا ہے۔یہ صداقت اہل خانقاہ تسلیم کرتے ہیں۔اور حالات کی تبدیلی وابتری کو بطور ڈھال استعمال کر کے اس موضوع پر فکر وکلام کا سلسلہ ختم کر دیتے ہیں۔مرید سادہ تو اعتبار کی نعمت کا فائدہ اٹھا کر مطمئن ہو جاتا ہے لیکن تہذیب جدید سے متاثر نسل جوان فکری وعملی دلیل کی خوگر ہو چکی ہے۔اس کو اطمینانِ قلبی اور سکون ذہنی کیلئے دلیل علمی وطریقہ عملی چاہیے۔

دین کا تصور فکر وعمل یہی تقاضا کرتا ہے کہ انسان اور انسانیت کو فروغ مطلوب مہیا کیا جائے اور ہر زمان ومکان میں انسانیت کی برتری کا لائحہ عمل قابلِ عمل صورت میں پیش کیا جائے۔

رسول آخرالزماں ﷺ نے اپنی حیاتِ ظاہریہ میں ایسی روشن تربیت کا اہتمام فرمایا کہ ہر وقت خیر کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے لیکن محض لائحہ عمل نہ ہو بلکہ قابلِ عمل ہو۔ صوفیاء اسلام نے اسی بنیادی ترجیحی انداز اور حکم کی کامل اتباع کی اور جس خطے میں بھی پہنچے وہاں انہوں نے انسانی زندگی کو آسان انداز میں ملاحظہ کیا اور حسبِ ضرورت ان میں دین کا شعور اور عمل اتار دیا۔

بقدرِ ظرف ملتی ہے ہر اک کو دولتِ مستی
درِ پیرِ مغاں سے کب کوئی ناکام جاتا ہے

خطہ پنجاب میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے اندازِ تبلیغ وارشاد نے سادہ لوح دیہاتیوں کی تربیت کا ایسا جاذبِ قلب نظام متعارف کروایا کہ روشن قلوب کی دنیا آباد ہونے لگی۔ برصغیر میں اسلام کی آمد کے بعد نہایت ضروری تھا کہ محض نام کے مسلمان ہی نہ ہوں بلکہ ان کے اذہان وقلب کو پوری قوت سے ایمانی، روشنی اور اعتقادی ہدایت عطا کی جائے اور یہ کام باعمل حقیقی صوفیاء کرام ہی انجام دے سکتے تھے۔ فقیر وسیرت اور تصوف کے نام پر مسلمانوں کو تربیت کی جانب راغب تو کیا جاتا ہے لیکن پھر نجانے کیا ہوتا ہے یہ دعوتِ دین مختلف گروہوں کو جنم دینے کا نتیجہ عطا کرتی ہے اور یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ ہو یا دیگر سلاسلِ تصوف، سب کی تعلیمات کی بنیاد اور خلاصہ یہ ہے کہ انسانوں سے پیار اس لئے کرو کہ وہ تمہارے خالق کی تخلیق کا شاہکار ہیں۔

بات تو پنجاب کے صوفیاء کے بارے میں ہو رہی ہے یہ فکر معترضہ آن پڑا بیان کر دیا۔ صوفیاء کی بات تو ہزار داستان کو چاہتی ہے۔ فی الحال تو ہمیں پنجاب کے جنگلی علاقے جھنگ کے ایک خاموش، منکسر المزاج، مستور الحال درویش کی اس سعی مشکور کا ذکر مقصود ہے۔ جس نے بہت ہی سادگی سے، دین وایمان کی حفاظت کے لیے اپنے کام کو جاری رکھا۔ یہ خطہ جھنگ ذہنی پسماندگی اور مذہبی افتراق کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے۔ وقتاً فوقتاً اصلاح وتجدید کیلئے صوفیاء کرام کا ایک سلسلہ جاری رہا لیکن افسوس صد افسوس یہ کہ جھنگ کا جاگیردارانہ ماحول اور انگریز کی بخشی ہوئی

سیاست کے بے برکت اثرات نے خانقاہ نشین حضرات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

معاشرتی جبر ہو اور خاص طور پر ان پڑھ لوگوں میں شائستگی کے ساتھ نفاستِ طبع کا حامل شخص ایک بہت بڑا معرکہ سر کر رہا ہوتا ہے۔

حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کوئی بہت بڑے زمیندار بھی نہیں تھے۔ ان کا کوئی سیاسی دھڑا بھی نہ تھا اور اس کے علاوہ مروجہ دینی مکاتبِ فکر میں ان کو کوئی روایتی اہمیت بھی حاصل نہ تھی۔ الیکشن کی سیاست سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا۔ تبلیغ کے لیے جماعت اور دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق ان کو کوئی آسائش بھی میسر نہ تھی۔ حیران کن بات تو یہ تھی کہ روایتی سجادگان اور مشائخ کے سیاسی افکار اور روحانی جمود نے جھنگ کی معاشرتی اور سیاسی فضا کو نہایت درجہ مکدر کر دیا تھا۔ دوسری جانب ایک تعجب خیز صورتحال یہ تھی کہ جھنگ میں اکثر سادات کرام، مشائخ گھرانے رافضیت اختیار کر چکے تھے۔ جھنگ کے بڑے زمیندار اور روایتی سادات مشائخ خانوادے دونوں ہی رافضیت کو عملی طور پر سرپرستی کر رہے تھے۔ جبکہ قیامِ پاکستان کے بعد روحانیت کے مخالف اہلِ ظاہر مکاتبِ فکر نے مدرسوں کا ایسا جال بچھایا کہ عام مسلمانوں کیلئے فکری اور عملی اسلام کو سمجھنے میں نہایت مشکل ہو گیا تھا۔

قارئین ایسے عالم میں ایک فقیر بے نوا جو ظاہری حالات میں تن تنہا اپنے مال و حال سے اپنے مقاصد جلیلہ کی تکمیل کے لیے کوشاں ہوتا ہے اور بہت ہی دھیمے انداز سے حالات کی پرواہ کیے بغیر خیر کی اشاعت کو جاری رکھتا ہے۔ اندازہ کیجئے کہ وہ کتنے بڑے جہاد میں مصروف ہوگا

حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کے سوانح کے مطالعے سے جو اندازہ ہوتا ہے اس کے مطابق وہ بالکل ہی غریب اور مفلوک الحال انسانوں میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے اور نہایت حکمت سے ان کے افکار و عقائد کے ساتھ ساتھ ان کے اعمال میں سچائی، محبت اور قوت ایمانی منتقل کر دیتے ہیں۔

حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کی زندگی بہت سادہ تھی۔ ابتدائے بچپن ہی

میں ان پر اثراتِ برکات ظاہر تھے اور پھر دنیاوی تعلیم کے دوران ہی ان پر حقیقتِ ایمان کا غلبہ نظر آتا تھا۔ وہ اپنے اوقات کو بے جا مصروفیت کی نذر نہیں ہونے دیتے تھے اور روایتی رسم و رواج سے بالکل علیحدہ رہ کر ذوقِ باطنی میں مصروف رہتے تھے۔ مادری زبان پنجابی تھی لیکن درویش لاہوری، رازدارِ درون میخانہ حضرت علامہ اقبال m کا کلام ازبر تھا۔ مشائخ اکابر اسلام کے منظومات میں نوکِ زبان پر رہتے تھے اور اپنے ہم درس طلب میں بھی ذوق کا فیضان تقسیم کرتے تھے۔ اساتذہ بھی ان عمدہ صالح صلاحیتوں کے مداح تھے۔

حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m اگرچہ ایک شیخ کامل کے صاحبزادے تھے اور ظاہر ہے کہ قطبی قادری سلسلے میں تو مرشد اور اس کے متعلقات کی تعظیم کا جو سلسلہ ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اکثر پیروں کے صاحبزادے اسی محبت و تعظیم کے ہجز ے میں آ کر خانقاہ کی عملی تربیت میں ایک بڑی رکاوٹ بنے اور ناقدین کیلئے سرمایہ اعتراض مہیا کرتے ہیں۔

آج کے یا کل کے کسی بھی دور کے فرزندانِ شیوخ کیلئے ایک بڑا سبق ہے کہ اپنی کائناتِ حیات میں جد وجہد ہی کو سیرِ ایمان سمجھیں اور

ع: اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

کے مصداق اپنی نسبت کی رفعتِ عظمت کے لیے علم و شعور اور عمل صالح نہایت ضروری ہے۔ خانقاہ کی تبلیغ و تربیت میں مزاحمت کا میدان اسی وقت میسر آتا ہے جب شیخ خانقاہ کے بیٹے دست بوسی اور خود فراموشی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن حضور پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m نے اپنی نسبت پدری اور نسبت روحانی کی رفعتِ عظمت کو شعوری طور پر سمجھا اور اسے عمل کی قوت سے مہمیز لگا کر میدان ذوق و شوق میں اتار کر روحانیت کی بلند منازل کی طرف گامزن کر دیا۔ یہ ان کی زندگی کا وہ مرحلہ ہے جب وہ صاحب ارشاد اور سجادہ نشین نہ تھے۔ موجودہ خانقاہ نشین حضرات دنیاوی طور پر آسودہ حال ہیں۔ ذرائع اور وسائل کی فراوانی ہے۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے

بچوں کو عدم مساعدت اور مزاحمت کے حالات سے گزاریں تا کہ نسبت جدی اور نسبت روحانیت دورِ جدید میں اسی قوت سے منصۂ شہود پر ابھرے کہ وجودِ حق کی نور فیضانی کریں نہ صرف اپنے خانقاہی خطے کو بلکہ قرب و جوار کے ماحول کو صدائے اللہ ہو سے سماعت آشنا کر دے۔

کسی بھی فقیر کی کرامت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے متوسلین کو ایسے شخصی وجود میں ڈھال دے کہ وہ راہِ حق میں ثبات و استقلال کا مرقع بن جائیں اور ہمہ دم متحرک رہیں تا کہ بلند انسانی مقاصد کی تکمیل ہو۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں خانقاہ سست روی اور معاشی جلب منعفت کا ادارہ بن گئی ہے۔ حقیقت فراموشی کی تبلیغ کے لیے کچھ سادہ لوح خود پرست عالم نما لوگ بھی میسر آ جاتے ہیں۔ جو نہایت ہی خطرناک بات ہے۔ کرامت اور استقامت روحانیت کی کتاب تربیت کا اہم ترین باب ہے۔

کرامت ایک زندہ حقیقت ہے اور استقامت ایک دوامی حقیقت ہے۔ ہر شخص کیلئے اپنے مراحل حیات ہیں اور مراحل تربیت ہیں اور اظہارِ صفات کے مراحل بھی مختلف ہوتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ بسا اوقات بے دین شعبدہ بازوں کو ساکت کرنے کے لیے روحانی قوتوں کی عمل پذیرائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ باتیں راستے کی ہیں اور ضمنی ہیں۔ اصل بات تو وہ ابتدائی چنگاری ہے جو ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ انجائے کمال کا شعلہ محبت ہے جو ہمہ لحہ بادِ مخالف سے برسرِ پیکار رہتا ہے۔ یہی کرامت و استقامت کا اعلیٰ ترین امتزاج ہے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہر گز نمیرد

حضور پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کے حالاتِ زیست تو مختلف پہلوؤں سے کتاب "لمحاتِ کرم" میں میسر آ جاتے ہیں اور قارئین کو ایک نئی سکون آور دنیا سے آشنا کرتے ہیں اور ایک ذوقِ تازہ کی نمو ہوتی ہے۔

اب ہم قارئین اور متوسلین کیا کریں؟ کتاب پڑھنے کے بعد تو بہت سی روحانی حجتیں قائم ہو جاتی ہیں کہ سالک اگر کسی حقیقت خبری کے مزاج میں آئے تو اس کے فرائض روحانی (روحانیہ) اور واجبات باطنی (باطنیہ) کی کتنی طویل فہرست تیار ہو جاتی ہے۔

کتاب زیست اور کتاب سوانح میں اگرچہ ایک فاصلہ ہوتا ہے لیکن اگر اخلاف نے کتاب زیست کو اپنے باطن کے خانہ جلوت میں محفوظ کر لیا ہو تو کتاب سوانح پر عمل کرنا اور کروانا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت پیر محمد کرم حسین m اپنے احوال و اعمال میں کرم محمد ﷺ اور عطائے حسین h کے فیضان عشق کا ایک نمونہ تازہ ہیں۔ روایتی پیر نہیں ہیں۔ فقیر قادری ہیں اور سرزمین جھنگ جو جابرین و معاندین کا مرکز ہے، اس مرکز میں

ع ہے قادری فقیروں کا جھنڈا اگڑ ھا ہوا

اور حضرت پیر محمد کرم حسین m غوثیت کبریٰ h کا علم جادہ حق اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضور m کی اولاد سلسلہ قادریہ عالیہ کی خدمت گزار ہے اور بیدار مغز ہے۔ بس اب ضرورت تو اس امر کی ہے کہ خانقاہیت کا قادری مزاج غالب کرنے کے لیے عملی اور باطنی جدوجہد کا سلسلہ دراز کیا جائے تا کہ حضرت پیر محمد کرم حسین m کی روح کو اپنے اخلاف کی جانب سے سرورِ کامل حاصل ہو۔ اور اخلاص و محبت کا وہی سادہ و دلربا ماحول میسر آجائے جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے انفاس باطنیہ اور نظر خیر افزا سے پیدا کیا تھا۔

مناقب قبلۂ عالم منگانوی m

ڈاکٹر حافظ عبدالواحد الازہری ☆

تاریخ گواہ ہے کہ قدرت اہم کاموں کی انجام دہی کے لئے جن عظیم ہستیوں کا چناؤ کرتی ہے مدتوں بزمِ ہستی ان کے لئے دعا گو رہتی ہے کیونکہ وہ اپنے اعمال و افعال اور افکار و کردار کے ذریعے حالات کے ظلمت کدوں کو منور کرتی ہیں اور ان کے ایمان و حکمت کی جلوہ گری اور علوم و معرفت کی دلآویزی رفتہ رفتہ آس پاس کے ماحول کے لئے اثاثۂ حیات بن جانا ایک امرِ مسلّم ہے ،ان کی روحانی پاکیزگی کے معیار کو دیکھ کر ان کی عظمت و رفعت کے معیار کا تعین کیا جاتا ہے۔ان کے سرمدی پیغام کے ذریعے طالبانِ عرفانِ حق المقدور استفادہ کرتے نظر آتے ہیں ،ان کے فیضانِ نظر سے لاتعداد اور ان گنت افراد بلاتمیز رنگ و نسل نورِ رشد و ہدایت حاصل کر کے سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔وقت کے آئینہ میں جھانک کر دیکھیں تو شیخ طریقت پیر محمد کرم حسین الحنفی المسلک ،القادری المشرب المشہور حضور قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے۔

حضور قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ضلع میانوالی کے ایک گاؤں "نواں" میں یکم شوال 1359 ہجری بروز ہفتہ ایک نامور ولی اللہ حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی جو کہ اپنے پیر و مرشد حضرت سید سردار علی شاہ وبڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر میانوالی سے بغرض تبلیغ ہجرت کر کے جھنگ کے چک نیو آنہ میں تشریف لائے۔یہ علاقہ راہزنی اور جرائم کا مرکز تھا۔حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کم عرصہ میں اس علاقہ کی قسمت بدل ڈالی اور یہ علاقہ دین کا مرکز بن گیا۔زندگی نے وفا نہ کی اور عالم جوانی میں 18 ربیع

☆سابق اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی ،اسلام آباد

الثانی 1373 ہجری کو بلو آنہ شریف میں وصال فرما گئے ۔آپ کا مزارِ پُرانوار آج بھی مرجع الخلائق بنا ہوا ہے۔

ایسے حالات میں حضرت قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے باقاعدہ مدارس میں جا کر تعلیم حاصل کرنا مشکل ہوگیا ۔اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور سے ایک نامور عالمِ دین مولانا حافظ محمد ریاض کو دربار شریف پر بلوایا اوران سے مولوی فاضل کا کورس مکمل فرمایا۔

آپ کے مرشدِ کریم حضرت اعلیٰ وہڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے نگاہِ ولایت سے یہ جان لیا کہ میرا یہ مرید مقامِ فقر کی بلند پایہ منازل میں قدم رکھنے کا خواہاں ہے اوراپنے وقت کا بہت بڑا شہباز ہوگا ۔اس لئے حضرت اعلیٰ وہڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس باصفا مرید کو ۱۷ برس کی عمر میں ہی خرقہ خلافت عطا فرما کر اپنے خلفاء میں شامل فرمالیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت سب سے کم عمر خلیفہ بنے اوراپنے والدِ محترم کی مسندِ ارشاد پر متمکن ہوتے ہی مخلوقِ خدا کی رہبری اور رشد وہدایت کا کام وہیں سے شروع کیا ۔تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں لوگ آپ کے گرویدہ ہوگئے ۔تقریباً ۲۲ برس حضرت قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ بلو آنہ ہی تشریف رکھتے ہوئے مخلوقِ خدا کی رہنمائی فرماتے رہے اور بھٹکی انسانیت صفائے قلب کے لئے دست بوسی کا شرف حاصل کرتی رہی۔

جولائی 1976ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدِ محترم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے بلو آنہ سے ہجرت فرمائی اور منگانی شریف کو اپنی تبلیغ وارشاد کا مرکز بنالیا ۔حضرت قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایۂ عالمِ دین، راسخ العقیدہ عاشقِ رسول ﷺ، پیکرِ عجز وانکسار شیخ طریقت اور اپنے اسلاف کے روحانی وارث تھے ۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ خیرُ الخلف لِخیرِ السلف کا منہ بولتا ثبوت ہے اوراپنے اندر کئی رموز سمیٹے ہوئے ہے۔

حضرت قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت، طریقت اور معرفت کی حدود کی حفاظت فرماتے ہوئے اپنے درویشوں کی تربیت کا اہتمام بھی فرمایا اور تصوف وسلوک کی منزلیں اس انداز

سے طے کروائیں کہ اگر ایک طرف جاہل متصوفہ کا رد ہوتا ہے تو دوسری طرف شریعت وطریقت کے اصول نکھر کر سامنے آتے ہیں اور اس بات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مبارک شاہد ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ظاہر کو شریعت محمدی علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام کے سانچے میں ڈھال لو، تمہارے قلب میں نورانیت پیدا ہوگی اور تمہارا باطن حقیقت ومعرفت کے مطابق ہو جائے گا" مزید فرماتے ہیں "اے انسان تو اس جہاں میں صرف عبادات کے لئے نہیں آیا، تیرا مقصدِ حیات تو معرفت حق ہے، جس وقت تو اپنے آپ کو پہچان لے گا تو تجھے معرفتِ حق حاصل ہو جائے گی۔ سب کچھ تیرے اندر ہے تجھ سے باہر کچھ نہیں"

جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے درویشوں کو شریعت وطریقت کا پابند کیا اور عبادات و معاملات کی ادائیگی کی ترغیب فرمائی وہاں اوراد ووظائف میں مشغول رکھنے کی کوشش فرمائی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس راستے میں درویشوں کے لئے سب سے بڑی جو مشکل پیش آتی ہے اس میں بھی سلامتی کے ساتھ گزارنے کا خیال رکھا اور وہ مشکل یہ ہے کہ عبادات کی ادائیگی سے انسان کے اندر غرور وتکبر اور خود پسندی جیسی بیماریوں کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ بیماریاں سمجھ میں کم آتی ہیں اور جو سمجھ میں آجائیں ان کی درستگی کا طریقہ معلوم نہیں ہوتا اور اگر طریقہ آجائے تو نفس کی کشاکشی سے ان پر عمل مشکل ہو جاتا ہے۔ انہی بیماریوں اور خرابیوں سے بچنے کے لئے انسان کو شیخ کامل کی ضرورت پڑتی ہے اور ان عظیم ہستیوں کا کام بھی یہی ہے کہ اپنے ماننے والوں کے باطن کا خیال رکھیں، اور یہی وہ کام ہے جو عام انسان نہیں کر سکتا۔ اگر انسان کا باطن سنور جائے تو منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے آسانی ہو جاتی ہے۔ ہمارے کریم آقا ومولا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اگر وہ سنور جائے تو سارا جسم سنور جاتا ہے۔ اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ انسان کا دل ہے" یہی وہ دل ہے جس تک صرف شیخ کامل کی ہی رسائی ہو سکتی ہے اور ایک شیخ کامل ہی اپنے ماننے والوں کی انانیت کو ختم کر کے عجز و انکساری اور اخفائے مقامات واحوال کا خوگر بنا سکتا ہے۔ اسی لئے حضرت قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ

میں اپنے غلاموں اور درویشوں کو یہ فرماتے نظر آتے ہیں "انا اور کوئی گناہ نہیں جتنا انسان کی انا میں ہے" ایک دوسرے مقام پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے کہا میں کچھ ہوں وہ کچھ بھی نہیں اور جس نے کہا میں کچھ نہیں وہ سب کچھ ہے" اسی بات کو حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ صدیوں پہلے فرما گئے ہیں" مَنْ قَالَ اَنَا فَلَیْسَ هُوَ ""جس نے کہا میں ہوں وہ نہیں ہے"

اسی طرح حضرت قبلۂ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے درویشوں کو "ریاء و کبر" سے بچانے کے لئے ارشاد فرمایا "اے درویش تم سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو تو ایک بار توبہ کر اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی رحیم و کریم ہے کہ تمہیں معاف فرما دے گی لیکن اگر کوئی نیکی کرو تو دس مرتبہ توبہ کرو تا کہ تمہارے دل میں کہیں تکبر پیدا نہ ہو جائے" اور یہی سینکڑوں سال پہلے آٹھویں صدی ہجری میں شیخ ابوالحسن شاذلی اور شیخ ابوالعباس المرسی رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد رشید اور شیخ الامام البوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الحکم" میں فرما گئے ہیں "جس گناہ کرنے کے بعد انسان میں ندامت و انکساری پیدا ہو وہ اس نیکی سے بہتر ہے جس کے بعد فخر و غرور پیدا ہو"

حضور قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ و نصیحت میں ادب ایک خاص موضوع ہوا کرتا تھا۔ جس طرح آپ کے چھوٹے فرزند ارجمند قبلہ صاحبزادہ ابوالحسن محمد طاہر حسین حنفی القادری مدظلہ العالی نے لمحاتِ کرم میں اس بات کو نقل فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ و نصیحت میں ادب ایک خاص موضوع ہوتا۔ فرماتے "ہمارے مذہب میں نو حصے ادب ہے اور ایک حصہ عمل ہے" بے ادب کی ساری زندگی کے اعمال رائیگاں چلے جاتے ہیں أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ "جس نے ذرا سی بھی بے ادبی کی اس کے اعمال سب کے سب ضائع کر دیئے جائیں گے اور اسے خبر تک نہ ہو گی، گویا بے ادبوں کے لئے توبہ کا دروازہ بھی بند ہے۔ اکثر حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھتے:

تو ڑے دھکڑے دھوڑے کھانڈری ہاں
تینڈے نام توں صفت وکانڈری ہاں

تیڈی باندیاں دی میں باندڑی ہاں
ہے در دے کتیاں نال ادب

اسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کو ارشاد فرمایا" ہمارے مذہب (جماعت اہل سنت) میں "الف" سے لیکر "ے" تک ادب ہی ادب ہے، جتنے مذاہب اس سے علیحدہ ہوئے ہیں بے ادبی کی وجہ سے ہی ہوئے ہیں"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرما گئے ہیں رب کریم اور رسول کریم ﷺ کے نام کا اتنا ادب کرو کہ کسی آدمی کے نام کے ساتھ ان کا کوئی صفاتی نام بھی آئے تو اسے بگاڑ کر نہ بلاؤ۔ صوفیاء کرام نے ادب کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے اپنے غلاموں کو نورِ ادب سے مزین فرمانے کی کوشش کی ہے اور اس بات پر اقوالِ صوفیاء شاہد ہیں۔ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں "جس نے اپنے نفس کو آداب کے ساتھ مغلوب کر لیا وہ شخص اللہ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کریگا"۔ شیخ ابونصر طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ادب فقراء کا سہارا ہے اور مالداروں کے لئے زینت" ابنِ مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بہت سے علم کے مقابلہ میں ہمیں تھوڑے سے ادب کی زیادہ ضرورت ہے"

بہر حال سائیں محمد کرم حسین منگانوی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا کوئی دوسرا صوفی، ان کے نزدیک افضل ترین ادب تو یہ اور نفس کو نفسانی خواہشات سے روکنا ہے۔ شیخ ابونصر طوسی رحمۃ اللہ علیہ صوفیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نمائندگی فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "صوفیاء کے ہاں سفر و حضر میں کچھ آداب ہیں، کچھ اوقات و اخلاق کے آداب ہیں، سکون و حرکت کے آداب ہیں، اور یہ لوگ (صوفیاء) دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں ان آداب کے ساتھ خصوصیت رکھنے میں معروف ہیں، اور انہی آداب کی بدولت یہ لوگ اپنے ساتھیوں اور ہم جنسوں کے ہاں معروف و مشہور ہیں اور انہی آداب کی وجہ سے انہیں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ان اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک صوفی یا شیخ اپنے مرید یا محب کی اصلاحِ نفس کے لئے کس قدر حریص و کوشاں نظر آتا ہے اور اس کی زندگی

کے کسی گوشے کو فراموش نہیں کرتا، وعظ و نصیحت اور ارشادات و مقالات کے ذریعے اور اپنے علم و عمل میں یکسانیت پیدا کر کے اس کو آفات نفس سے آگاہ کرتا ہے۔

سابقہ سطور میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ افضل ترین ادب تائب ہو کر نفس کو نفسانی خواہشات سے روکنا ہے۔ قبلۂ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں اپنے غلاموں کو منزلِ مقصود تک رسائی کے حصول کے لئے تصورِ شیخ اور نفس کی مخالفت کا درس دیتے ہوئے سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ایک حکایت بطور سند پیش فرماتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ کچھ چیلے ہوا میں اڑتے ہوئے دریا میں پانی لینے جا رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے ان چیلوں کو بلایا اور بات چیت کی۔ انہوں نے عرض کیا ہمارا ایک گرو ہے جو روزانہ دریا کے پانی سے نہا کر عبادت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا جس گرو کے چیلے ہوا میں اڑتے ہوں اس سے تو ملاقات کرنی چاہیے لہٰذا آپ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ بہت خوش ہوا چونکہ وہ روزانہ بہت سے آدمیوں کو اپنے سامنے بٹھا کر ان کے دلوں کی کیفیات بیان کرتا تھا لہٰذا آپ سے بھی عرض کیا کہ جناب کا دل نہایت پاکیزہ اور شفاف ہے لیکن ایک چھوٹا سا داغ ضرور ہے۔ آپ نے فرمایا تجھے یہ مقام کیسے حاصل ہوا تو عرض گزار ہوا گرو کے تصور اور نفس کی مخالفت سے یہ فیض ملا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے دل سے کلمہ طیبہ پڑھنے کے بارے میں دریافت کرو کیا کہتا ہے۔ عرض کیا ناپسند کرتا ہے فرمایا پھر تم اس کی مخالفت کیوں نہیں کرتے؟ وہ لا جواب ہو گیا اور آپ کی توجہ سے کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اب میرے دل کی کیفیت دیکھو تو عرض کی حضور اب وہ داغ نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا میرا دل آئینہ کی مانند ہے جس پر حق سبحانہ وتعالیٰ کا پرتو (جلوہ) ہے۔ تو نے اس شیشہ میں صرف خود کو یعنی اپنے دل کی حالت کو دیکھا تھا اور وہ نقطہ تمہارے کلمہ نہ پڑھنے کی وجہ سے تھا کیونکہ باقی تمہارا دل صاف تھا لہٰذا اب کلمہ پڑھنے کی وجہ سے وہ بھی جاتا رہا۔ تب وہ گرو اپنے چیلوں سمیت حضور کا مرید ہو گیا اور غوث کا مرتبہ پایا۔

یہ حکایت بیان فرمانے کے بعد سائیں محمد کرم حسین منگانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا نتیجہ اخذ

کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ تصورِ شیخ اور نفس کی مخالفت بہت ضروری ہے کیونکہ اس سے منزلِ مقصود تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ مبارک اس بات کی دلیل ہے کہ نفس پر غالب آکر ہی ایک انسان ان آفتوں اور آلائشوں سے بچ سکتا ہے جو نفسانی خواہشات کی تکمیل سے ظاہر ہوتی ہیں کیونکہ اطاعتِ نفس تمام صفاتِ مذمومہ کا سبب اور مخالفتِ نفس تمام صفاتِ محمودہ کا موجب حق ہے۔ جس طرح شیخ ابن عطاء اللہ سکندری اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **أصل كل معصية وغفلة وشهوة النفس وأصل كل طاعة ويقظة وعفة عدم الرضى منك عنها** اور شہوت کی اصل اطاعتِ نفس ہے اور ہر اطاعت، بیداری اور عفت کی اصل مخالفتِ نفس ہے۔

انہی آفاتِ نفس سے بچنے کے لئے حضور قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تصورِ شیخ کا درس دیا ہے یہی درس آپ سے قبل عاشقِ صادق حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ دے گئے ہیں پیرِ رومی ارشاد فرماتے ہیں:

ہیچ نہ کشد نفس را جز ظلِ پیر
دامنِ آں نفس کش را سخت گیر

یعنی شیخ کے بغیر تُو اپنے نفس کو نہیں مار سکے گا، اور اس کے بغیر کبھی مقصود نہیں پا سکے گا۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست پُر از آفت و خوف و خطر

یعنی کامل پیر کی نسبت حاصل کر کیونکہ اس کے وسیلے کے بغیر کبھی یہ سفر طے نہیں کر سکے گا۔

جب ایک انسان اپنے شیخ سے تعلق قائم کر کے نیک راہوں کا عادی بن جاتا ہے اور روشِ گناہ ترک کر کے تصورِ شیخ اور تعلقِ شیخ کو پختہ کر لیتا ہے تو اس کا نفس راہِ تسلی اختیار کر کے اس کا ہم قدم بن جاتا ہے، پھر ایک لمحہ کے لئے بھی اس تسلیم و غلامی کی راہ کو نہیں چھوڑتا، اسی تسلیم کی

برکت سے اس کو سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے۔ شخصیت دلکش نظر آتی ہے اور کائنات کا ہر منظر اس کے لئے جلیل بھی ہے اور جمیل بھی۔ اس حقیقت کو پیر رومی رحمۃ اللہ علیہ واضح فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

نفس چوں با شیخ بیند گام تو

از بن دنداں شود او رام تو

یعنی جب حقیقت نفس دیکھتا ہے کہ تو اپنے شیخ کے نقشِ قدم پر چل پڑا ہے تو وہ بغیر کسی حیل و حجت کے تیرے تابع ہو جاتا ہے۔

اسی لئے حضور قبلۂ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیاء کی طرح اپنے غلاموں کی تربیت کرتے ہوئے اس بات کی طرف توجہ فرمائی کہ دامنِ شیخ کو مضبوطی سے تھام کر ہی ایک سالک اپنے نفس کی گمراہ کن چالوں سے بچ سکتا ہے اور اسے اس کی آفتوں سے نجات مل سکتی ہے۔

حقیقت میں قبلۂ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ اطاعت و فرمانبرداری اور ضبطِ نفس کے مراحل طے کرنے کے لئے اور قربِ الٰہی کی منزل تک پہنچنے کے لئے شیخ کا وسیلہ ازحد ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی لیے اپنے غلاموں اور مریدوں کی تربیت کرتے ہوئے اس بات کو ذہن نشین کرنے کی سعی فرماتے ہیں کہ یہی وہ طریقِ وحید ہے جس کے ذریعے ایک مرید سالک محنت کر کے اپنے شیخ کے دل میں مقام بنا کر علو و کمال کی منزل حاصل کر سکتا ہے۔ لذتِ عبادات سے لطف اندوز ہو سکتا ہے، شعبِ خودی کو مٹا کر اس کی بقا کا سامان پیدا کر سکتا ہے بلکہ وسیلۂ شیخ کے ذریعے ہی انسان رازِ خودی سے پردہ اٹھا سکتا ہے اور دنیائے دل میں ہنگاموں کا ایک جہان آباد کر سکتا ہے کیونکہ شیخ کامل ہی طبیبِ الٰہی کا درجہ رکھتا ہے بقول پیر رومی رحمۃ اللہ علیہ

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب

ہر چہ فرماید بود عین صواب

یعنی وہ اللہ کی طرف سے پیغام اور خطاب حاصل کر سکتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے بالکل درست کہتا ہے

پس طبیبانِ الٰہی در جہان
چوں ندانند از تو بے گفت و بیاں

یعنی تو پھر دنیا میں یہ خدائی طبیب تیری گفتگو کے بغیر ہی تیری بیماری کیوں نہ پہچانیں۔

شیخ فعال است و بے آلت چو حق
با مریداں دادہ بے گفتے سبق

یعنی شیخ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر کسی دنیاوی آلہ کے تصرف کرتا ہے اور اپنے معتقدین کو بغیر گفتگو کے سبق دیتا ہے۔

اسی پیغامِ رومی m کو سننے کے بعد قلندرِ لاہوری نے ارشاد فرمایا تھا:

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بہ جیب ، ایک کلیم سر بہ کف

کیونکہ اس کے بغیر خودی کے نااستوار رہنے کا اندیشہ ہے اور زندگی کے نامحکم ہونے کا ڈر ہے، یہی وہ ڈر ہے اور یہی وہ اندیشہ ہے جس سے بچنے کے لئے حضرت سائیں محمد کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو ایک طویل خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے نظر آتے ہیں۔ اس خطبہ سے چند اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

ایک روز دورانِ مجلس "فیضِ سبحانی" ارشاد ہوا۔ "اے مرید! تو ان پاک باتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھ اور ان پر عمل کرتا رہتا کہ تو واصل باللہ ہو جائے۔ اس جہان کے اندر کوئی ایسا راستہ، سڑک یا دروازہ نہیں جس کو تو پکڑے تو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکے سوائے اس کے کہ تو کامل مرشد کے در کا سگ ہو۔ اس کا عاشق ہو۔ اس کو اپنا آقا، مالک اور نفع نقصان کا ذمہ دار بنا لے"۔

"اے مرید! اگر تو ہزارہا عمل کرے، نمازیں پڑھے، حج کرے لیکن تیرے سینے میں اپنے مرشدِ کامل کا تصور نہ ہو تو یہ عبادات بے کار ہیں، کیونکہ مرشدِ کامل کے تصور میں محبتِ الٰہی کا

رنگ ہے اور محبتِ الٰہی میں سرشار ہو کر کیا گیا ایک سجدہ سو سال کی عبادت سے افضل ہے"

اسی طویل خطبہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علم و عمل میں یکسانیت پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا علم (بلا عمل) چالیس من ہو تو اس سے عمل کا ایک سیر افضل ہے۔ اس قول پر دلیل پیش کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگ رحمۃ اللہ علیہ جس غیر مسلم کی طرف توجہ فرماتے وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا، ایک سکھ پر ان کی نگاہ نے اثر کیا اور وہ مسلمان ہو گیا، اس کے خاندان والوں کو بے حد صدمہ ہوا۔ انہوں نے اسے بہت سمجھایا لیکن جب اس پر ان کی تلقین کا کچھ اثر نہ ہوا تو انہوں نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مقدمہ دائر کر دیا کہ یہ بزرگ ہمارے آدمیوں کو جبراً کلمہ پڑھاتے ہیں۔ خواجہ سواگ رحمۃ اللہ علیہ عدالت میں طلب کیے گئے، جج نے اعتراض اٹھایا کہ آپ لوگوں کو زبردستی کلمہ کیوں پڑھاتے ہیں؟ آپ خاموش رہے جب اصرار کیا گیا تو آپ نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے ایک غیر مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "چلو اِیں کوں تاں میں کلمہ پڑھایا، دس تیں کوں کیں کلمہ پڑھایا" یعنی اسے تو میں نے کلمہ پڑھایا تھا تجھے کس نے کلمہ پڑھایا ہے تو اس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا، الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ جس کی طرف اشارہ فرماتے وہی کلمہ پڑھنے لگ جاتا۔ جج سمجھدار تھا معاملہ کی تہہ تک پہنچ گیا۔ چونکہ غیر مسلم تھا فوراً چھپ گیا تا کہ کہیں میری طرف بھی اشارہ نہ کر دیں اور کہیں میں بھی کلمہ نہ پڑھ بیٹھوں۔ حضور قبلۂ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شیخِ کامل کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے فوراً پورا ہو جاتا ہے۔

اگر ایک طرف قبلۂ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ضرورتِ شیخ کی طرف توجہ مبذول فرمائی تو دوسری طرف آپ رحمۃ اللہ علیہ اتباعِ شیخ کی طرف ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "اپنے آپ کو مرشد کا ہم شکل بناؤ کہ محبت کا تقاضا بھی یہی ہے قول اور فعل میں یکسانیت پیدا کرو، ظاہر کو شریعتِ محمدیہ ﷺ کے سانچے میں ڈھالو، تمہارے قلب میں نورانیت پیدا ہو جائے گی، اور باطن حقیقت و معرفت کے مطابق ہو گا، جیسے شریعت کے اعمال سے ظاہر صاف و ستھرا ہو گا ایسے ہی طریقت کے اعمال سے باطن شفاف اور پاکیزگی حاصل کرے گا"

ہر حکم کو مقدم رکھا تو دوسری طرف طریقت کو اپنی روح کی گہرائیوں میں یوں اُتارا کہ شریعت کے عمل میں طریقت کے حسین رنگ جگمگا اُٹھے، آپ کی ذاتِ اقدس شریعت وطریقت کا ایک ایسا گلدستہ نظر آتی ہے جس میں شریعت وطریقت کے پھول یکساں اور یکجا ہو کر کھلے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس وجہ سے آپ m کی شخصیت صاحبِ شریعت اور صاحبِ طریقت لوگوں کے لئے یکساں کشش کا سامان رکھتی تھی۔شریعت مطہرہ کے بے حد پابند تھے۔اپنے سلسلے کے لوگوں میں اگر کسی کا ذرا سا عمل بھی شریعت کے خلاف دیکھا تو فوراً اس کی مخالفت کی اور سختی سے اس عمل کو روک دیا۔اس کے ساتھ ساتھ طریقت کے اسقدر راسخ تھے کہ فرماتے "ہم ظاہر کے مولوی اور باطن کے قلندر ہیں"۔

حضور قبلہ عالم منگانوی m یہ ارشاد فرما کر کہ ہم ظاہر کے مولوی اور باطن کے قلندر ہیں۔اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ صوفی وہی ہے جس کی ہر حالت اپنے محبوبِ حقیقی کی خوشنودی اور رضا کا منہ بولتا ثبوت ہو، یہی وہ رفعت وبلندی ہے جہاں انسان پہنچ کر اپنے رب کریم عزوجل کو خانہ دل میں آباد کر لیتا ہے۔اور اپنی ذات وصفات سے فنا ہو کر رب کریم عزوجل کی ذات وصفات سے زندہ اور باقی ہو جاتا ہے، یہی وہ زینہ ہے جس پر چڑھ کر بندہ اس دنیا میں اپنے آنے کے مقصد کو کما حقہ پورا کر لیتا ہے۔

چونکہ یہ ہستیاں علومِ انبیاء f کے وارث ہونے کے ناطے گم کردہ راہوں کو صراطِ مستقیم پر لانا ان کی اہم ذمہ داری ہوا کرتی ہے۔جس طرح انبیاء f اثناءِ نبوت سے مخلوقِ خدا کا منقطع رشتہ رب کریم سے جوڑنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں،اسی طرح صوفیاء کرام j بھی بڑائم پیشہ افراد پر اثناءِ ولایت کا اثر دکھاتے ہوئے انہیں فرشتہ سیرت بندہ بنا کر پاکیزہ زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔اس ضمن میں مولفِ لمحاتِ کرم حضور قبلہ عالم منگانوی m کے خلیفہ میاں محمد بخش کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"ایک روز حضور قبلہ عالم منگانوی m دربار شریف پر سڑک کے کنارے تشریف فرما

تھے کہ بڑی بڑی مونچھوں والا ایک بلوچ اپنی گھوڑی پر سوار قریب سے گزرا۔ حضور کو دیکھتے ہی گھوڑی سے اترا اور دست بوسی کے لئے آگے بڑھا۔ حضور قبلۂ عالم مکانوی m نے فرمایا بندۂ خدا تو نے مرنا نہیں؟ کہنے لگا جناب! اگر مرنے کا ڈر ہوتا تو ایسے گندے کام کیوں کرتا۔ ہر تھانہ میں میرے خلاف پرچے درج ہیں، ایک بات ہے کہ میں نے اپنے علاقے میں کبھی چوری نہیں کی، باہر کے اضلاع میں کرتا ہوں۔ حضور سے کیا پردہ اب بھی چوری کے لئے جا رہا ہوں۔ حضور m نے فرمایا میری مانو یہ کام چھوڑ دو۔ اس نے عرض کی جناب یہ ایک ایسی عادت بن گئی ہے جو چھوٹ نہیں سکتی۔ یہ سننا تھا کہ حضور نے پُر جلال لہجے میں فرمایا "اِدھر آ، اپنا ہاتھ مجھے پکڑا، پھر دیکھوں گا کیسے چوری کرتا ہے"۔ کہنے لگا اگر مرید ہونے سے چھوٹ جائے تو ابھی مرید ہو جاتا ہوں۔ آپ m نے مرید کیا اور فرمایا اسے اچھی طرح سبق سمجھا دو۔ وظائف کی تلقین کے بعد وہ چوری کی بجائے گھر چلا گیا۔ تقریباً چھ ماہ بعد حاضرِ خدمت ہوا، حضور قبلۂ عالم m نے فرمایا بھئی! تو نے تو منہ دکھانا ہی چھوڑ دیا۔ مرید ہونے کے بعد اتنا عرصہ کہاں رہے؟ عرض کی جناب! آپ کی دعا سے چوری کی عادت چھوٹ گئی اور اس عرصہ میں مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اپنی ملکوکہ زمین کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔ پہلے یہ بنجر تھی۔ جب سے حضور کا مرید ہو کر توبہ کی وہی زمین اس قدر سرسبز و شاداب ہے کہ اچھی بھلی زندگی بسر ہو رہی ہے"۔

حضور قبلۂ عالم مکانوی m کی نگاہِ ولایت نے ایسے سینکڑوں افراد کی زندگیاں بدل دیں۔ آپ m کو جرائم پیشہ افراد کو جرم سے باز رکھنے کی تربیت پر کمال حاصل تھا اور اپنے مخصوص انداز میں ان کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ آپ m فرماتے تھے "مرد ہمیشہ مرد ہوتا ہے۔ وہ جتنا بڑا ڈاکو یا پیشہ ور مجرم ہی کیوں نہ ہو، جب سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اس پر مردوں کی طرح قائم ہو جاتا ہے۔ ہم نے تذکروں میں پڑھا ہے اکثر چور ہی قطب بنے ہیں۔ لہٰذا اس میدان میں کمزوروں اور بزدلوں کا کوئی کام نہیں۔ کیونکہ وہ جلد ہی لڑکھڑا جاتے ہیں۔ دنیا و دین دونوں مردوں کی ہیں، کمزوروں اور بزدلوں کی نہیں۔ جس نے توبہ کی اور پھر اس پر استقامت حاصل

کی وہی کامیاب ہوگیا"۔آپ m کے غلاموں میں ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی ہے جو حضور قبلۂ عالم منگانوی m کی نگاہِ کرم اور نگاہِ ولایت کی وجہ سے توبہ تائب ہو کر صوم وصلوٰۃ کے پابند اور نہایت متقی اور درویش منش اصحاب کہلائے۔بقیہ زندگی انتہائی تقویٰ و پرہیز گاری میں بسر کی۔بعض احباب کو دمِ رخصت ہم نے خود دیکھا کہ ذکر کرتے ہوئے اس دنیا سے دارِ بقا روانہ ہوئے۔

یہی وسیلہ اور توسلِ مرشد کے فوائد ہیں اور یہی اسلامی تصوف کی روح ہے۔افسوس صد افسوس! اسی تصوف کو ایک گروہ بڑی شد ومد کے ساتھ ماخوذ از عیسائیت کا نام دیکر امت مسلمہ کے اتفاق کو پارہ پارہ کر رہا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف عیسائیت میں بھی موجود تھا، ہندو مذہب میں بھی تصوف ملتا ہے، لیکن نہایت ہولناک قسم کی شکل اختیار کئے ہوئے ہندو صوفیاء دنیا کو شیطنت تصور کرتے، ہر آسائش ولذت کو حرام سمجھتے، عمر بھر مجرد رہتے، کم کھاتے اور اپنے اجسام کو ہر قسم کی اذیتوں سے آلودہ رکھتے۔یہی حال عیسائیت کا تھا۔لیکن اسلامی تصوف پاکیزگی اخلاق اور تمام گناہوں سے اجتناب کا درس دیتا ہے۔زندگی کی جائز لذتوں سے لطف اندوز ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔مسلم صوفیاء کا یہی وہ اندازِ تربیت تھا جس نے دنیا کا دل جیت لیا، جسمانی اذیتوں سے بچایا، بستیوں میں رہنا سکھلایا۔

اُٹھ از سرِ نو دہر کے حالات بدل ڈال
تدبیر سے تقدیر کے دن رات بدل ڈال
میدان میں آ چھوڑ کے تسبیح و مصلیٰ
کچھ دن کے لئے طرزِ عبادات بدل ڈال

اپنے مرشدِ کریم b کے اس قول مبارک کو ہمیشہ مدِ نظر رکھتے ہوئے (ہمارے ممدوح سائیں محمد کرم حسین m نے) خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ "لوگوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہی لوگوں میں سے بہتر ہے" پر عمل کرتے ہوئے ساری زندگی بسر کی۔

پیر محمد طاہر حسین مدظلہ العالی کچھ یوں رقمطراز ہیں "مخلوقِ خدا کی خدمت حضور قبلۂ عالم m

کی زندگی کا حسنِ عظیم تھا۔اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت اوران کوراہِ مستقیم پر لانے کی حرص اوران کی خدمت،اخوت وہمدردی آپ کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا۔ہمیشہ لوگوں کواخوت ومحبت،مساوات اور بھائی چارے کا درس دیتے۔ایسے ایسے بے یارومددگار،بے کس وناتواں لوگوں سے محبت فرماتے جن کا جہاں میں کوئی پُرسانِ حال نہ ہوتا۔کئی مریدین کورات کے پچھلے پہر بلا کران سے احوال دریافت فرماتے،ان کے دکھ درد بانٹتے،تسلی وتشفی فرماتے،دعائیں دیتے اور جب کوئی مرید دربار شریف سے واپس جاتا تو یوں محسوس کرتا کہ اسے دنیا کے تمام دکھوں سے نجات مل گئی ہے"

اسلام اپنے ماننے والوں کو صرف علم،تقویٰ اور پاکیزہ کردار کا ہی درس نہیں دیتا بلکہ انہیں اپنی ذات سے نکال کردکھیوں کے دردبانٹنا،یتیموں اور مسکینوں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھنا،مفلس وکنگال کوسوال وگداگری کی ذلت سے نکال کرمعاشرے کا ایک معززترین فرد بنانا اس کا بھی درس دیتا ہے اور یہی درس صوفیاء کرام نے اپنے متوسلین کوسکھایا،سکھاتے ہیں اور سکھاتے رہیں گے۔اور حقیقت میں انسان انہی صفات سے متصف ہوکراپنی شخصیت میں بالیدگی،سیرت میں بلندی اورنقطۂ نگاہ میں تقدس کا نورحاصل کرلیتا ہے۔یہی وہ صفات ہیں جن سے متصف ہوکر صوفیاء کرام نے معاشرے میں گم کردہ راہوں کی رہنمائی فرمائی اور مصیبت زدہ لوگوں کی دستگیری کا فریضہ سرانجام دیا۔

حضورقبلۂ عالم منگانوی m کی بارگاہ میں اکثر مصائب وآلامِ زمانہ کے ستائے ہوئے لوگ حاضر ہوتے۔بس پہلی ہی ملاقات میں ان کوغموں سے نجات مل جاتی۔حضوراپنی نگاہِ بصیرت سے اہلِ تمنا کے مدّعا کوجان لیتے اوراپنے محبت بھرے انداز میں اصلاح فرمادیتے۔بعض کواپنا حال بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی۔

آئینے کی مثال مرا سارا حال ہے
پنہاں ہے بات کون سی روشن ضمیر سے

اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیائے کرام j نے تصوف کی اعلیٰ اقدار وصفات سے

متصف ہو کہ ہر دور میں جو درس دیا وہ ایک لازوال اور ابدی پیغام کی حیثیت اختیار کیے ہوئے ہے اور جس کی تدوین وتدریس اور تبلیغ وتشہیر عوام کے قلب ونظر کو تابندگی عطا کرتی رہی اور کرتی رہے گی۔حضرت سائیں محمد کرم حسین منگانوی m کا شمار بھی انہی ہستیوں سے ہے جنہوں نے اپنے اقوال وافعال اور ملفوظات سے قلب وروح کو سکون واطمینان سے مالامال کیا اور ذہنوں کو جلا بخشی

اللہ کریم نے حضرت سائیں محمد کرم حسین منگانوی m کو بڑی بے نیاز اور غیور فطرت عطا فرمائی تھی۔آپ m نے کسی سے طمع کر کے غیرتِ فقر کو مجروح نہیں ہونے دیا اور صبر وقناعت کی بلندیوں پر ڈیرہ جما کر یہ ثابت فرمایا کہ فقیروں کا بھی خزانہ ہے۔آپ m کے ملفوظاتِ طیبات سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ درویشی اور فقرِ غیور کی اعلیٰ منزلوں پر فائز ہو کر ساری زندگی اپنے غلاموں کو یہی درس دیتے رہے کہ اے درویش!تو جب تک درویشوں کی خدمت نہ کریگا کبھی کسی مقام پر نہیں پہنچ سکے گا،درویش کو ہرگز غریب نہ کہو

؎ "توں طمع غریب ہے عاشقاں دی وچوں رئیس نہ کرن نواب بیلی"

اکثر فرماتے اے لوگو!"پہلے انسان بنو،پھر مسلمان بنو پھر دُرویش بنو"۔حاجی مبارک علی نامی شخص نے عرض کی حضور!دُرویش کسے کہتے ہیں ؟فرمایا ایک ہوتا ہے دَرویش اور ایک ہوتا ہے دُرویش۔دَر کا معنی ہے دروازہ اور ویش کا معنی ہے کاروبار کرنے والا۔تو دَرویش کا معنی ہوا دَروازے کا کاروبار کرنے والا یعنی دَر دَر بھیک مانگنے والا۔اور دُر کا معنی ہوا موتی،ہیرا،جواہرات وغیرہ کا کاروبار کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ہیرے سے تشبیہ دی اور جو بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہے وہ گویا ہیرے موتیوں کا کاروبار کرنے والا ہے اس لیے اسے دُرویش کہتے ہیں۔

ز پادشاہ و گدا فارغم بحمداللہ
گدائے خاک در دوست پادشاہ من است

(میں الحمدللہ ہر بادشاہ وگدا سے فارغ ہو گیا ہوں۔میرے دوست کے آستانہ کی خاک کا گداہی میرا بادشاہ ہے)۔

یہی وہ امتیازی صفات ہیں جن سے متصف ہو کر صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہر دو جہاں کو ترک کر کے پہچانِ حق کی منزلیں حاصل کیں اور علی الاعلان اپنے دُرویشوں کو تعلیم دی کہ دُرویشی شب بیداری، نماز، روزہ ہی نہیں بلکہ یہ تو بندگی کے اسباب ہیں۔ ہمارے ممدوح و موصوف سائیں محمد کرم حسین منگانوی m اپنے دُرویشوں کو یوں فرماتے نظر آتے ہیں: "ذکرو وظائف اور اسمِ اعظم سے دل تو صاف ہو جاتا ہے لیکن جو پہچانِ حق ہے وہ کچھ اور چیز ہے۔ اگر دل کی صفائی ہو جائے، ساری دنیا کے حالات نظر آنے لگیں، جو منہ سے نکلے وہ پورا ہو، لوگوں کی مشکل کشائی کرنے لگ جائیں پھر بھی جو پہچانِ حق ہے وہ کچھ اور چیز ہے۔

شرط اول در طریق معرفت دانی کہ چیست
ترک کردن ہر دو عالم را وپشت پا زدن

(معرفت کے طریقے کی پہلی شرط جانتے ہو کیا ہے، دونوں جہانوں کو ترک کرنا اور پشتِ پا سے ٹھکرانا ہے)

حاضرینِ محفل میں سے ایک غلام نے کسی آدمی کا ذکر کیا کہ فلاں شخص جس پر توجہ کرتا ہے اس پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے کپڑے پھاڑ کر برہنہ دھول پر ناچتا ہے۔ حضور قبلہ عالم منگانوی m فرمانے لگے وہ شخص فقیر نہیں ہو سکتا۔ اس کی آنکھوں میں تاثیر ضرور ہے جو کہ "شمع بینی" کا کمال ہے اور یہ سارا اثر اسی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر شمع بینی کے بارے میں وضاحت فرمائی کہ ہر رات ایک شمع جلا کر صرف ایک گھنٹہ اس کی طرف دیکھتے رہیں۔ اکتالیس دن کے بعد خود بخود آنکھوں میں ایک تاثیر پیدا ہو جائے گی۔ اسے شمع بینی کا چلّہ کہتے ہیں۔ اسی محفل میں بیٹھے ہوئے ملک شیر باز نامی ایک شخص نے عرض کی حضور! کراچی میں ہمارے نزدیک ہی ایک عورت رہتی ہے جو لوگوں سے ان کے دل کی کیفیت بیان کرتی ہے۔ حضور قبلہ عالم منگانوی m مسکرائے اور فرمایا "بھلا یہ بھی کوئی فقیری ہے یہ تو ایک شعبدہ بازی ہے یہ سارا مقام تو ایک خاص ترکیب سے چند رات یا رحیم یا کریم کا وظیفہ کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے

ہے پھر فرمایا فقیری صرف یہی نہیں کہ کسی کے حال سے واقف ہو جانا، زبان سے جو نکلے اس کا پورا ہو جانا، ہوا میں اڑنا بلکہ فقیری صبر واستقامت کا نام ہے"۔

ان ہر دو واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تصوف ہوا میں اڑنے کا نام نہیں، پانی پر چلنے کا نام نہیں اور نہ ہی عجیب وغریب قلبی کیفیات کے ظہور واظہار کا نام ہے، بلکہ تصوف خلوص و للّٰہیت اور صبر واستقامت کا نام ہے، تسلیم ورضا اور فقر وغنا کا پیغام ہے اور اس سے بڑھ کر معرفتِ ربِ ذوالجلال ہے۔ اسی لیے ہر صوفی اپنے اپنے دُرویشوں کو انہی صفات سے متصف کر کے خود شناسی وخدا شناس دیکھنا پسند کرتا ہے۔

دلیل کے طور پر سائیں محمد کرم حسین m نے ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو عبداللہ بلیانی m فرماتے ہیں دُرویشی صرف شب بیداری، نماز، روزہ ہی نہیں بلکہ یہ تو بندگی کے اسباب ہیں دُرویشی یہ ہے کہ کسی کو بھی تکلیف نہ دینا، اگر تجھے یہ بات حاصل ہو گئی واصل بن جائے گا۔ مزید فرمایا خدا کو جانو۔ اگر خدا کو نہ جان سکو تو اپنے آپ کو ہی جانو کیونکہ جب تک خود شناس نہ بنو گے خدا شناس نہ بن سکو گے۔ اسی لیے شیخ ابو سعید ابوالخیر m فرماتے ہیں کہ بندے اور پروردگار کے درمیان زمین وآسمان اور عرش وکرسی پردہ نہیں بلکہ بندے کا غرور اور انانیت پردہ ہے۔ اس انانیت اور غرور کے پردے کو اٹھا دے پھر تو حق تعالیٰ تک پہنچ جائے گا۔

حقیقت میں پہچانِ حق ہی صوفیائے کرام کا مقصد ومدعا رہا ہے اور یہی پہچانِ حق اللہ کریم سے تعلق کا سبب بنتی ہے۔ جس کی لذت ساری لذتوں کو مات کر جاتی ہے۔ پھر اس تعلق کو توڑنے کی تمنا ہی نہیں رہتی کیونکہ

اسیـــرش نـــخـــوایـــد رهـــائـــی زبـــنـــد
شـــکـــارش نـــجـــویـــد خـــلاص از کـــمـــنـــد

یعنی "اس کا قیدی قید سے رہائی نہیں چاہتا اور اس کا شکار جال سے نکلنا نہیں چاہتا"

یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان اس راستے کے مصائب وآلام پر دل وجان سے فدا ہونے لگتا

ہے اور اس حال سے نکلنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی مفہوم کو پیرِ رومی m نے بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

گــــر دو صــــد زنــجیــــر آری بــگــلــم
غیــــر زلف آں نــگــــارے دلبـــــرم

یعنی "دو سو زنجیریں بھی ہوں تو نکلنا آسان مگر اس محبوب کی زلف سے نکلنا مشکل"

اس منزل کا راہی ہر تکلیف پہ ہزار راحتیں قربان کرنے کو تیار نظر آتا ہے اور احکام شریعت وطریقت کی بجا آوری میں ہی حقیقی لذت وسرور محسوس کرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے بلکہ عاشقِ صادق تو اس مفہوم کو یوں بیان کرنے میں ہی راحت وآرام محسوس کرتا ہے:

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

یعنی "تیری تلوار سے ہلاک ہونا دشمن کو نصیب نہ ہو تو خنجر آزما ہم دوستوں کے سر سلامت ہوں"

اور یہی صدا مثنوی شریف سے اس مردِ قلندر کی آرہی ہے "اے انسان تو اس جہاں میں صرف عبادات کے لیے نہیں آیا، تیرا مقصدِ حیات تو معرفتِ حق ہے۔ جس وقت تو اپنے آپ کو پہچان لے گا تو تجھے معرفتِ حق حاصل ہو جائے گی۔ سب کچھ تیرے اندر ہے تجھ سے باہر کچھ نہیں"

اربابِ تصوف ومشائخ کا یہی مسلک ومشرب رہا ہے کہ خود شناسی اسی وقت میسر آتی ہے جب انسان نفس کی اصل اور جبلت سے واقف ہو جائے، اور یہ واقفیت حاصل کر کے ہی اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اللہ کریم کی نصرت ومدد کے بغیر اس پر قابو نہیں پایا جا سکتا اور نہ ہی تکمیلِ انسانیت کے مراحل طے کیے جا سکتے ہیں جیسا کہ صاحبِ عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی m فرماتے ہیں "مرید کے لیے سب سے زیادہ مفید "معرفتِ نفس" یعنی خود شناسی ہے اور جس کو دنیا کی فضول باتوں اور حاجتوں کی طرف رغبت ہے یا نفسانی خواہشات کا کچھ حصہ باقی ہے وہ معرفتِ نفس کا واجبی حق ادا نہیں کر سکتا"۔

شیخ زید بن اسلم m فرماتے ہیں "دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے تم کمال حاصل کر سکتے ہو۔ وہ یہ ہیں کہ تم نہ صبح کو معصیت کا خیال کرو اور نہ شام کو تم گناہ سے متہم ہو۔ جب مرید کا زہد وتقویٰ مستحکم ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنے نفس سے اچھی طرح واقف ہو جاتا ہے۔ اور جو پردے خود شناسی پر پڑے تھے ان سے نکل آتا ہے اور وہ اس کی حرکات سے اس کی پوشیدہ خواہشوں، مکاریوں اور فریب کاریوں سے بخوبی آگاہ ہو جاتا ہے"۔

اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے حضور قبلۂ عالم منگانوی m ارشاد فرماتے ہیں۔

"اے انسان تیرا مقصدِ حیات تو معرفتِ حق ہے۔ جس وقت تو اپنے آپ کو پہچان لے گا تو تجھے معرفتِ حق حاصل ہو جائے گی۔ سب کچھ تیرے اندر ہے تجھ سے باہر کچھ نہیں' حضرت قبلۂ عالم منگانوی m اپنے اس قول میں صوفیائے کرام n کی اتباع کرتے ہوئے اپنے مریدوں اور درویشوں کو حقیقی عزت کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ انسان خود کو پہچانے اور حقیقتِ نفس کو پہچان کر اس کا اکرام اس طرح کرے کہ اس کو دنیاوی اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے ذلیل وخوار نہ کرے جس طرح صاحبِ عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی m نے فرمایا کہ عزت خود کو پہچاننے کا نام ہے اور کبر انسان کا اپنے نفس سے بے خبر ہونا اور اس کو اس کی منزلت سے بالاتر سمجھنا ہے۔ اسی لیے بعض صوفیاء کرام نے ارشاد فرمایا "جس نے تکبر کیا اس نے اپنے نفس کی پستی کا ثبوت دیا اور جس نے تواضع اختیار کی اس نے کرمِ طبعی کو ظاہر کیا"۔ حضرت ابو داؤد m کا قول ہے کہ تواضع کے دو رُخ ہیں ایک یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی میں تواضع کرے کیونکہ نفس راحت طلب واقع ہوا ہے۔ اس لیے وہ اس کے حکم سے غفلت برتتا اور پہلو تہی کرتا ہے اور شہوت کے سبب سے جو اس کے اندر ودیعت کی گئی ہے اس کی نہی میں خواہش کرتا ہے۔ یعنی اس چیز کی خواہش کرنا جس سے منع کیا گیا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے نفس کو عظمتِ الٰہی کے لیے پست کر دے۔ پس اگر اس کا نفس کسی ایسی چیز کی خواہش کرے جو اس نے اللہ کے لیے چھوڑ دی ہے تو وہ اپنے نفس کو اس خواہش سے روک دے۔ حاصل یہ کہ وہ اپنے نفس کی خواہشات کو

مشیتِ الٰہی کے تابع کر دے۔(عوارف المعارف، مترجم شمس بریلوی، صفحہ ۴۱۹، ۴۲۰)

ان ارشادات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ نفس کی مخالفت سے ہی انسان منزلِ مراد تک پہنچ سکتا ہے۔ مجاہدۂ نفس کے ذریعے ہی نورِ مشاہدہ کی تابانیوں سے اپنے آپ کو منور کر سکتا ہے اور تواضع کی حقیقت کو پا سکتا ہے اور اپنا مقصدِ حیات سمجھ سکتا ہے۔ اسی لیے حضور قبلۂ عالم منگانوی m فرماتے ہیں: اے درویش! تمام مدارج طے کرنے کے بعد بھی شیطان کے مکروں سے غافل نہ ہوا۔ تجھے یہ مقامات مجاہدۂ نفس سے ہی حاصل ہوں گے نہ کہ ورد و وظائف کرنے سے اور منزلِ مقصود تک رسائی حاصل کرنے کے لیے تصورِ شیخ اور نفس کی مخالفت انتہائی ضروری ہے"۔ مزید فرمایا: خدا کو جانو، اگر خدا کو نہ جانا تو اپنے آپ کو ہی جانو کیونکہ جب تک خود شناس نہ ہوگے خدا شناس نہیں ہو سکو گے" (لمحاتِ کرم صفحہ ۴۱۲، فیضانِ کرم صفحہ ۳۲۸، ۳۲۹)

زیورِ تواضع سے انسان اسی وقت آراستہ ہو سکتا ہے جب وہ معرفتِ نفس کی منزل تک پہنچ جائے اور اس کے دل میں نورِ مشاہدہ کی تابانیاں موجود ہوں۔ جس نور کی وجہ سے انسان کے اندر گداز اور نرمی پیدا ہوتی ہے، غرور و تکبر مٹ جاتا ہے اور غبارِ انانیت چھٹ جاتا ہے۔ یا پھر یوں کہہ لیں کہ معرفتِ نفس، سوز و گداز، نورِ مشاہدہ جیسی صفات سے متصف ہو کر ہی انسان غرور و تکبر اور انانیت جیسی رذیل چیزوں سے پاک و صاف ہو سکتا ہے جس کے بعد وہ تواضع و انکساری (جو صوفیائے کرام کے اخلاق کا ایک اہم حصہ ہے) کو حاصل کر سکتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قبلۂ عالم منگانوی m ارشاد فرماتے ہیں "اے انسان! اگر تو اپنے آپ کو سنبھال لے، صاف کر لے، اپنی صلاحیت کو اُجاگر کر لے، رذیل اور زہریلی چیزوں کو اپنے اندر سے نکال دے تو پھر تو خدا کا نور ہے، تو وہ روشنی ہے جس کو فرشتے بھی جھکتے ہیں، تیرے پاس ایسا علم ہے جسے صرف تو اور تیرا خدا جانتا ہے" سلطان العارفین حضرت سلطان باہو m فرماتے ہیں:

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین راھم خبر نیست

"میرے اور میرے اللہ جل جلالہ کے درمیان جو باتیں ہوتی ہیں کندھے پر بیٹھے ہوئے فرشتے کراماً کاتبین کو بھی خبر تک نہیں ہوتی" (لمحاتِ کرم، صفحہ۴۳)

حضور قبلۂ عالم منگانوی m نے اسی حقیقت کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "جن لوگوں نے اپنے آپ کو سنوارا جہان کی ہر شے، ہر مخلوق ان کے سامنے جھکی اور جنہوں نے اپنے آپ کو نہ سنوارا وہ مکھی اور مچھر سے بھی زیادہ کمزور ہو گئے۔ اے انسان! تجھے اللہ اپنی معرفت کی توفیق نصیب فرمائے تو اپنے آپ کو سمجھ کر تو کیا چیز ہے۔ اسی معرفت کیلئے ہم بزرگوں کے در اقدس پر جاتے ہیں کہ ہمیں اپنے آپ کا تعارف ہو جائے (فیضانِ کرم صفحہ۳۲، لمحاتِ کرم صفحہ۴۲)

حضور قبلۂ عالم منگانوی m کی ان تعلیمات سے اگر ایک طرف مقصدِ حیات کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف اس مقصد کی طرف سفر کو جاری رکھنے کے لیے زادِ راہ کی تعیین ہوتی ہے۔ مقصد جس قدر پاکیزہ ہو گا کوشش اتنی ہی زیادہ ہو گی اور ہاں اگر اعمال (جو کہ زادِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں) پاکیزہ ہوں گے تو تدریجاً انسان ایک ایسی منزل تک پہنچ سکتا ہے جہاں اس کا رب اس سے ہم کلام ہوتا ہے بلکہ اس کی آخری منزل ہی اللہ کریم کی ذات ہی ہو گی۔ "**وان الی ربک المنتھی**" تمہاری آخری منزل اللہ ہی ہے۔ اور اس خوبصورت منزل تک پہنچنے کیلئے استحکامِ خودی، تعمیرِ شخصیت، تطہیرِ نفس اور پاکیزہ اعمال ان تمام منازل کو یکے بعد دیگرے طے کیا جائے تو ایک درویش کا سفر جاری رہ سکتا ہے ورنہ تھک کر وہ بیٹھ جائے گا اور اس کی حالت وہی ہو گی جس کی طرف علامہ اقبال m نے کچھ اس طرح اشارہ فرمایا ہے:

اس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی

مندرجہ بالا پاکیزہ اعمال سے ہی متصف ہو کر انسان ایک کامیاب سفر جاری رکھ سکتا ہے کیونکہ

حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

اسی لیے قبلۂ عالم مکانوی m اپنے درویشوں کو فضائل سے متصف ہونے کیلئے اور رذائل سے بچنے کیلئے یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ تجلیات ذات کے لیے پانچ چیزوں سے پرہیز ضروری ہے اور وہ یہ ہیں "کبر، کینہ، حرص، ہوائے نفس اور لہو ولعب" (فیضانِ کرم صفحہ ۳۲۲) انہی مذموم صفات سے انسان اپنے دل کو پاک وصاف کر کے اس خوبصورت منزل کا سفر جاری رکھ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ حیوانیت کے پردے چیر کر رومی وغزالی n بن جاتا ہے۔

تو شاخ سے کیوں پھوٹا ، میں شاخ سے کیوں ٹوٹا
اک جذبۂ پیدائی ، اک لذتِ یکتائی

اور ایک درویش کے لیے سفر کی آخری منزل اتنی دلکش ہو جاتی ہے کہ ہر لحظہ تڑپ تو بڑھتی ہے لیکن وہ سر نہیں ہوتی۔

فریب نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود
سفر زندگی کے لیے برگ و ساز
سفر ہے حقیقت حضر ہے مجاز
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود
ہر اک منتظر تیری یلغار کا
تری شوخیِ فکر و کردار کا

یہ ہے مقصدِ گردشِ روزگار
کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

یہی وہ تعلیماتِ تصوف ہیں جن کے ذریعے ایک انسان بندئ اخلاق اور رذیلہ اخلاق کے عمل سے گزر کر اپنے رب کریم سے رابطہ مستحکم کر سکتا ہے اور اپنے مرشد کے وسیلہ سے ذاتِ حق کو اپنے اندر موجود پا کر فکر و غم سے آزاد ہو سکتا ہے لیکن کامیابی کو یقینی بنانے کے لیے اور اپنے رب کریم عزوجل کو اپنے اندر موجود پانے کے لیے کسی کامل مرشد کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس طرح قبلۂ عالم منگانوی m نے اپنے غلاموں کی رہنمائی کے لیے ارشاد فرمایا "روح و جسم ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں لیکن روح کو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ اسی طرح ذاتِ حق بھی ہمارے اندر موجود ہے لیکن بغیر مرشد کے دیکھنا ممکن ہے" (لمحاتِ کرم، صفحہ ۲۲۷)

آخر میں راقم السطور ایک مؤدبانہ عرض کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں لوگوں نے صوفیاء کرام n کی کرامات کو پیشِ نظر رکھ کر ان سے محبت کے دعوے کر رکھے ہیں اور تعلیماتِ تصوف کو پسِ پشت ڈال کر ان کے لیے بدنامی کے اسباب مہیا کر رہے ہیں۔ معترضینِ تصوف سے گلہ نہیں، گلہ تو محبینِ تصوف سے ہے جنہوں نے معترضین کو ذوقِ تصوف عطا ہی نہیں کیا۔ اس کی تعلیمات کو اجاگر نہیں کر سکے۔ اور معترضین بھی یہ نہ سوچیں کہ وہ "نہ مانوں نہ مانوں" کی رٹ لگا کر صرف اعتراضات کی دنیا میں بھٹکتے رہنے سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔ ان کے لیے عرض ہے کہ

الجھے گا ہم سے تو زمانہ نہ رہے گا
ہم خاک نشینوں کو کوئی چھیڑ کے دیکھے

کیونکہ "جَنْدَ الَّتَصَوُّفِ قَوِيَّةٌ جِدًّا"

حضور قبلۂ عالم منگانوی m کا اندازِ تربیت

ڈاکٹر حافظ عبدالواحد الازہری☆

اس میں شک نہیں کہ معاشرے میں امن وسلامتی کی ضمانت اسی وقت دی جا سکتی ہے جب اس کے افراد اخلاق وعمل کے لحاظ سے فطرت کے دائمی اصولوں کو اپنائیں اور اپنی جنسی خواہشات سے یکسر منحرف ہو جائیں۔ ایسے معاشرے کی تشکیل میں اللہ کریم نے کسی افلاطون یا سکندرِ اعظم کا چناؤ نہیں فرمایا بلکہ انبیاء کرام f کو اصلاحِ عالم کی خاطر روحانی قوت عطا فرمائی جن کو یہ قوت وحی کی صورت میں عطا کی جاتی رہی اور معرفتِ حق کا سلسلہ جاری رہا۔

جب انبیاء کرام f کا سلسلہ ختم ہوا تو اس عظیم مشن کو جاری رکھنے کے لیے اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کے ذمہ یہ فریضہ لگایا، جن کی تعلیمات انبیاء کرام f کی تعلیمات سے مستفاد ہوا کرتی تھیں جن کا نورِ علم وعمل مشکوٰۃِ نبوت سے ماخوذ ہوا کرتا تھا جن کے قلوب ایسے آئینہ ہوا کرتے تھے کہ جن میں جمالِ نبوت پرتوِ فگن ہوا کرتا تھا اور ان کی تعلیمات معاشرے کے لیے ایسا تریاق ہوا کرتی تھیں کہ جو نہ صرف مسلمانوں کے لیے امراضِ فاسدہ کا علاج کرتیں بلکہ غیر مسلم اقوام کے لیے بھی امن وسلامتی کا پیغامبر تھیں۔ جب فساد فی الارض کی کیفیت طاری ہوتی تو یہ برگزیدہ ہستیاں ہدایت کے باب مسدود کو اپنے عزم وہمت کے ہاتھوں سے کھول دیتی تھیں اور معاشرے میں پائے جانے والے جرائم اور مفسدات انہی پاک ہستیوں کے آہنی ہاتھوں کے طفیل ملیامیٹ ہو جاتے۔

☆سابق اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد

حقیقت میں شریعت وطریقت کے مجمع بحرین سے سیراب ہو کران پاکیزہ ہستیوں نے مختلف انداز میں لوگوں کو تعلیم وتربیت اور سلوک ومعرفت کی وہ منزلیں طے کروائیں کہ رہتی دنیا تک ان کے نقوش باقی رہیں گے اور مدتوں بزمِ ہستی ان کے لیے دعا گو رہے گی کیونکہ وہ اپنے اعمال وافعال اور افکار وکردار کے ذریعے حالات کے ظلمت کدوں کو منور کرتی ہیں اور ان کے ایمان وحکمت کی جلوہ گری اور علوم ومعرفت کی دلآویزی رفتہ رفتہ آس پاس کے ماحول کے لیے اثاثۂ حیات بن جانا ایک امرِ مسلم ہے۔ ان کی روحانی پاکیزگی کے معیار کو دیکھ کران کی عظمت و رفعت کے معیار کا تعین کیا جاتا ہے۔ ان کے سرمدی پیغام کے ذریعے طالبانِ عرفان حتی المقدور استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے فیضانِ نظر سے لاتعداد اور ان گنت افراد بلا تمیز رنگ ونسل نورِ رشد وہدایت حاصل کر کے سکونِ قلب کی دولت سے مالامال ہو جاتے ہیں۔

وقت کے آئینہ میں جھانک کر دیکھیں تو شیخِ طریقت، تاجدارِ شریعت، غواصِ بحرِ حقیقت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری المشہور قبلۂ عالم منگانوی m کا شمار بھی انہی عظیم ہستیوں سے ہوتا ہے۔ آپ m کی ولادت باسعادت ضلع میانوالی کے ایک گاؤں "نواں" میں یکم شوال 1359 ہجری بروز ہفتہ ایک نامور ولی اللہ حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری m کے ہاں ہوئی جو کہ اپنے پیر ومرشد حضرت سید سردار علی شاہ دیڑوی m کے حکم پر میانوالی سے بغرض تبلیغ ہجرت کر کے جھنگ کے چک بلوآنہ میں تشریف لائے۔ یہ علاقہ راہزنی اور جرائم کا مرکز تھا۔

حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری m عالم جوانی میں ہی 18 ربیع الثانی 1373 ہجری کو بلوآنہ میں وصال فرما گئے۔ ایسے حالات میں حضرت قبلۂ عالم منگانوی m کے لیے باقاعدہ مدارس میں جا کر تعلیم حاصل کرنا مشکل ہو گیا اس لیے آپ m نے لاہور سے ایک نامور عالمِ دین مولانا حافظ محمد ریاض صاحب کو دربار شریف پر بلوایا اور ان سے مولوی فاضل کا کورس مکمل فرمایا۔

آپ m کے مرشدِ کریم اعلیٰ حضرت دیڑوی m نے نگاہِ ولایت سے یہ جان لیا

کہ میرا یہ مرید مقامِ فقر کی بلند پایہ منازل میں قدم رکھنے کا خواہاں ہے اور اپنے وقت کا بہت بڑا شہباز ہوگا۔اس لیے اعلیٰ حضرت دبڑوی m نے اپنے اس باصفا مرید کو 14 برس کی عمر میں ہی خرقۂ خلافت عطا فرما کر اپنے خلفاء میں شامل فرما لیا اور اپنے والدِ محترم کی مسندِ ارشاد پر متمکن ہوتے ہی مخلوقِ خدا کی رہبری اور رشد و ہدایت کا کام وہیں سے شروع کیا۔

جولائی 1976ء میں آپ m اپنے والدِ محترم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے بلوآنہ سے ہجرت فرما کر منگانی شریف کو اپنی تبلیغ و ارشاد کا مرکز بنا لیا۔آپ m ایک بلند پایہ عالمِ دین، راسخ العقیدہ عاشقِ رسول ﷺ، پیکرِ عجز و انکسار شیخِ طریقت اور اپنے اسلاف کے روحانی وارث تھے اور زندگی کا ہر ہر لمحہ خیر الخلف لخیر السلف ہونے کا ثبوت ہے۔اور اپنے اندر کئی رموز سمیٹے ہوئے ہے۔

حضور قبلۂ عالم منگانوی m کے مختصر تعارف کے بعد جو بات قارئین کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ m کا اندازِ تربیت کیسا تھا اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات کی کمیت و کیفیت کیا تھی۔ بلا ریب آپ m نے شریعت، طریقت اور معرفت کی حفاظت بھی فرمائی اور درویشوں کی تربیت کا اہتمام بھی فرمایا۔تصوف و سلوک کی منزلیں اس انداز سے طے کروائیں کہ اگر ایک طرف جاہل متصوفہ کا رد ہوتا ہے تو دوسری طرف شریعت و طریقت کے اصول نکھر کر سامنے آتے ہیں۔

مصنف لمحاتِ کرم پیر محمد طاہر حسین قادری رقمطراز ہیں کہ مولوی عطا محمد قادری سکنہ چک پاتو آنہ بیان کرتے ہیں ایک روز میں حضور قبلۂ عالم m کی خدمت میں حاضر تھا۔ایک نوجوان شخص سے حضور نے مخاطب ہو کر فرمایا "میری طرف دیکھو"۔اس نے جونہی حضور m کے چہرۂ اقدس پر نظر ڈالی اور اس کی آنکھیں حضور قبلۂ عالم m کی پاک نگاہوں سے ملیں، پھر کیا تھا وہ بے خود ہو گیا اور اس پر وجد طاری ہو گیا۔میں (مولوی عطا محمد قادری) چونکہ نیا نیا آنے لگا تھا سوچا اس شخص نے بڑا مکر و فریب کیا ہے اور دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہنے لگا۔اتنے میں حضور

مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا میاں عطا محمد میرے پاس آکر بیٹھو۔ میں اُٹھ کر آپ m کے قریب بیٹھا تو فرمایا "میری طرف دیکھو" لیکن میں اپنا چہرہ اوپر نہ اٹھا سکا۔ آپ m نے دوبارہ فرمایا لیکن مجھ سے اپنا چہرہ اوپر نہ اٹھ سکا۔ حضور قبلۂ عالم m نے تیسری مرتبہ اپنے مبارک ہاتھوں سے میرا چہرہ پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ جونہی میری نگاہیں حضور کی نگاہوں سے ملیں پھر کیا تھا، مجھ پر کیفیتِ حال طاری ہوگئی اور میں بے خود ہوگیا۔ آپ m نے میرا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور فرمایا میاں! درویش مکروفریب نہیں کرتے۔ یہ وجد و حال ہے۔ (لمحاتِ کرم، صفحہ نمبر 195)

صوفیاء کا یہی طرۂ امتیاز رہا ہے کہ ان کے نزدیک انسان بحیثیتِ انسان قابلِ احترام ہے اور وہ اپنے درویشوں کے بارے یہ پسند نہیں کرتے کہ دوسرے دُرویش کے ساتھ سوءِ ظن رکھیں بلکہ وہ تو یہ درس دیتے ہیں

زاہد نگاہِ کم سے کسی رِند کو نہ دیکھ
کیا خبر اس کریم کو تو ہے یا وہ پسند

حضور قبلۂ عالم منگانوی m نے جہاں اپنے دُرویشوں کو شریعت و طریقت کے سنہری اصولوں کا پابند کیا وہاں عبادات و معاملات کی ادائیگی کی ترغیب بھی فرمائی۔ اس ضمن میں حضور قبلۂ عالم منگانوی m کے بڑے پیارے مرید صادق اور خلیفۂ مجاز پیر سید رفاقت علی شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ منگانی شریف ایک مرتبہ حضور قبلۂ عالم کی طبع مبارک کچھ زیادہ ہی ناساز ہوگئی۔ تمام درویشوں کو حجرہ شریف سے نکال دیا گیا۔ صرف میں اکیلا حسب الارشاد حاضر خدمت رہا۔ طبیعت میں اس وقت عجیب بے چینی تھی۔ کبھی بیٹھے، کبھی لیٹتے، کبھی تکیے سے ٹیک لگاتے اور کبھی نیچے صف (چٹائی) پر اتر کر بیٹھ جاتے۔ اہلیانِ آستانہ پر بہت مشکل گھڑی تھی۔ اکثر و بیشتر افراد حویلی میں بھی پریشان و مضطرب کھڑے تھے۔ اتنے میں حضور m نے فرمایا رفاقت شاہ جاؤ باہر دیکھ آؤ مغرب کی اذان ہوگئی ہے یا نہیں؟ میں باہر نکلا تو برآمدہ میں میاں محمد حسین کلس کھڑے تھے انہوں نے بتایا کہ ابھی اذان ہوئی ہے۔ میں نے اندر جا کر عرض کی۔ حضور کو اس

وقت بہت تکلیف تھی پھر بھی چارپائی سے نیچے اترے اور قدموں کے وزن پر بیٹھ گئے۔ لیکن جسمِ اطہر پر کپکپی طاری تھی۔ پھر آپ نے اپنے بائیں ہاتھ اور بازو سے اپنی ٹانگوں کو مضبوطی سے سینہ اقدس کے ساتھ تھام لیا۔ جس سے جسم میں قدرے سکون آ گیا اور کپکپی رک گئی۔ حضور نے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کے اشارہ سے نہ صرف نمازِ مغرب ادا کی بلکہ آخر میں نفل اوابین بھی پڑھے بعد ازاں مجھے فرمایا رفاقت شاہ! جس حالت سے میں گزر رہا ہوں اگر کوئی میرا مرید اس حالت میں بھی ہو تو اسے میرا پیغام دینا کہ نماز کبھی نہ چھوڑے۔ سبحان اللہ میں حیران تھا کہ جو حالت اس وقت حضور m کی تھی وہاں تو شریعت میں بھی رعایت ہے لیکن قافلۂ غوثیہ کے اس سالار نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ اس حالت میں بھی درویش پر شریعت کی پاسداری اور فرائض کی تکمیل ضروری ہے۔

ایسی ہی پاکیزہ تعلیمات اور فعل وقول کے حسین امتزاج سے ایک طرف اگر ایک مریدِ صادق کو مقصدِ حیات کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف اس مقصد کی طرف سفر کو جاری رکھنے کے لیے زادِ راہ کی تعیین ہوتی ہے۔ مقصد جس قدر پاکیزہ ہوگا کوشش اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ صوفیاء کرام n کا یہی طرۂ امتیاز رہا ہے کہ جو زبان سے کہتے ہیں وہ عملاً کر گزرتے ہیں۔ جہاں تعلیم کی طرف توجہ دیتے ہیں وہاں عملی طور پر تربیت کا بھی خصوصی خیال رکھتے ہیں۔

حضرت قبلۂ عالم منگانوی m نے اپنے خلفاء و متوسلین کے سامنے سب سے پہلے اپنا کردار بطور عملی نمونہ پیش کیا اور کبھی وہ بات کسی کو نہ کہی جس پر خود عمل پیرا نہ تھے۔ جو بھی آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوا پہلے ہی دن سے اس کی تعلیم و تربیت شروع کر دی۔ سب سے پہلے سابقہ گناہوں کی توبہ کروائی اور بیعت کر کے حضور غوثِ اعظم h کے دستِ اقدس سے وابستہ کر دیا۔ پھر سب سے پہلے جن وظائف کی تلقین کی وہ نمازوں کے بعد پڑھنے کا حکم ہوتا۔ جب کوئی نماز کا پابند بن جاتا تو فرماتے درویش پر چھ نمازیں فرض ہیں۔ پچھلی رات کو بیدار ہو کر تہجد بھی پڑھا کرو۔ پھر تہجد کے فضائل و برکتیں بیان کرتے۔ جب آپ m کا مرید تہجد کا

پابند ہو جاتا تو پھر اسے مختلف وظائف عطا فرماتے۔ ہر مرید کی درجہ بدرجہ ہر وقت تعلیم و تربیت جاری رکھتے۔ جس کی وجہ سے وہ گھنٹوں خدا کی یاد میں محو رہتا۔

حضور قبلۂ عالم منگانوی m کی خصوصی توجہ اپنے خلفاء و متوسلین پر ہوتی۔ جس شخص کو خلافت عطا فرماتے نہ صرف اسے تربیت کے مراحل سے گزارتے بلکہ ہمہ وقت اس پر کڑی نگاہ رکھتے۔ خود بھی نگاہِ ولایت سے اس کے احوال کا مشاہدہ کرتے اور اس کے اقربا اور قریب رہنے والے درویشوں سے بھی اس کی ایک ایک بات پوچھتے۔ نہ صرف اس کی عبادات کے معمولات پر بازپرس کرتے بلکہ اس کے کردار پر گہری توجہ رکھتے۔ اپنے خلفاء کو عام مجلس میں بھی سمجھاتے اور تنہائی میں بھی ان کی راہنمائی فرماتے۔ آپ m کے بیسیوں ایسے خلفاء ہیں جن پر ایک کرم خاص نمایاں ہے لیکن آپ کی تربیت کے فیض کا اعلیٰ نمونہ حضرت قبلہ پیر محمد مظہر حسین مدظلہ العالی ہیں۔ آپ کی عبادات، اشغال اور اخلاق و کردار کے ایک ایک عمل میں حضور قبلۂ عالم m کا فیض نمایاں ہے۔

آپ m نے خلفاء کی تعلیم و تربیت کا ایسا حق ادا کیا کہ ایک دن آپ کی مجلس میں اکثر خلفاء بیٹھے تھے۔ آپ m نے فرمایا میں آجکل تمہارے اعمال میں فرق دیکھ رہا ہوں۔ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم نے کیا حال بنا رکھا ہے؟ اگر میری طرف سے کوئی کمی رہ گئی ہے تو میرا بازو پکڑ کر کہو آپ نے ہمیں کچھ نہیں دیا اور اگر تم میں سے ہر ایک پر مقامِ فقر آیا ہے اور خود تم نے مشاہدہ بھی کیا ہے تو اب اس نعمت سے دور کیوں ہو رہے ہو۔ اگرچہ آپ کی ذات نہایت شفیق و کریم تھی لیکن تربیت کے معاملے میں ذرا بھی رعایت نہ کرتے تھے اور یارانِ طریقت کے احوال کی کڑی نگرانی فرماتے اور انہیں تمام پیر بھائیوں کے لیے ایک نمونہ بننے کی تلقین کرتے۔ (بحوالہ لمحاتِ کرم صفحہ نمبر 283-284)

صوفیاء کرام f کی تعلیم و تربیت اور عام آدمی کی تعلیم و تربیت میں یہی فرق ہے ایک عام انسان ظاہری طور پر تربیت کا اہتمام کرتا ہے اور صوفیاء ظاہر و باطن میں یکا نگت اور خلوت و

جلوت کو ایک ہی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ دونوں کو مزین فرما کر اپنے متوسلین کی تربیت کا خیال رکھتے ہیں اور شریعت و طریقت کا حسین امتزاج جو کہ تصوف کی ایک کامل ترین صورت ہے۔ عملی طور پر پیش کرتے ہیں تا کہ ایک مرید صادق اپنے آپ کو پہچان کر معرفتِ حق کی منزل پر فائز ہو سکے اور حقیقی عزت پا سکے۔

پیر محمد طاہر حسین [illegible] لمحاتِ کرم میں [illegible] تے ہیں۔ میاں محمد حسین کلس، ایک شخص کو جو لانگ قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اسے مرید کروانے کے لیے اپنے ساتھ دربار شریف پر لائے۔ وہ نیا آنے والا شخص اپنے آپ کو بزرگ سمجھتا اور کہتا مجھے رسول کریم ﷺ اور حسنین کریمین j کی اکثر زیارت ہوتی ہے اور کہا ہے گا ہے روحانی طور پر میرے گھر بھی تشریف لاتے ہیں۔ ان باتوں کا ذکر اس نے حضور قبلۂ عالم منگانوی m سے بھی کیا۔ آپ m نے اسے مرید نہ فرمایا بلکہ اجازت دیکر رخصت کر دیا۔ بعد ازاں ہم سے ارشاد فرمایا یہ شخص اپنے آپ کو بزرگ سمجھتا ہے۔ اگر اسے کچھ فقیری دیں تو کہے گا میں پہلے ہی فقیر تھا۔ اگر نہ دیں تو کہے گا ان کے پاس کچھ نہیں۔ یہ ضرور ایک دفعہ شیطان کا مرید ہوگا، پھر خدا جانے۔ میاں محمد حسین کہتے ہیں میں جب گھر واپس گیا تو وہ شخص میرے پاس آیا پوچھا، حضور قبلۂ عالم m نے میرے بارے بھی کچھ ارشاد فرمایا؟ میں نے حضور m کا فرمان من وعن اسے سنا دیا۔ وہ غصہ میں آ گیا اور کہا میں ابھی سیال شریف جا کر خواجہ محمد قمر الدین سیالوی m کا مرید ہوتا ہوں۔ جب وہ خواجہ صاحب m کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ m نے فرمایا میاں یہاں ہفتہ عشرہ رہو پھر تمہیں مرید کریں گے۔ اس نے کہا میرے گھر میں کافی مال مویشی ہیں۔ میں اتنے دن نہیں رہ سکتا۔ آپ m نے فرمایا پھر جا اپنی مویشیوں کا مرید ہو۔ پھر وہ ڈالاں والا موڑ تھل شیخ محمد صادق نقشبندی کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے بھی رہنے کا فرمایا۔ لیکن اس نے مال مویشی کا عذر کیا تو فرمایا جا اپنی کا مرید ہو۔ آخر ہائی سکول لانگ شمالی میں ایک چپڑاسی نے اسے اپنے مرشد جس کا نام قمر شاہ تھا کا مرید کروا لیا۔ ابھی پندرہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ اسی چپڑاسی کی لڑکی قمر شاہ لے کر فرار ہو گیا۔ ایک روز وہ

لانگ جا رہا تھا تو بابا محمد حسین گلس نے اسے کہا یار سنا ہے تیرا پیر حج پر گیا ہوا ہے۔انہوں نے کہا نہ وہ میرا پیر ہے نہ میں اس کا مرید ہوں۔میں نے کہا دیکھو ہمارے حضور قبلۂ عالم منگانوی کا فرمان تو پورا ہو گیا اور تو ایک مرتبہ شیطان کا مرید ہو گیا۔اب آگے تیری قسمت!

اس واقعہ کے ذکر کرنے کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ ان پاک ہستیوں کے پاس انسان جائے تو اپنے آپ کو مٹا کر جائے۔اعتراض کی بیماری سے آزاد ہو، خلوصِ نیت سے دل آباد ہو۔ اگر نیت صاف نہیں، اعتراضات دل میں لیکر گیا، شریعت و طریقت کے آداب کا خیال نہ رکھا، شیخ کی حرکات و سکنات کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتا رہا تو نا کام ہی واپس لوٹے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ایک انسان مریدِ صادق بن کر طلبِ صادق لیکر اللہ کے نیک بندوں کی محبت اختیار کرنے کا ارادہ لے کر جائے تو ان لوگوں کی حرکات و سکنات اور قول و فعل اس کے لیے مینارۂ نور ثابت ہو سکتے ہیں۔بلکہ ان کے جسم سے مس ہونے والی اشیاء بھی گمراہ لوگوں کے لیے ہدایت کا سبب بن سکتی ہیں۔

پیر محمد طاہر حسین مدظلہ العالی لمحاتِ کرم کے صفحہ نمبر 206 پر رقمطراز ہیں کہ پیر سید جعفر حسین شاہ بخاری (موچیوالہ) بیان کرتے ہیں کہ میں ابتداء میں کچھ عرصہ شیعہ رہا لہٰذا صوفیاء کے متعلق میرا عقیدہ درست نہ تھا۔میرا خیال تھا فقیر کچھ نہیں کر سکتا۔ایک دن یہی بات میں نے حضور قبلۂ عالم منگانوی m کی خدمت میں عرض کر دی۔

آپ m نے فرمایا فقیر تو فقیر رہا فقیر کے استعمال کا کپڑا بھی بہت کچھ کر لیتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اگر میں اپنی ٹوپی تیرے سر پر رکھ دوں تو تجھے گھر والے بھی نہیں پہچانیں گے۔میں نہ مانا اور کہا یہ تو ایک ٹوپی ہے۔اگر دس ٹوپیاں میرے سر پر رکھ دیں پھر بھی کچھ نہ ہوگا۔یہ سن کر حضور m نے اپنی ٹوپی میرے سر پر رکھ دی اور فرمایا کہ گھر چلے جاؤ۔اگلے جمعہ کو تمام حالات آکر بتا دینا۔میں گھر کو روانہ ہوا۔اپنے چک 214 کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ چوکیدار اللہ دتہ نے مجھے دور سے دیکھا۔تیز تیز چلتا ہوا قریب آیا اور آتے ہی ادب سے جھک کر سلام کیا۔کہنے لگا حضور!

آج کیسے تشریف لائے۔ برائے مہربانی میرے گھر قدم رنجہ فرمائیں۔ وہ نہایت مودبانہ انداز سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔ جب اس کے گھر داخل ہوئے تو بیوی سے کہنے لگا نئی چارپائی اور بستر نکالو۔ ہمارے گھر میں حضورقبلۂ عالم تشریف لائے ہیں۔ میں بیٹھ گیا۔ اسکی بیوی قریب آئی اور توجہ سے دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد خاوند سے مخاطب ہو کر کہنے لگی یہ تو پیر جعفر شاہ ہے۔

اللہ دتہ ندامت کے مارے ہنس کر کہنے لگا شاہ صاحب! معاف فرمائیں میں بھول گیا تھا مجھے تو حضورقبلہ عالم منگانوی معلوم ہوئے۔ میں جلدی سے اُٹھا اور گھر کی راہ لی۔ دروازے کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ بیوی نے اونچی آواز میں کہا ارے تم کون ہو؟ شرم نہیں آتی سادات کے گھر میں داخل ہو گئے ہو۔ نکل جاؤ ہمارے گھر سے۔ میں حیران تھا کہ بیوی میری کیسی عزت افزائی کر رہی ہے۔ میں نے کہا تو نے میری بے عزتی کی ہے۔ خاوند کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے جو تو نے کیا۔ میں ابھی تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ اب اس نے مجھے پہچان لیا اور کہنے لگی میں نے تمہیں پہچانا نہیں تھا۔ تم آج پہلے والے نہیں ہو بلکہ کچھ اور نظر آتے ہو۔ میری بات پہ یقین نہ آئے تو ذرا اپنی خالہ کے گھر جا کر دیکھو وہ تمہیں پہچانتی ہے کہ نہیں۔ ساتھ ہی خالہ جان کا گھر تھا۔ میں اُٹھا اور ان کے گھر چلا گیا۔ ابھی دو تین قدم چلا ہی تھا کہ خالہ جان کی نظر ادھر اُٹھی اور گھر سر پر اُٹھا لیا کہنے لگی ہائے یہ کون ہمارے گھر میں آ گیا۔ موصوف نے گالیاں بھی دیں اور کہا گھر سے نکل جاؤ۔ تمہیں پتہ نہیں یہ کس کا گھر ہے۔ اگر خیرات ہی لینی تھی تو باہر سے صدا دیتے۔ بے شرم کہیں کے نکل جاؤ۔ انہیں قدموں پہ واپس دوڑا۔ گھر آتے ہی ٹوپی مبارک سر سے اتار دی۔

اگلے جمعہ کو حضورقبلۂ عالم m کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ گذشتہ دن کی پوری آپ بیتی سنائی اور معافی مانگی۔ ہاتھ جوڑ کر ٹوپی مبارک واپس کی اور مان گیا کہ فقیر تو فقیر رہا اس کے جسم مبارک سے مس ہونے والا کپڑا بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔

ان لوگوں سے اس قسم کی کرامات کا ظہور فخر و مباہات یا اپنے آپ کو صاحب کرامات ثابت کرنے کے لیے نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسی چیزوں کے ظہور سے دوسرے لوگوں پر برتری ظاہر

کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں بلکہ بھٹکتی انسانیت کی راہنمائی کے لیے اور شعبدہ بازوں کی حرکات کا رد کرنے کے لیے بعض اوقات اس قسم کے اموران سے صادر ہوتے ہیں اور اپنے چاہنے والوں کی اس انداز میں تربیت کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ جب بھی فخر و غرور یا وردووظائف سے پیدا ہونے والی برتری یا اس قسم کی کوئی چیز اپنے کسی غلام وخادم میں دیکھتے ہیں تو اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش فرماتے ہیں اور شیطان کے مکروفریب سے محفوظ رکھتے ہیں۔

ایک دفعہ کسی درویش کا خط آیا جس میں اس نے کسی غلطی کی معافی کے لیے عرض کیا۔ حضور قبلۂ عالم منگانوی m نے میاں محمد یار نصر کو ارشاد فرمایا اس خط کا جواب لکھو۔ آپ m نے مضامین خط کے علاوہ یہ بھی لکھوایا کہ "ہم نے تمہیں سب کچھ عطا کیا جو تجھ میں سما سکتا تھا۔ مراقبہ، مشاہدہ، کشف القبور، وظائف، آیۃ الکرسی، سورۂ مزمل شریف کا وظیفہ سب کروایا لیکن تمام مدارج طے کرنے کے بعد بھی شیطان کے مکروں سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ یہ مقام تو مجاہدۂ نفس سے حاصل ہوتا ہے۔ وردووظائف کر لینے سے بس نہیں ہوتی۔

یہی وہ چیز ہے جو ایک دُرویشِ کامل اور کاروباری عامل میں حدِ فاصل کا کام کرتی ہے کیونکہ شیخِ کامل مریدِ صادق کو آفاتِ نفس سے بچا کر وردووظائف سے حاصل ہونے والے مدارج کی حفاظت کرتے ہوئے روحانی و باطنی قوت سے مالا مال کر کے نورِ یقین سے اس کا دل منور کرتا ہے جبکہ ایک کاروباری عامل اپنے آس پاس آنے والوں کو دنیا کا دلدادہ بناتے ہوئے، شعبدہ بازیاں سکھاتے ہوئے دین و دنیا سے محروم کر دیتا ہے کیونکہ اس کا مطمحِ نظر معرفتِ حق نہیں بلکہ طلبِ دنیا ہوا کرتا ہے، شہرت کا طلبگار رہتا ہے۔

پیر سائیں طاہر حسین زادہ اللہ علماً و عملاً مولانا شیر محمد قادری کے حوالہ سے ایک دلچسپ واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ مولانا شیر محمد قادری، حضور قبلۂ عالم منگانوی کی طرف سے خرقۂ خلافت سے نوازے گئے۔ آپ ایک فقیر منش درویش اور عالم باعمل تھے۔ قبلۂ عالم m کے جاں نثار محب اور صاحب علم و فضل شخص تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ موضع شیخ چو بڑ سے ایک یوسف شاہ

میرا دوست تھا۔ اس نے ایک روز کتاب شمع شبستانِ رضا میرے حوالے کی۔ اور اس میں سے ایک خاص عمل کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ یہ وظیفہ کرو۔ چند دنوں کے بعد تمہارے سامنے ایک بہت بڑا بت (ہمزاد) ظاہر ہوگا۔ پھر کسی شیخ کامل سے اجازت لیکر اگلا وظیفہ شروع کرنا جو اسی کتاب میں درج تھا۔ مجھے بتایا کہ وظیفہ مکمل کرنے کے بعد تو اس بت سے جو بات کہے گا وہ پوری کرے گا۔ میں گھر آیا اور وظیفہ شروع کر دیا۔ واقعی ایک بہت بڑا وحشت ناک بت جس کا سر آسمان تک بلند تھا میرے سامنے حاضر ہو گیا۔ مجھے خوف تو آیا لیکن میں نے پرواہ نہ کی۔ دوسرے دن صبح سویرے میں وہ کتاب ہاتھ میں لیے منگانی شریف حضور قبلۂ عالم منگانوی m کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیٹھتے ہی قبلۂ عالم منگانوی m نے فرمایا کتاب مجھے دکھاؤ۔ میں نے پیش کر دی اور تمام واقعہ بھی عرض کیا۔

حضور قبلۂ عالم m نے کتاب سے وہ عمل خود بھی پڑھا۔ اور فرمایا میں اجازت دیتا ہوں مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تیرا کام بھی ہو جائے گا۔ تیرے بے شمار مرید بھی ہوں گے۔ آگے تو ہوگا پیچھے مخلوق ہوگی۔ تیرے پاس کار بھی ہوگی۔ تیرا روضہ بھی بنے گا۔ اس جہاں میں تیرا خوب چرچا اور دھوم دھام ہوگی۔ لیکن اگلے جہاں کا ذمہ ہم نہیں اٹھاتے۔ یہ عمل کرنے سے تیری اولاد دنیادار اور خراب ہو جائے گی۔ میں نے عرض کی اگلے جہاں کا ذمہ آپ اٹھائیں تو وظیفہ کرتا ہوں ورنہ نہیں کروں گا۔ کافی سارے درویش حاضرِ مجلس تھے۔ پیر گامے شاہ اور دولت علی خان بلوچ نے کہا حضور! اسے اجازت دیں۔ اس جہان میں تو دھوم ہوتی ہے۔ اگلا جہان دیکھا جائے گا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کر تو آنہ ہے، مرد قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ مانگ اجازت حضور سے اس جہاں میں تو عیش کرے گا۔

حضور قبلۂ عالم منگانوی m نے فرمایا یہ مانگے میں اجازت دیتا ہوں۔ میں نے عرض کی حضور اگلے جہان ساتھ رکھیں تو اجازت مانگتا ہوں ورنہ نہیں۔ آخر کچھ دیر کے بعد حضور نے فرمایا یہ کام ہمارا نہیں، ہمارا کام تو معرفتِ حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ ہماری دولت تو فقر ہے۔

ہمیں تو اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لینا ہے۔ جو کام خود نہیں کیا دوسروں کو کیسے کہیں۔ نہ ہم نے خود ایسا عمل کیا ہے نہ کسی کو اجازت دیتے ہیں۔ میں نے عرض کی حضور! پھر مجھے بھی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ m نے میری بات سن کر مجھے اپنے پاس بٹھا کر نہایت خوشی اور مسرت کے عالم میں مجھے اپنی بانہوں میں لے کر سینے سے لگا لیا۔

بعد ازاں اہلِ مجلس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے درویشو! سن لو ابھی قیامت دور ہے۔ قیامت تب قائم ہوگی جب اس جیسا ایک بندہ بھی نہیں رہے گا۔ جو اپنے پیر و مرشد کو پسند کرے اور دنیا کو ناپسند کرے۔ حضور m بے حد خوش ہوئے اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ فرمایا جاؤ اللہ تمہیں بھلائی عطا فرمائے گا۔ کبھی تنگ دستی نہ ہوگی۔ تیری اولاد بھی اچھی ہوگی۔ لوگ تیرے مرید بھی ہوں گے۔ آپ کی دعا حرف بہ حرف میرے حق میں پوری ہوئی اور اس کے ثمرات آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

راقم السطور کی یہی گزارش ہے کہ انسان کو آفاتِ نفس سے محفوظ رہنے کے لیے اور روحانی بیماریوں کا علاج تلاش کرنے کے لیے کسی شیخِ کامل کے دامن سے وابستہ ہونا چاہیے۔ اور پھر اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی زندگی بسر کرے تاکہ تزکیۂ اخلاق کے عمل سے گزر کر اپنے رب کریم عزوجل سے رابطہ مستحکم کر سکے اور اپنے مرشد کے وسیلہ سے ذاتِ حق کو اپنے اندر موجود پا کر فکر و غم سے آزادی حاصل کر سکے۔ کیونکہ کامیابی کو یقینی بنانے کے لیے اور اپنے رب کریم کو اپنے اندر موجود پانے کے لیے کسی مرشدِ کامل کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس طرح قبلۂ عالم مثنوی m نے ارشاد فرمایا "روح و جسم ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں لیکن روح کو ہم نہیں دیکھ سکتے اسی طرح ذاتِ حق بھی ہمارے اندر موجود ہے لیکن بغیر مرشد کے دیکھنا ناممکن ہے"۔

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین m

جن کے در و بام پر عشق برستا ہے

پروفیسر ڈاکٹر شاہد حسن رضوی☆

شہزادہ دارا شکوہ نے یہ شعر شاید خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m جیسے بزرگ پاک طینت کے بارے میں رقم فرمایا:

عاشق گردد، ہر کہ بکویت گزرد
آری ز در و بام تو می بارد عشق

(یعنی جس کا تیری گلی سے گزر ہوتا ہے عاشق ہو جاتا ہے۔ بے شک تیرے در و بام سے عشق برستا ہے)۔

حضرتِ کرم m کی زیست معطر و مطہر پر اک نظر ڈالی جائے تو اس شعر کی عملیت کا یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ آپ کی گلی سے ہر کس و ناکس کا گزر نہیں ہوتا صرف محبت سے معمور و مُصفّیٰ دل ہی اس گلی سے گزر کا اذن پاتے ہیں اور یہ عشاق بلا تامل پکار اٹھتے ہیں کہ ہمارے اس خانہ ویران (یعنی دل) میں چراغ نہیں یہ تمہاری آتشِ عشق ہے جس سے یہ گھر روشن ہوا ہے اور اے موت ابھی ٹھہر جا، میرے دل و جاں میں محبوب کی آگ باقی ہے۔ اے موت ابھی ٹھہر جا کہ میرا محبوب کے ساتھ سلسلہ کلام جاری ہے۔ حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین m کا مذہب و مسلک عشق تھا اور اس عشق کی بنیاد یہ نعرہ ٹھہرا کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆صدر شعبہ تاریخ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
☆☆جنرل سیکرٹری اُردو اکیڈمی، بہاولپور

اور یہی وہ سرچشمہ ہے جہاں سے عشاق فیض نور بصیرت پاتے ہیں۔ یہ اسی نور بصیرت کی فیض رسانی تھی کہ آپ کا عقیدہ آفاقی اور دلوں کو مائل بہ منزل مقصود کرنے والا تھا۔ آپ کا یہ قول قول زریں اور نوشتہ دیوار کی مانند اہل علم و عشق کے لئے جادہ منزل نما ہے کہ "لوگو! اگر تمہارے نزدیک اہل بیت کا محبّ ہونا شیعہ ہے تو میں سب سے بڑا محبّ ہوں۔ شیعہ حضرات اس قدر اہل بیت سے محبت نہیں رکھتے جتنا کہ میں محبت رکھتا ہوں۔ اگر تم وہابی اسے کہتے ہو جو کہ توحید کو مانتا ہے تو میں سب سے بڑا توحید پرست ہوں اور اگر تم سنی اس کو سمجھتے ہو جو سرکار دو عالم ﷺ سے والہانہ عشق و محبت رکھتا ہے تو یاد رکھو سب سے بڑا سنی میں ہوں"۔

اس عقیدے کی مزید وضاحت آپ کے اس بیان جلی سے ہوتی ہے کہ "خالص اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں اور حضور ﷺ سے اپنی جان، مال، ماں باپ، اولاد حتیٰ کہ ہر چیز سے بڑھ کر محبت رکھتے ہیں اور حضور ﷺ کی نسبت کے باعث اہل بیت عظام اور صحابہ کرام j سے نہ صرف محبت رکھتے ہیں بلکہ ان کی محبت ایمان کا حصہ تصور کرتے ہیں۔ اللہ کریم کے فضل سے ہم اس گروہ میں شامل ہیں اور یہی ہمارا ایمان و عقیدہ ہے"۔

اور یقیناً ایسے عشاق پاک طینت ہی یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں "ھــــــــــــــــــــا

المومنین عرف اللہ تعالیٰ میں درج ہے: "سچے عاشق کی اطاعت اور محبت یہی ہے کہ وہ اپنے اللہ کی خوشنودی کی خاطر ہر طرح کے مصائب کو بھی نعمت تصور کرے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں محروم ہو جانے کو قرب الٰہی کا موجب سمجھے۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ عز و جل کو افضل جانے۔ عاشق کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام استعدادوں کی صرف طاقت حق کے حصول کے لیے استعمال کرے"۔ اور حضرت امیر خسرو m کے بقول:

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

اور اسی مضمون کو کبیر کے رنگ میں دیکھئے:

تو تو کرتا تو ہوا ، مجھ میں رہی نہ ہو

جب آپا پر کا مٹ گیا جت دیکھوں تت تو

اور مولانا رومی m فرماتے ہیں: ''حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی کیفیت کا سمجھنا عقل سے بعید ہوتا ہے۔ یہ کیفیت ایسی ہے کہ سمندر میں گرنے والا قطرہ نہ تو قطرہ ہوتا ہے اور نہ ہی سمندر کے کام سے جانا جا سکتا ہے۔ اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جسے اس کا تجربہ ہو''۔

اسی تجربے کا والہانہ اظہار ہمیں فرید الدین عطار m کے ہاں بھی ملتا ہے:

دریں دریا کہ ہستم نہ من ہستم نہ دریا ہم

ندانند ہیچ کس ایں سر مگر آنکس چنیں باشد

(جب بحرِ وحدت میں انسان اپنے آپ کو گم کر لیتا ہے تو نہ تو اس کی اپنی کوئی ہستی باقی رہتی ہے اور نہ ہی بحر اس میں نظر آتا ہے اور اسی میں وہ رازِ ہستی پوشیدہ ہوتا ہے کہ جس کو کوئی نہیں پا سکا)۔ گویا ؎ نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

عشق کی انہی کیفیات کا پرتو ہمیں قبلہ عالم پیر محتشم محمد کرم حسین m کے ہاں اوجِ کمال پہ ملتا ہے۔ ان کیفیات کا عکس ہمیں آپ کی تحریروں میں بھی ملتا ہے۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ''تنویر الابرار'' میں حضور ﷺ کا یہ فرمان عالی شان درج فرمایا ہے کہ لو ان عبدین تحابا فی اللہ احد بما فی الشرق والاخر فی الغرب یجمع اللہ بینھما یوم القیامۃ یقال ھٰذا الذی کنت تحبہ فیّ یعنی اگر دو شخصوں میں محض اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت ہو ان میں سے ایک مشرق میں رہتا ہو اور دوسرا مغرب میں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دونوں کو یکجا کر کے فرمائے گا کہ اس سے تم محبت کرتے تھے۔ اب ملاقات کرو کیونکہ تمہاری باہمی محبت محض میری خاطر تھی۔

حضرتِ کرم m عشق کے باب میں یوں فرماتے ہیں: وَاتَّخِذُوا مِن مَّـ
اِبْرٰہِیمَ مُصَلًّی (نقشِ پائے ابراہیمی کو مصلے بنالو)۔

بالفاظِ دیگر:

میری زندگی بھی عجیب ہے ، میری بندگی بھی عجیب ہے
جہاں مل گیا تیرا نقشِ پا وہیں میں نے سر کو جھکا دیا

(جہاں مل گیا تیرا نقشِ پا اسے کعبہ میں نے بنا لیا)

اصل نماز ہے یہی ، روح نماز ہے یہی
میں تیرے رو برو رہوں ، تو میرے رو برو رہے
(لاصلوٰۃ الابحضورالقلب)

آپ m نے عصائے عشق کو ضربِ کلیمی قرار دیتے ہوئے روایتی رشد وارشاد کے طریق کو رد کیا۔ اور مرشد و مرید کے رشتے کو نئے جہانِ معانی سے آشنا کیا۔ اس سوال کے باب میں کہ مرشد شریعت کے اعتبار سے کیا ہونا چاہیے؟ آپ m نے فرمایا "مرشد یا پیر وہ ہے جس کی اپنی مرضی یا خواہش جاتی رہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنا سراپا بنا لے اور جو عمل حضور ﷺ نے نہیں کیا وہ اس کو نہ کرے، مرشد کا شیشۂ دل اتنا صاف ہو کہ جملہ اخلاق و اوصاف نبوی جلوہ گر ہوں۔ اس مقام پر پہنچ کر صفات نبویہ سے متصف ہونے کے باعث حق سبحانہٗ تعالیٰ کے تصرف کا مظہر بن جائے اور اس کے خدائی تصرف کی بدولت صاحبانِ استعداد کے باطن میں تصرف کرے اور اپنے لئے کامل طور پر خالی ہو کر حق سبحانہٗ تعالیٰ کی مراد کے لئے آمادہ ہو جائے"۔

جبکہ مرید کی اصلاح کا طریق کار آپ نے درج ذیل پند و نصائح کے ذریعے بالصراحت ارشاد فرمایا:

۱۔ میرے ہر مرید پر واضح ہو کہ یہ دنیا فانی چند روزہ گذشتنی اور گذاشتنی ہے۔ کم از کم نماز روزہ بقدر ہمت حج زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد طریقت کے وظائف و اذکار ضرور بہ ضرور کرے۔ نفی اثبات، پاس انفاس، تصور شیخ اگر دن میں ایک دفعہ نہ کر سکے تو دوبارہ جا کر بیعت کرے۔ دیگر شجرہ شریف ضرور یاد کرے، روزانہ وظیفہ کرے یا کم از کم پاس ضرور رکھے بوقت مرگ اس کے کفن میں ہونا چاہیے۔ کم از کم پنج سورہ یا ایک دو تسبیح درود شریف پڑھ کر اپنے تمام پیران عظام کو ایصال ثواب کرے ضروری تاکید ہے۔

۲۔ جب تک مرید فنافی الشیخ کی منزل کو حال قول و فعل سے حاصل نہیں کر لیتا اسے کوئی کرامت حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ فنافی الرسول ہو سکتا ہے۔ جب فنافی الرسول ہو جاتا ہے تو اس سے کئی کئی کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور باطن میں روزانہ یا کبھی کبھی حضور ﷺ کی زیارت عالم رویا میں کرتا رہتا ہے اور شریعت میں کامل اکمل ہوتا ہے۔ اس کا طیب سے فنافی اللہ ہو جاتا ہے۔ حدیث اور قرآن میں ایسا ماہر ہو جاتا ہے کہ اس کی بول چال، اوڑھنا بچھونا، قول فعل حال قرآن و حدیث کے عین مطابق ہو جاتا ہے۔ اس میں جس نے دوام حاصل کیا وہ بقا باللہ کی منزل میں پہنچ گیا۔

۳۔ ہر مرید پاس انفاس خفی کے ساتھ تصور شیخ اخفی کو لازمی ساتھ رکھے کیونکہ بغیر تصور شیخ قلب خیالات نفس کا اکھاڑہ بن جاتا ہے جس سے یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔ انسان کم از کم اپنے دل کی تاریک وادی میں پیر کامل کا تصور ضرور شامل حال رکھے تاکہ کوئی غیر خیال تصور شیخ کی موجودگی میں قلب پر اثر انداز نہ ہونے پائے اور قلب یکسو ہو کر اطمینان کے ساتھ پاس انفاس کے ذکر پاک میں محو و مستغرق رہے۔ اگر خیالات نفسی زور پکڑیں تو نفی اثبات با معنی با جلی اختیار کرے پھر مراقبہ کرے پھر نفی اثبات پڑھے پھر مراقبہ کرے ان شاء اللہ العزیز جلد پاس انفاس میں لذت پا کر ورد جاری رکھ سکے گا۔ یہ طریقت کے اذکار ہیں۔ جیسے شریعت کے اعمال سے ظاہر صاف ستھرا ہوگا ایسے ہی طریقت کے اعمال سے باطن شفاف اور پاکیزگی حاصل کرے گا۔ اس میں شیخ طریقت کی زیارت اور محبت کو بہت زیادہ دخل حاصل ہوگا تاکہ ظاہری طور بھی انس اور

محبت حاصل ہو اور اس کا اثر دل میں اتر جائے ۔ پیر کامل کی مجلس میں آداب ملحوظ خاطر رکھے۔ آداب کعبہ سے آداب مرشد سیکھے، مجلس میں بیٹھ کر تصورِ شیخ کی مشق کرتا رہے۔

۴۔ ہمارے سلسلہ کا کامل مرید سات رات دس تسبیح درود شریف، دس تسبیح قل شریف پڑھ کر اس فقیر کی روح کو ملک کر کے رات کو سو رہے ۔ دن کو غیر شرعی کام سے بالکل پرہیز رکھے ان شاء اللہ العزیز سات رات کے اندر اس فقیر کی زیارت نصیب ہوگی ۔ دنیاوی لغویات سے اجتناب فرض ہے۔

۵۔ طریقت کے ورد و وظائف کرنے والے درویش صادق الیقین پر واضح ہو کہ شریعت محمدی ﷺ کا کامل عامل دنیا کے مکر و فریب اور رذائل سے دور ہو کر وظیفہ کرے پھر اس کے انوار دیکھے ۔ ان شاء اللہ العزیز ہماری قبر کو بھی دعا دے گا۔

۶۔ جمعۃ المبارک کو شریعت مطہرہ کے مطابق، حالات حاضرہ کے مطابق وعظ وکلام کرنا چاہیے۔ حضور شافع یوم النشور نورٌ علیٰ نور ﷺ کی شان نوری پر بیان کرنا چاہیے ۔ آپ ﷺ کا عالم ما کان و ما یکون، حاضر و ناظر، حیات فی الدارین وغیرہ پر روشنی ڈالی جائے۔

پیر مکرم محمد کرم حسین سرکار m کے ارشادات سونے سے لکھنے کے قابل ہیں ۔ آپ کے ارشادات و ملفوظات میں کرامات اولیاء، اہل ذکر کا بیان، لہو فکریہ، حقیقت دنیا، منازل سلوک، مفاہیم ذکر، بیان اہل فضیلت، اخلاص و توکل و رضا، مقامات تصوف، مقام اولیاء، عقیدہ درویشاں کا بیان اہم ہے۔

اور آپ m کے تصور و تعامل عشق سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ کا نور بصیرت بحر علم و حکمت کا عظیم شناور تھا ۔ جو خودی سے لڑ کر بے خودی تک بحر عشق و طریقت میں غوطہ زن تھا ۔ فنا فی اللہ عشق کا آخری مقام ہے ۔ جب روح بحق رفیق ہو جاتی ہے یہی عارف باللہ کا مقام ہے ۔ پھر وہ زبان سے انا الحق نہیں کہتا بلکہ دل سے نعرہ "انا الحق" لگاتا ہے ۔ اور یہی عقل بیدار روشن ضمیری ہے اور حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین m ایسے ہی مردِ عارف کامل و اکمل

تھے۔بلاشبہ ان کے در و بام پر عشق برستا ہے۔

محبت رسول ﷺ اور حضرت خواجہ

پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m

مولانا محمد صدیق ہزاروی ازہری☆

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں f کو اس لئے مبعوث کیا کہ احکام خداوندی اور رضائے الٰہی کے حصول کیلئے جن امور کی ضرورت ہے ان کی بجا آوری کے سلسلے میں انبیاء کرام f کی اطاعت کی جائے اور ان شخصیات کو اپنا آئیڈیل قرار دیتے ہوئے ان کی اتباع کی جائے۔

اطاعت فرمانبرداری کے سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے **وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ** (پ۵ النساء آیت ۔63)اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے ،اور اس اطاعتِ رسول کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا **ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ** (النساء آیت ۷۹)اور جس نے (اللہ کے) رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔اور یہ رسول ﷺ کی اتباع کو محبت خداوندی کا ذریعہ قرار دیا ،ارشاد خداوندی ہے **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ** (پ۳ آل عمران آیت ۳۰) آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا۔

☆استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار حضرت داتا گنج بخش m سابق شیخ الحدیث

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

گویا اطاعت رسول ﷺ، اطاعت خداوندی کی علامت ہے اور اتباع رسول ﷺ وہ راستہ ہے جس پر چل کر اتباع کرنے والا مومن اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ کسی شخصیت کی بات ماننا یا فرمانبرداری کرنا تین طریقوں سے ہوتا ہے (1) محبت سے (2) لالچ کی بنیاد پر (3) خوف کی وجہ سے۔ ان تینوں میں سے حقیقتاً اطاعت وہی ہے جو خوشی سے ہو کیونکہ اطاعت کا لفظ "طوع" سے بنا ہے اور لفظ طوع "کرہ" کے مقابلے میں ہے، کرہ کراہت سے ہے یعنی مجبوراً اور ناپسندیدگی کے ساتھ کوئی کام کرنا اور طوعاً خوشی سے کوئی کام کرنا اور خوشی سے کسی کی بات ماننے کے پس منظر میں اس شخصیت سے محبت کارفرما ہوتی ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے لئے امر کا صیغہ کر کے اسے واجب قرار دیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے **واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (پ۵ نساء آیت ۵۸)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے ارباب اختیار ہیں (یا اہل علم ہیں)۔ اور اس اطاعت کی بنیاد محبت رسول ﷺ ہے اور یہی محبت ایمان کی بنیاد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا **لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین** (بخاری شریف ج 1 کتاب الایمان حدیث 14) تم میں سے کوئی ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے ہاں اس کے والد اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔ لہذا ہر مومن جب صدق دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ عمل صالح کے بغیر محبت کا دعویٰ جھوٹ پرمبنی ہے۔

محبت کا لفظ حُبّ سے بنا اور حَب دانے کو کہتے ہیں جو زمین میں چھپا ہوتا ہے لیکن اپنا نتیجہ پودے کی شکل میں دیتا ہے، اسی طرح محبت بھی ایک پوشیدہ امر ہے اور اس کا اظہار اطاعت

کی صورت میں ہوتا ہے گویا ایمان کے بعد محبت کی کسوٹی عمل صالح ہے جو اس پر پورا اترتا ہے وہ واقعی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور جو محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اعمال صالحہ سے عاری ہے اس کا دعویٰ بغیر دلیل کے۔ اسی طرح یہ بات بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ بھی پڑھتا ہے اور اچھے اعمال بھی اختیار کرتا ہے لیکن گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا عمل محبت کی علامت نہیں ہے بلکہ اس کے ایمان کا بھی اعتبار نہیں ہے۔

صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار j سے لیکر آج تک امت کے صلحاء، اہل سنت و جماعت محبت رسول ﷺ کی دولت سے مالا مال رہے ہیں اور ان کے سینے ہمیشہ نورِ محبت سے روشن رہے ہیں۔ ان قابلِ قدر شخصیات میں عظیم صوفی پیر طریقت رہبر شریعت حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m بھی شامل ہیں جو زندگی بھر رسول اکرم ﷺ سے محبت کرتے رہے اور عشق

یا الـــــرسول ﷺ ولوالیـ ہے ی المـــر

عشق رسول ﷺ کی کئی علامات ہیں مثلاً آپ کا ذکر کرتے ہوئے اور سنتے ہوئے آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہو جائے۔ حضرت قبلہ پیر محمد کرم حسین m کا بچپن کا زمانہ تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو لحن داؤدی عطا فرمائی تھی اور آپ کے اساتذہ آپ سے اکثر نعت رسول مقبول ﷺ سنا کرتے تھے۔ آپ حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ m کی لکھی ہوئی یہ نعت پڑھا کرتے۔

اج سک متراں دی ودھیری اے ۔۔۔ کیوں دلڑی اداس گھنیری اے

جب آپ اس مصرعہ پر آتے۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء ۔۔۔ گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار رواں ہو جاتے (لمحات کرم ص 48)

جب کوئی شخص بیماری اور نقاہت کی حالت میں ہو تو اس کی گفتگو محدود ہو جاتی ہے لیکن جب اس کے محبوب کا ذکر ہو تو اس کی زبان میں توانائی واپس آ جاتی ہے اور وہ اپنے محبوب کا ذکر کرتے ہوئے تھکتا نہیں ہے۔

حضرت صاحبزادہ ابوالحسن محمد طاہر حسین قادری مدظلہ فرماتے ہیں "شدید دمہ کی علالت کے باعث زندگی کے آخری سالوں میں بہت کم بولتے تھے لیکن جب ذکر حبیب چھڑتا تو اللہ کا فقیر تندرست ہوتا نظر آتا گھنٹوں لگاتار محبوب کی باتیں کرتا ذرا بھی تھکن اور دمہ کی تکلیف نظر نہ آتی، احادیث مبارکہ کو سند کے ساتھ بیان کرتے نعت رسول ﷺ کے اشعار پُرسوز اور پرکیف انداز میں پڑھتے، آپ کی آواز کا سوز اور اس سوز میں عشق رسول ﷺ کی حلاوت حاضرین کی مجلس کو مدہوش کر دیتی، عشق رسول میں ڈوبا ہوا کوئی شعر جب پڑھتے تو پڑھتے ہی منہ سے بے ساختہ آہ نکل جاتی" (تفصیل لمحات کرم ص 227 تا 234)

رسول ﷺ سے عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ اس شخص اور ہر اس چیز سے محبت کی جائے جس کو سرکار دو عالم ﷺ سے نسبت حاصل ہے، وہ مکہ مکرمہ ہو یا مدینہ طیبہ، اہل مکہ ہوں یا اہل مدینہ، سرزمین مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی ہر چیز سے محبت رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے۔ حضرت قبلہ عالم m کے صاحبزادہ والا شان قبلہ پیر محمد مظہر حسین دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں۔

"میں 1984ء میں حج پر گیا کچھ دن لالہ محمد حنیف کے ہاں قیام رہا جدہ چونکہ امر یکن شہر ہے وہاں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں میں واپس آیا تو آپ نے پوری تفصیل پوچھی کہ کتنے دن مدینہ شریف رہے، کتنے دن مکہ مکرمہ میں اور کتنے دن جدہ میں رہے، ایک ایک زیارت کے متعلق مجھ سے تفصیلاً پوچھا میں عرض کرتا رہا۔ پھر میں نے جدہ شہر کے متعلق بتایا کہ وہاں کے لوگ اوپر سے تو عربی جُبے پہنتے ہیں لیکن نیچے مغربی لباس زیب تن کر رکھا ہوتا ہے۔ بس میری یہ بات کرنا تھی کہ حضور ناراض ہو گئے، فرمایا کھڑا ہو جا میں کھڑا ہو گیا فرمایا کانوں کو ہاتھ لگا اور توبہ کر۔ وہ ہمارے حضور ﷺ کا ملک ہے ہر حال میں ہم سے اعلیٰ و برتر ہے تم نے ایسی بات کیوں کی"۔

حضور قبلہ عالم m عرب شریف کی ذرا سی بے ادبی حتیٰ کہ کسی چیز میں بے ادبی کا شبہ ہوتا تو وہ بھی برداشت نہ کرتے (ایضاً ص 228)

رسول اکرم ﷺ سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کی آل اور صحابہ کرام سے

محبت کی جائے اور ان کی عزت و تعظیم میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ قبلہ پیر محمد کرم حسین m سادات کا بہت احترام کرتے تھے، کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے اور اپنے پاس بٹھاتے ان کو نیچے نہ بیٹھنے دیتے اگرچہ خود نیچے بیٹھے ہوتے ان کو کرسی پر بیٹھنے کیلئے اصرار کرتے۔

آپ کا یہ فرمان بہت معروف ہے آپ فرماتے تھے "پانی میلا بھی ہو تو آگ بجھانے کے کام پھر بھی آتا ہے" یعنی سید جیسا بھی ہو اس کا احترام کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے سید خواہ چھوٹا ہو یا بڑا آپ اس کا بڑا لحاظ فرماتے۔

محبت رسول ﷺ جب کسی مسلمان کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو اس میں غیرت ایمان اس قدر جوش مارتی ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار j میں سے کسی کی ذرا سی بے ادبی بھی برداشت نہیں کرتا۔

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین m کی غیرت ایمانی کا یہ انداز آپ کے اس خطاب سے واضح ہوتا ہے جو 1984ء میں آپ نے موضع حویلی لال ضلع جھنگ میں حاجی عبدالمجید براج کے ڈیرہ پر ارشاد فرمایا: خطبہ کے بعد حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں "میرے معززین کرام! ہمارا مذہب الف سے لے کر یاء تک ادب ہی ادب ہے جتنے مذاہب اس سے علیحدہ ہوئے ہیں بے ادبی کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ کسی نے حضور نبی کریم ﷺ کی بے ادبی کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ معاذ اللہ وہ مر کر مٹی ہو گئے ہیں اب وہ کچھ نہیں کر سکتے وہ تو محض چٹھی رساں تھے، ڈاکیے تھے یا ہرکارے تھے قرآنِ مجید دے کر چلے گئے اب بعد میں وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

کسی مولوی (ملعون) نے کہا میرے ہاتھ میں جو عصاء ہے مجھے نبی ﷺ سے زیادہ کام دیتا ہے۔ کسی منافق نے کہا نماز میں نبی ﷺ کے خیال سے گدھے کا خیال بہتر ہے اگر نبی ﷺ کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اگر گدھے وغیرہ کا خیال آجائے تو نماز نہیں

ٹوٹتی (نعوذباللہ من ذالک) ایسے لوگوں کی لمبی داڑھیاں، طویل نمازیں اور لمبی تسبیحوں کے باوجود ہر عبادت، میں سمجھتا ہوں رائیگاں چلی گئی۔ نبی ﷺ کی ذرا سی بے ادبی سارے اعمال کو ضبط (باطل) کر دیتی ہے"۔ (لمحاتِ کرم ص 432)

رسول اکرم ﷺ سے محبت اور عشق کی سب سے اہم علامت یہ ہے کہ آپ کی سنت مطہرہ پر عمل کیا جائے۔ حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m نہ صرف یہ کہ خود سنت کے پابند تھے بلکہ اپنے مریدوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ خلیفہ میاں محمد بخش بھٹی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ (حضرت قبلہ عالم منگانوی m) نے اہلِ مجلس سے فرمایا آج جو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ یعنی داڑھی رکھے گا میں دعا کرتا ہوں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف فرمائے گا اور دوسرا سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت سے وہ فیض یاب ہوگا یعنی اس کیلئے دو انعام ہیں (لمحات کرم ص 284)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے عالم دین اور مرشد طریقت تھے اور غوثیہ قدسیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے والے لوگوں پر اپنے مرشد کے عقیدہ اور عمل کی چھاپ ہوتی ہے اور وہ راہِ راست پر گامزن رہتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں ایسے پاکباز لوگوں کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب قبلہ m کو اپنی برکتوں سے نوازے اور ان کے فیضان کو عام فرمائے آمین۔

حضرت پیر محمد کرم حسین m

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکرِ جمیل

مفتی نصیرالدین نصیر الحسنی ☆

حضرت قبلۂ عالم پیر محمد کرم حسین حنفی القادری نوراللہ مرقدہٗ کے اخلاقِ کریمانہ بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق کی تعریف اور اقسام کو بیان کردیا جائے تاکہ نفسِ مضمون سے مطابقت کے ساتھ ساتھ شخصیت سمجھنے میں بھی آسانی رہے۔

اصولِ فقہ کی متداول کتاب نورالانوار کے خطبہ میں اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے استاذ حضرت شیخ احمد بن ابوسعید المعروف ملا جیون m (جو کہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق h کی اولاد سے ہیں) ارشاد فرماتے ہیں والخلق بوملکۃ یص یسبب الفعل "خلق ایسی مہارت اور صلاحیت کا نام ہے جس سے افعالِ (حسنہ) بآسانی صادر ہوتے ہیں"۔

ملکہ اس کیفیتِ نفسانیہ کا نام ہے جو نفس میں راسخ ہو۔ اِسی کو اردو میں مہارت کہا جاتا ہے۔ اگر وہ کیفیت عارضی ہو تو اس کو حالی کہتے ہیں جیسے شرمندگی کے وقت چہرہ پر سرخی کا آجانا ایک وقتی اور حالی چیز ہے۔ مہارت اس کے برعکس ہے یعنی طبیعت ہی ایسی بن جائے کہ ہر طرح کے حالات و کیفیات میں بغیر کسی تردد کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ اِس کو اخلاق کہا جاتا ہے۔

علمائے اسلام نے اخلاق کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

۱۔ خلقِ حسن ۲۔ خلقِ کریم ۳۔ خلقِ عظیم

☆ مہتمم جامعہ سلطانیہ شورکوٹ شہر

خلقِ حسن یہ ہے کہ برائی کا بدلہ اس جیسی برائی سے دیا جائے۔

خلقِ کریم یہ ہے کہ برائی کا جواب معافی سے دیا جائے (اس کو معاف کردے)۔

خلقِ عظیم یہ ہے کہ برائی کا جواب نہ صرف بھلائی سے دیا جائے بلکہ اس پر مزید احسان بھی کیا جائے۔

جیسے ایک شخص نے آپ کو تکلیف دی ہے۔ جتنی تکلیف اس نے دی ہے آپ اتنی ہی تکلیف اس کو دیں تو یہ خلقِ حسن ہے، اگر اسکو معاف کردیں تو یہ خلقِ کریم ہے اور اگر اسکو معاف کر کے مزید اس پر احسان بھی فرمائیں تو یہ خلقِ عظیم ہے۔ ان تینوں اقسام کا ذکر قرآن پاک میں ہے:

خلقِ حسن کا بیان: سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۴۰ میں ارشاد فرمایا وَجَزٰؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّ
اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر برائی ہے"۔ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۹۴ میں ارشاد فرمایا فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ "تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی" یعنی اگر اینٹ کا جواب پتھر ہو تو پھر یہ ظلم ہوگا۔

خلقِ کریم کا بیان: دوسری قسم خلقِ کریم کا ذکر ان آیات میں ہے: سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۴۰ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ "اور سنور جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے"۔ سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۴۳ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ "بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں"۔

خلقِ عظیم کا بیان: تیسری قسم خلقِ عظیم کی وضاحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۳۴ میں کی گئی ہے وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ "اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور احسان کرنے والوں سے اللہ محبت رکھتا ہے"۔ روح البیان میں اس آیت کے تحت ہے کہ سیدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ j کے ہاں معزز مہمان آئے ہوئے تھے کہ کھانا کھلاتے ہوئے خادم نے کھانا امام حسن h کے کپڑوں پر گرا دیا اور فوراً یہ آیت پڑھی آپ نے فرمایا جا میں

نے معاف کیا۔ پھر اس نے پڑھا واللہ یحب المحسنین آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اساء

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اخلاق مبارکہ کے متعلق ارشاد فرمایا وانک لعلی خلق عظیم آپ کے اخلاق بہت ہی عظیم ہے اس آیت کے تحت مفسر شہیر حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی m نے بہت ساری احادیث مقدسہ نقل فرمائی ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت انس h فرماتے ہیں میں نے پورے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی۔ آپ نے کبھی بھی مجھے اف تک نہ کہا۔ نہ ہی کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر باز پرس فرمائی۔ جب کوئی شخص آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیتا تو جب تک وہ خود نہ چھوڑتا آپ ﷺ نہ چھوڑتے تھے۔

حضرت انس h فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے نجرانی موٹی چادر زیب تن فرمائی ہوئی تھی۔ ایک اعرابی نے سختی سے اس چادر کو کھینچا یہاں تک کہ آپ کے مبارک کاندھے پر اثرات پڑ گئے (سخت تکلیف ہوئی) پھر اس نے آپ سے مال مانگا (اس کے باوجود) آپ مسکراتے رہے اور اُسے مطلوبہ مال دینے کا حکم فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ h سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے مبعوث ہوا ہوں لاتمم حسن الاخلاق خلق کی تکمیل کروں۔ نیز فرمایا میدانِ قیامت میں سب اعمال سے میزان میں بھاری حسن خلق ہوگا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ k سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مومن اپنے حسن خلق کی بدولت قائم اللیل و صائم النہار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

صاحب نورالانوار نے خلقِ عظیم کے چار مدارج بیان فرمائے ہیں

۱۔ حضرت عائشہ k سے جب خلقِ عظیم کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا **کان خلقہ القرآن** کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن ہے یعنی اخلاقِ نبوی ﷺ کا کامل نمونہ قرآن پاک ہے۔

۲۔ دنیا و آخرت میں سخاوت کرنا اور ہمیشہ **رجوع الی اللہ** خلقِ عظیم ہے۔

۳۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **صل من قطعک** قطع تعلق کرنے والے سے تعلقات قائم کر۔ زیادتی کرنے والے سے درگذر کر۔ بد سلوکی کرنے والے سے حسنِ سلوک سے پیش آ۔ یہ خلقِ عظیم ہے۔

۴۔ صحیح بات یہ ہے کہ خلقِ عظیم اس راستہ پر چلنے کا نام ہے جس سے خالق اور مخلوق راضی ہوں اور یہ بات بہت ہی نادرو کمیاب ہے۔

خلقِ عظیم کے اس معیار پر پورا اترنے والی شخصیات میں دورِ حاضر میں آستانہ عالیہ منگانی شریف کا ماحول اور اس ماحول کے بانی سلسلہ قطبیہ کی حسین کلی حضرت پیر محمد کرم حسین m سرِ فہرست ہیں۔ اعلیٰ اخلاقی قدروں کی بنیاد پیر محمد کرم حسین m نے رکھی تھی۔ آپ کے خلف الرشید پیر محمد مظہر حسین قادری اور پیر محمد طاہر حسین قادری نے ان کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ تھوڑے عرصے میں اتنی ترقی و شہرت یقیناً اخلاقِ کرم حسین m کا ہی کرشمہ ہے۔ موجودہ دور میں مغروق سجادہ نشینوں اور بڑی بڑی درگاہوں، آستانوں کا مخصوص ماحول اخلاقِ نبوی ﷺ اور خلقِ عظیم کو ترس رہا ہے۔ سیاسی تعفن اور گھٹن نے اس روحانی ماحول کو پراگندہ کر دیا ہے۔ جو ہر آنے والے پریشان شخص کو لذتِ آشنائی ولذتِ سکون سے مالامال کر دیتا تھا۔ ایسے ماحول میں منگانی شریف جیسے آستانے و پیر خانے ایک نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ جہاں آج بھی آنے والوں کا استقبال خلقِ کریم سے بھرپور مسکراہٹوں سے کیا جاتا ہے۔ ان حسین مسکراہٹوں میں وہ سکون پوشیدہ ہوتا ہے جو مادی دنیا کے نگار خانے میں نہیں صرف درویشوں کے آستانے میں ملتا ہے۔

قدرت نے فیضِ کرم حسین m کے لیے جس علاقے کا انتخاب کیا ہے وہ علاقہ یقیناً صحرائے عرب کے بدو ماحول کا عکس تھا۔ وہ بدو ماحول خلقِ عظیم کی برکتوں سے حجازِ مقدس بنا ہے اور یہاں بھی قبلۂ عالم m کی اخلاقی برکت سے منگانی شریف بنا ہے۔ قبلۂ عالم m کے اخلاق کے متعلق ان کے خلیفِ اصغر محقق عصر پیر محمد طاہر حسین قادری نے لمحاتِ کرم میں بہت ہی خوبصورت ابحاث فرمائی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔ لمحاتِ کرم کے صفحے ۲۴ پر آپ تحریر فرماتے ہیں

طویل اور لا دوا امراض انسان کے اندر چڑچڑا پن اور تلخی پیدا کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے مریض نہ صرف لوگوں کی مجلس میں تنگ رہتے ہیں بلکہ وہ کسی سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی زیادہ دیر تک نہ بیٹھے۔ لیکن حضرت قبلہ عالم منگانوی mؒ کا یہ کمال تھا کہ آپ نے ساری زندگی تکلیف دہ اور لاعلاج امراض کو گلے لگائے رکھا۔ دن کراہتے گزرا اور رات کھانستے گزری طویل عرصہ چارپائی پر گزارا کئی سالوں سے پاؤں مبارک پھیلا کر نیند نہ کی، صرف کچھ لمحے سر جھکا کر تکیہ کی ٹیک پر آرام فرماتے تھے۔ لیکن مزاج مبارک میں کمال کا خلق اور نرمی تھی سارا دن لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی۔ مخلوق خدا ہزار ہا دکھ اور مصیبتوں کی فریادیں لے کر آتے کسی کو دعا اور دم کرتے کسی کو تسلی اور حوصلہ دیتے ایک لمحہ کے لیے بھی اکتاہٹ یا بدخلقی کا مظاہرہ نہ کیا۔ عورتوں، مردوں بچوں بوڑھوں اور غریبوں سے کمال شفقت فرماتے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ کے ہر مرید کا آج تک یہ دعویٰ ہے کہ جو پیار و محبت مجھ سے حضور قبلہ عالمؒ m فرمایا کرتے تھے کسی اور سے نہ کرتے تھے۔ آپ پیار و اخلاق کا ایسا آفتاب تھے کہ اپنی کرنوں سے ہر دل کو جگمگائے رکھا۔ محبت و خلوص کا ایسا دریا تھے جس سے ہر تشنہ لب سیراب ہوا۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے چند الفاظ برسوں کے مریض کا غم دور کر دیتے۔ جو بھی آپ کے پاس کوئی فریاد لے کر آتا آپ اس کے بیان سے پہلے دادرسی کر دیتے کسی کو بولنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ جس کے ذہن میں جو سوال ہوتا مجلس میں ہی اس کا جواب دے دیتے۔ آپ کی ذات بابرکات ہر سوال کا جواب تھی۔ آپ نہایت سخی اور کریم النفس تھے۔ آستانہ عالیہ پر

آنے والے ہر شخص کی عزتِ نفس کا خیال رکھتے۔علماء مشائخ کے بے حد قدر دان تھے۔عرس مبارک کی محفلوں میں جب کوئی عالم تقریر کرتا' رسول اللہ ﷺ کی شان بیان کرتا تو وجد میں آجاتے اور اس قدر محبت بھرے انداز میں اسے داد و تحسین دیتے کہ پھر اس عالم کو کسی اور مجلس میں تقریر کا مزہ نہ آتا۔ جب بھی کوئی مشائخ میں سے آستانہ عالیہ پر تشریف لاتے تو آپ اتنی عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرتے کہ یوں معلوم ہوتا آپ ان کے مرید ہیں۔کمال کا ادب و احترام کرتے اور ایک طالب علم کے انداز میں ان سے گفتگو کرتے۔انہیں نذرانے و تحائف پیش کرتے۔اپنے شیخ کی اولاد کا بے حد احترام فرماتے ان کے سامنے چارپائی پر نہ بیٹھتے۔سر جھکا کر ادب سے بیٹھا کرتے حالانکہ تمام صاحبزادگان آپ کے مقام و مرتبہ کا خاص خیال رکھتے۔آپ ایسے خلیق تھے کہ جو بھی بیمار و لاچار' مجبور و بے بس اور دُنیا کا ستایا ہوا انسان آپ کے پاس آتا نہ صرف اس کے جملہ امراض و غم جاتے رہتے بلکہ وہ آپ کو ماں باپ سے بھی بڑھ کر شفیق پاتا۔جو بھی آستانہ عالیہ پر آپ کو ملنے آیا پھر اس کی روح آپ کے ساتھ اٹک گئی اول تو وہ واپس نہ گیا جو واپس بھی گیا دل و جاں منگانی چھوڑ گیا پھر جہاں بھی رہا اس کا دل منگانی شریف سے اٹکا رہا۔

جیتے جی کوچۂ دلدار سے جایا نہ گیا
اپنے سر سے تیری دیوار کا سایہ نہ گیا

جس کو بھی آپ نے مرید کیا اس کے دل میں آپ کی ایسی لازوال محبت اور عشق پیدا ہوا کہ پھر آپ کا ہو کر رہ گیا۔جہان بھر میں اس کا دل کہیں نہیں لگا یہی وجہ ہے کہ آج بھی جس مرید کے سامنے آپ کا تذکرہ کیا جائے اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب آجاتا ہے اور وہ بے اختیار پکار اُٹھتا ہے کہ آپ جیسا شیخ کامل' شفیق باپ' غمگسار دوست پیدا ہی نہیں ہوا۔

یادیں تیرے سلوک کی ڈستی ہیں آج بھی
ملنے کی آرزوئیں ترستی ہیں آج بھی
آنکھیں ہزار ضبط کی کوشش کے باوجود

رُک رُک کے بار بار برستی ہیں آج بھی

آپ کے اخلاق و محبت کا فیض آج بھی ہزاروں لوگوں کے سینوں میں موجزن ہے۔ آپؒ اخلاق نبوی ﷺ کا ایسا نمونہ تھے کہ جو بھی دیکھتا پکار اٹھتا کہ یہ واقعی رسول اللہ ﷺ کے سچے غلام ہیں۔

آپ کی طبیعت مبارک میں ذرا بھی تصنع کا پہلو نہ تھا۔ عجز و انکساری آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ لباس و خوراک، معاملات و عادات میں سادگی و عاجزی جھلکتی تھی۔ آپؒ ہمیشہ سادہ لباس و سادہ کھانا پسند فرماتے۔ اپنی ذات کی تشہیر آپ کو بالکل پسند نہ تھی اس لیے ساری زندگی کسی کانفرنس یا جلسہ میں شرکت نہ کی اور نہ ہی اپنے نام کے کبھی اشتہار چھپوائے حتیٰ کہ عرس مبارک کے اشتہارات بھی نہ چھپواتے۔ کسی مجلس و جلسے کی صدارت نہ کرتے اور نہ ہی کسی تقریب میں جانا پسند فرماتے۔ کسی مذہبی و سیاسی تنظیم سے وابستگی اختیار نہ کی البتہ تحریک منہاج القرآن اور جمعیت علمائے پاکستان کو پسند فرماتے۔ جب مجلس میں کوئی مقرر آپ کی تعریف کرتا تو اسے روک دیتے اور فرماتے ہمیں کل تعریفوں کے مالک ﷺ کی تعریف سناؤ۔ اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ الفقیر محمد کرم حسین لکھتے۔ حضور اپنی کتاب "تنویر الابرار" میں اپنا اسم گرامی کچھ اِس انداز میں تحریر فرماتے ہیں۔ "بندہ سرافگندہ، عاصی پُر معاصی، کمترین خلائق محمد کرم حسین"۔

کسی لقب یا ذات کا اظہار نہ کرتے ایک دن راقم السطور نے کتاب "زادالاعوان" اور ماہنامہ "الاعوان" کے متعدد شمارے آپ کو دکھائے اور عرض کی ہم قطب شاہی اعوان سلسلہ نسب کے لحاظ سے علوی ہیں یعنی سیدنا علی المرتضی h کی اولاد ہیں تو آپ نے فرمایا "بیٹا! ایسا نہ کہو بلکہ یوں کہو کہ ہم ان کے غلام ہیں"۔

ہر صاحب غرور کی دستار گر پڑی
اللہ رے! عروج تیرے انکسار کا

پیر شفیع حسین بیان کرتے ہیں ایک آدمی (جس کا نام ظاہر نہیں کر رہا) جب بھی حضور

قبلہ عالمؒ m کی خدمت میں آتا آپ اس کے ساتھ بے حد محبت وشفقت سے پیش آتے اس کی عزت کرتے اور بہت خاطر تواضع کرجاتے۔ایک دِن اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا یہ آدمی سارے گاؤں میں سے بغض اور دشمنی مجھ سے زیادہ رکھتا تھا لیکن میرے حسنِ سلوک کے باعث اب یہ میرا سب سے بڑا محبّ ہے۔

آپ کے حسن اخلاق اور کریمانہ برتاؤ کے باعث دشمن بھی آپ کے محبّ بن جاتے۔ لیکن کسی کے لیے آپ اپنے دِل میں کینہ اور بغض ونفرت نہ رکھتے تھے بھائیوں کے ساتھ اختلافات رہے لیکن جب بھی انہیں صدمہ پہنچا حضور بے حد پریشان رہتے اور جب تک ان کی وہ تکلیف دور نہ ہوتی حضور کو اطمینان نہ ہوتا۔

اگر کسی شخص کے بارے میں سنتے کہ فلاں شخص نے کسی اللہ کے ولی اور حضور اکرم ﷺ کے متعلق گستاخی کی ہے تو آپ کے چہرے کا رنگ غصے سے سرخ ہو جاتا۔اور اس قدر اس سے نفرت کا اظہار کرتے کہ لگتا ابھی فقیر اس کے ساتھ لڑائی کرنے جا رہا ہے۔اور پھر جب بھی اس کا ذکر کرتے انتہائی نفرت کے ساتھ کرتے۔اور جس شخص کی زبانی اللہ کے محبوب ﷺ کی اور اولیاء کرام کی کوئی انوکھی تعریف سنتے تو اس شخص کو اپنا محبوب بنا لیتے اس کا ذکر اور اسکی بات کا ذکر بار بار کرتے اسے دعائیں دیتے۔جس کتاب میں سرکار دو عالم ﷺ کے کمالات پڑھتے اس کتاب کے مصنف سے محبت رکھتے۔مولانا رومیؒ اور علامہ اقبال کا نام سنتے ہی وجد میں آجاتے اور ان کے محبت بھرے اشعار گھنٹوں پڑھتے رہتے۔آپ مولانا رومی، حافظ شیرازی اور علامہ اقبال سے خاص لگاؤ رکھتے تھے۔مولانا رومیؒ کو چچا رومیؒ اور علامہ اقبال کو قلندر لاہوری کے نام سے یاد فرماتے۔آپ کو علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی سے بڑی محبت تھی۔فرماتے کہ شاہ صاحب سچے عاشق رسول ہیں۔اعلیٰ حضرت بریلوی کو کئی القاب کے ساتھ پکارتے اور انہیں علمائے اہل سنت کا سب سے بڑا محسن تصور کرتے۔غرض فقیر کی اگر کوئی دوستی تھی تو وہ بھی اللہ کے لیے اور اگر کسی سے دشمنی و نفرت تھی تو وہ بھی محض اللہ کے لیے۔

حضور قبلۂ عالم m کا مقامِ حضوری

مفتی نصیرالدین نصیرالحسنی ☆

اللہ رب العزت سورۃ فاتحہ میں ارشاد فرماتا ہے: **ایاک نعبد وایاکم نستعین** تجھی کو پوجیں ہم تجھی سے مدد چاہیں (ترجمہ کنزالایمان)۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو تعلیم دی جارہی ہے کہ وہ عبادت کیسے کریں؟ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس سورۃ کی ابتداء غائب کے صیغوں سے ہورہی ہے۔ نمازی پہلے تو غائب کے صیغوں سے پکار رہا ہوتا ہے اور پھر اچانک غائب سے خطاب کے صیغوں سے پکارنا شروع کردیتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس پر نہایت ہی نفیس بحث کرتے ہوئے مفسرِ شہیر حضرت قاضی بیضاوی m اپنی شہرۂ آفاق تفسیر انوار التنزیل المعروف تفسیر بیضاوی مشمولہ نصاب درسِ نظامی میں ارشاد فرماتے ہیں: **ویصیر من اہل المشاہدہ میراۃ عیاناً ویناجیہ شفاہاً** تک غائبانہ ندا کرتا رہتا ہے اس وقت تک غائب کے صیغے استعمال کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ غائب سے حضور کی طرف آتا ہے اور ظاہراً اعلانیہ اس ذات کے جلوے دیکھتا ہے اور اس ذات کے جلوے دیکھ کر اس ذات میں مگن ہو کر وہ نمازی فوراً ہی الفاظ خطاب سے مخاطب ہوتا ہے۔ اس کے تحت بیضاوی کا حاشیہ لکھنے والے محمد مصلح الدین قوجوی رومی المعروف شیخ زادہ المتوفی ۹۵۱ھ تحریر فرماتے ہیں کہ نمازی برھان سے عیان کی طرف ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ اسے ہر چیز میں اسی کے جلوے نظر آتے ہیں اور ہر طرف اسی ذات کا فیض نظر آتا ہے۔ اور یہ سالکین کا آخری اور واصلین کا پہلا درجہ ہے۔ جس کو مشاہدہ اور معائنہ کہا جاتا ہے۔ پھر اس کی مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ بندہ (نماز کے ذریعے) قرب و وصال کے درجے حاصل کرتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مقام مکاشفہ تک پہنچ جاتا ہے۔

☆مہتمم جامعہ سلطانیہ شورکوٹ

جب سیرالی اللہ ختم ہو جائے تو سیر فی اللہ شروع ہو جاتا ہے اور سیر فی اللہ وہ مقام ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جس کی طرف شاعر نے بڑا خوبصورت اشارہ کیا ہے:

شربت الح

فمان

میں شراب (محبت وعشق) کے جام پہ جام پیتا رہا۔ نہ شراب ختم ہوئی نہ میں سیر ہوا۔

اسی بات کو اپنے الفاظ میں حضرت علامہ محمد اقبال m نے بیان فرمایا:

اصل نماز ہے یہی ، روح نماز ہے یہی

میں تیرے روبرو رہوں تو میرے روبرو رہے

نیز اس حقیقت کو حدیث جبریل d میں بھی بڑی وضاحت سے بیان فرمایا گیا جب حضرت جبریل d احسان کے متعلق حضور ﷺ سے پوچھتے ہیں تو حضور ﷺ جواب دیتے ہیں: ان تعبد اللہ کانک تراہ ، فان لم تکن تراہ فانہ یراک

عبادت اس طرح کرو کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ مقام حاصل نہ ہو سکے تو یہ سمجھ کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ مقام مراقبہ کا ہے تو اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ مقام معائنہ کا ہے جس کی وضاحت سابقہ سطور میں ہو چکی ہے۔ جب کوئی خوش نصیب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے اب وہ ہر وقت جمال مصطفوی ﷺ کے جلووں کے نظارے کرتا رہتا ہے اس کو مقامِ حضوری کہا جاتا ہے۔ اولیاء کاملین کو یقیناً حضوری کا مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ بے قید وقت محبوب حقیقی کے جلوے دیکھتے رہتے ہیں۔ اس کو غالباً حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری m اس طرح بیان فرماتے ہیں:

آں کس کہ در نماز نہ بیند جمال دوست

فتوئی ہمی دہم کہ نمازش قضاء کنند

جو شخص (جس کا تعلق واصلین کے ساتھ ہو) نماز میں یار کے جلوے نہ دیکھے تو میں فتوئی دیتا ہوں

کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے۔

آمدم بر سر مطلب پیر طریقت غواص بحرِ معرفت حضرت خواجہ سائیں پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کو یہ مقامِ حضوری حاصل تھا جس کی وضاحت لمحاتِ کرم کے صفحات ۲۴۰ سے ۲۴۲ تک اسی طرح موجود ہے۔

حاجی جان محمد سندھی بیان کرتے ہیں کہ میں 1986-87 عرصہ دو سال مدینہ منورہ میں رہا عموماً جمعہ شریف مسجد نبوی c میں پڑھا کرتا۔ وہاں میں نے اکثر حضور قبلہ عالم m کو ریاض الجنت میں نوافل پڑھتے دیکھا۔ میں جناب کی سحر انگیز شخصیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ مرید ہونے کا تہیہ کر لیا اور جناب کے نزدیک بیٹھنے والے لوگوں سے آپ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ بزرگ سوڈان کا رہنے والا کوئی خدا رسیدہ بندہ ہے یہاں کسی سے کلام تک نہیں کرتا۔ جس وقت بھی دیکھیں نوافل پڑھتا رہتا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا اگر ان کا مرید ہو جاؤں تو مبادا یہ سوڈان واپس چلے گئے تو میں ان کے پاس کہاں پہنچ سکوں گا۔ لہٰذا مرید نہ ہوا۔ اس کے بعد دو تین دفعہ مرید ہونے کے لیے آپ کے حضور کچھ دیر بیٹھا بھی رہا لیکن آپ تو نوافل سے ہی فارغ نہ ہوئے۔ میں نے عرصۂ قیام مدینہ شریف کے دوران حضور کو اکثر ریاض الجنہ میں ہی تشریف فرما دیکھا۔ ہاں کبھی کبھی باب جبرائیل اور جنت البقیع کے دروازہ پر بھی دیکھا۔

مدینہ منورہ ایک دفعہ رمضان شریف میں مجھے خواب میں سرکار دو عالم رسول اللہ ﷺ کی زیارت کچھ اس طرح ہوئی کہ گنبد خضریٰ کے اوپر کچھ بلندی پر ایک مکان ہے اور اس میں ایک کھڑکی بھی ہے۔ اس کھڑکی میں سے حضور b نے میری طرف دیکھا۔ (چونکہ ان دنوں میں بیعت ہونے کے لیے بہت بے تاب تھا) اور فرمایا تیرے پیر کا یہ پتہ ہے اچھی طرح یاد کر لے۔ اور میں نے منگانی شریف گاؤں سے لے کر دربار پاک تک مکمل راستہ دیکھا۔ پھر دربار شریف کا پرانا کنواں اور مسجد بھی دیکھی حتیٰ کہ مسجد کے اوپر آسمان پر نو 9 چمکدار ستاروں کی ایک

خاص ترکیب میں لائن بھی دیکھی (جو بعد میں سب کچھ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا) یعنی حضور b نے مجھے خواب میں میرے پیر خانہ کا مکمل پتہ بتا دیا۔ اور اس کے بعد میں قدرے مطمئن رہنے لگا۔

دو سال بعد میں واپس پاکستان آیا تقریباً دو دن ہی گزرے ہوں گے کہ میں نے رات کو کلمہ شریف کا ذکر سنا۔ گھر والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا یہاں پنجاب سے ڈاکٹر علی محمد سندھی کے پیرومرشد آئے ہوئے ہیں۔ یہ ذکر انہی کے درویش کر رہے ہیں۔ میرے دل میں بھی شوق پیدا ہوا۔ صبح حاضر خدمت ہوا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ کہ جناب کو تو میں دو سال مدینہ شریف دیکھتا رہا تھا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی میری امید بر آئی تھی۔ فوراً قدم بوس ہوا اور مرید ہونے کے لیے عرض کیا۔ چونکہ حضور میرے حال سے واقف تھے لہذا یہاں مرید کرنا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا۔ یہاں مرید نہیں کرتا۔ جھنگ آئے گا تو وہاں مرید کریں گے۔

حضور کی واپسی سے کچھ عرصہ بعد میں ڈاکٹر علی محمد سندھی کے ہمراہ گھوٹکی سے دربار شریف آیا۔ منگانی شریف گاؤں اترے تو وہی راستہ تھا جسے خواب میں حضور b نے مجھے دکھایا گویا اس راستہ سے میں پہلے ہی واقف تھا۔ دربار شریف پر پہنچا تو وہی مسجد و پرانا کنواں میرا خواب حقیقت میں بدل چکا تھا حضور قبلہ عالم m دربار شریف پر موجود نہ تھے۔ بلکہ جھنگ والی اراضی مدرسہ قرآن محل میں موٹر لگوا رہے تھے۔ ہم جھنگ حاضر خدمت ہوئے اور میں وہیں دستِ بیعت سے مشرف ہوا۔

پھر میں وہیں حضور کی خدمت میں رہنے لگا۔ ایک رات مجھے نیند نہ آئی میں اٹھ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بستر خالی پڑا ہے اور حضور موجود نہیں۔ حالانکہ ان دنوں حضور بظاہر چل پھر بھی نہ سکتے تھے۔ اور یہ واقعہ حضور کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے کا ہے۔ میں بڑا متعجب ہوا۔ اور جناب کو ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اتنے میں میری نظر آسمان کی طرف اٹھی تو حضور مغرب یعنی قبلہ شریف کی طرف سے ہوا میں تشریف لا رہے تھے۔ اور دستِ انور میں ایک ٹوکری تھی۔ جس میں سفید کاغذ دکھائی دے رہے تھے۔ آپ

مدرسہ میں موجود حجرہ شریف کے اوپر سے ہوا کے دوش پر اپنے بستر پر تشریف لائے۔ مجھے فرمایا تو اس وقت یہاں کیا کر رہا ہے۔ میں نے عرض کی حضور نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا جان محمد۔ ہماری زندگی قریب الاختتام ہے۔ یہ واقعہ میری زندگی میں کسی کو نہ بتانا۔ میں نے عرض کی جناب سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی حیات مبارکہ میں کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہ کروں گا۔ لیکن حضور یہ فرمائیں اس ٹوکری میں کاغذات کیسے ہیں؟ ارشاد ہوا یہ میرے درویشوں کی درخواستیں ہیں جو سارا دن میرے سامنے پیش ہوئیں اور میں یہ سب درخواستیں سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ اقدس سے منظور کروا لا یا ہوں۔ گویا ہر شب حضور قبلہ عالم m کی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری ہوتی تھی۔ اور سرکار اپنے غلاموں کی درخواستیں اور التجائیں حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی خدمت اقدس سے منظور کروا لاتے (حاجی صاحب مذکور حضور قبلہ عالم m کے دستِ بیعت ہونے کے بعد متواتر آٹھ دس سال دربار شریف پر رہے روضہ اقدس کی تعمیر کے بعد حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب نے انہیں خرقہ خلافت دے کر سندھ روانہ کیا اور تا حال علاقہ کچھ ضلع گھوٹکی سندھ میں سکونت پذیر ہیں)۔

میرے بڑے بھائی قبلہ پیر اختر حسین صاحب فرماتے ہیں حضور قبلہ عالم m کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے۔ ایک رات میں اکیلا حاضر خدمت تھا۔ جناب اس وقت مدرسہ قرآن محل جھنگ میں تشریف فرما تھے۔ حضور نے مجھے چند وصیتیں ارشاد فرمائیں۔ اور آخر میں فرمایا آج کوئی ایسا بندہ ہے جسے ہر شب رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہو؟ ایسا فقیر ہے جو ہر شب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو؟ پھر بطور تحدیثِ نعمت اپنے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا مجھے ہر شب رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ میری کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جس میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت فیض بشارت نہ ہو۔ سبحان اللہ۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

مولانا مفتی غلام حسن قادری☆

بہت عرصہ پہلے حضرت پیر سیّد رفاقت علی شاہ کاظمی قادری زیدہ مجدہٗ کی طرف سے مولانا محمد اکرم قادری صاحب نے شہبازِ طریقت حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری المعروف قبلۂ عالم منگانوی m کے حالات پہ مشتمل چند صفحات دیے اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ میں حضرت منگانوی m پہ ایک مفصل مضمون لکھوں۔ میرا اپنا ارادہ بھی یہی تھا کہ میں یہ سعادت حاصل کروں کیونکہ حضرت کے خلف الرشید ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری زیدہ شرفہٗ مجھ پہ بہت مہربانی فرماتے ہیں اور اپنی ہر کتاب اور مجلّہ بڑی پابندی سے ارسال فرماتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی شاعری نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اسی اثر کا نتیجہ تھا کہ میں آپ کو ملنے کے لیے بے تاب ہو گیا تو ایک دن آ ہی گیا کہ حضور داتا گنج بخش m کی بارگاہ میں حاضری کے دوران آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا۔ آپ کی شخصیت میں کمال درجہ کی کشش ہے اور آپ کا فیض صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ بیرون ممالک میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ بہر حال میری بدقسمتی سمجھئے کہ اپنی معروفیات کی بناء پر مضمون کے لیے زیادہ وقت نہ نکال سکا اور اب جبکہ کتاب تکمیل کے مراحل میں ہے تو یہ چند سطور سپردِ قرطاس و قلم کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ میری اس سستی کو نظر انداز فرما کر مجھ پہ پہلے ہی کی طرح بدستور کرم نوازیاں جاری و ساری رہیں گی۔

ہمہ جہت شخصیت:

حضرت قبلۂ عالم منگانوی m کی ذات نہایت ہی جامع صفات تھی اور آپ کی بابرکت زندگی میں ایک عالمگیریت نظر آتی ہے۔ چند سطور، ایک مضمون یا ایک کتاب میں نہ آپ

☆مفتی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

کی عظمت و شان بیان ہو سکتی ہے اور نہ ہی آپ کی خدمات دینیہ کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ دعوت و تبلیغ کے دوروں میں کس طرح آپ اپنے فیض کے دریا بہاتے تھے اور عوام الناس بلکہ خواص بھی آپ کے فیوض و برکات سے دامن مراد بھرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے اور یہ کہتے ہوئے اپنے عجز اور حضرت کے کرم بالائے کرم کا اعتراف کرتے تھے کہ

ع ۔ جھولی ہماری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

آپ کا منگانی شریف تشریف لانا اور مدرسہ دینیہ کا اجراء اور پھر اس دوران دور دراز کے سفر اور سفر بھی محض خدمت اسلام کی خاطر، یہ آپ m کی حیات طیبہ کا ایک نہایت ہی روشن باب ہے۔ جمعۃ المبارک پر قرب و جوار اور دور دراز سے لوگوں کا ہجوم اور حضرت کا نامی خطاب جو کہ رشد و ہدایت کے نور سے مالا مال ہوتا تھا یہ بات اب آستانوں پہ بہت کم نظر آتی ہے اور زیادہ تر "پدرم سلطان بود" کے جلوے ہی دکھائی دیتے ہیں جسکی وجہ سے خانقاہی نظام بُری طرح متاثر ہوا ہے۔ اقبال m نے اسی کا رونا رویا ہے اور ایسے ناخلف جانشینوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہا ہے

تھے تو وہ تمہارے ہی آبا مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

کاش کہ ہر آستانے والے منگانی شریف کے شہزادگان کی طرح محنتی ہو جائیں اور اپنے بزرگوں کی ارواحِ مقدسہ کے لیے راحت و سکون کا باعث بنیں۔

فیضانِ اولیاء کے امین:

حضرت منگانوی m کی صرف تقریری خدمات ہی نہیں۔ آپ کی قلمی خدمات بھی اس قدر ہیں کہ اس مختصر سے مضمون میں ان کا بیان ناممکن ہے۔ اس سلسلہ میں آپ m نے

زیارت قبور اور ذکر بالجہر کے موضوع پر بڑا جاندار لٹریچر شائع فرمایا ہے۔ جس سے آج تک لوگوں کو روشنی نصیب ہو رہی ہے اور قیامت تک اہل علم کے ساتھ ساتھ عوام الناس بھی فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

آپ کی بارگاہ میں نہ صرف دیگر مسالک کے لوگ حاضر ہوتے اور اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو کر آپ کا مسلک محبت قبول کرتے بلکہ آپ غیر مسلموں کو بھی دعوتِ اسلام سے نوازتے اور ضرورت پڑنے پر ان کو چیلنج بھی کرتے جس کی وجہ سے لاتعداد عیسائیوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

صحابہ کرام j کی محبت وفضیلت کا آپ اس حسین انداز میں پرچار فرماتے کہ کئی رافضی توبہ کر کے آپ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہو جاتے اور رافضیت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیتے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ جھنگ جیسے ضلع میں صحابہ کرام j کے ادب واحترام پر لوگوں کو ترغیب دے کر صحیح العقیدہ بنا لینا کتنا مشکل کام ہے۔ لیکن آپ کی نگاہِ کرم نے یہ مشکل کام کر کے دکھا دیا۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو لمحاتِ کرم کے صفحات کا مطالعہ فرمائیں۔

مجھے تو ان کے مقدر پہ رشک آتا ہے
وہ لوگ کیا تھے جو حبیب کبریاء ﷺ سے ملے

سرزمین جھنگ میں وڈیروں اور جاگیرداروں کی سرپرستی میں کس قدر جرائم ہوتے ہیں اس کا ذکر اخبارات اور میڈیا کے ذریعے معلوم ہوتا رہتا ہے لیکن حضرت منگانوی m نے اس میدان میں بھی بڑا سنہری کردار ادا فرمایا ہے اور بے شمار جرائم پیشہ لوگوں کو آپ کے دستِ کرم پر تائب ہونے کا موقع نصیب ہوا اور پھر ان کی تربیت فرما کر آپ نے ان کو ذکرِ الٰہی میں ہمہ وقت مصروف کر دیا۔ اقبال m نے کیا خوب کہا ہے

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

پڑ بیٹھا لیے بیٹھے ہیں اپنی آنکھوں میں

جنات اور ہوائی مخلوق کے نام پہ آج ہمارے ملک میں جولوٹ مار کا بازار گرم ہے
الاماں والحفیظ ۔حضرت منگانوی m نہ صرف یہ کہ اپنی نگاہ سے ایسے لوگوں کا علاج فرما دیتے
بلکہ خود جنات حصول فیض کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دامن مراد بھر کر واپس
جاتے ۔گویا آپ کا فیض انسانوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ جنات بھی آپ کے فیض سے محروم نہ
تھے ۔اس بارے میں بڑی دلچسپ معلومات کے لیے لمحاتِ کرم کے صفحات کا مطالعہ بہت
ضروری ومفید ہوگا ۔

الغرض حضرت قبلۂ عالم منگانوی m علامہ اقبال m کے اس شعر کی سچی تصویر تھے کہ

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

اللہ تعالیٰ حضرت m کے فیض کو عام فرمائے اور آپ کے شہزادگان کو آپ کا مشن
جاری رکھنے کی اور آپ کا فیض گھر گھر پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے ۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

جُود و کرم کا بحرِ بیکراں

مولانا محمد منشا تابش قصوری ☆

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ اور اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے خاص فرماتا ہے اور اللہ ہی فضیلتیں اور عظمتیں عطا فرمانے والا ہے۔

خلق سے اولیاء ، اولیاء سے رُسُل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

ایمانداروں میں سے جس طبقے کو خاص فرمایا انکا تعارف از خود یوں فرماتا ہے ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۔ لَهُمُ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ﴾ ہو جاتے ہے، بے شک اولیاء اللہ کو کسی قسم کا کوئی خوف اور غم نہیں، وہ ایمان لائے اور انہوں نے تقویٰ (پرہیزگاری) اختیار کیا ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ بشارتیں ہیں دنیوی اور اُخروی زندگی میں، یہ اللہ کے فیصلے ہیں، جن میں کبھی تبدیلی نہیں، یہی ان کے لئے عظیم کامیابی ہے)۔

ایسے ہی قرآن مجید میں اپنے خاص بندوں کے اوصاف بکثرت آیات میں بیان فرمائے اور اپنی محبوبیت کا اظہار فرمایا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ﴾ عابدین، صادقین، قانتین، ساجدین، ذاکرین، عاملین، صالحین، خاشعین، صابرین، مصدقین، شہداء، متقین کی صفتوں سے نوازتے ہوئے ان نفوسِ قدسیہ سے وابستہ رہنے کا حکم دیا۔ ان کی عبادت، ریاضت، سچائی، دیانت، صالحیت، خشیت وتقویٰ، انکساری، تواضع، صبر واستقامت،

☆مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، خطیب مرید کے پاکستان

ذکر واذکار اتنے پسند آئے کہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی رغبت دلائی، ان سے وابستہ رہنے کی تاکید کی۔ ذرا غور سے سنیے وہ ذات کریم کیا فرما رہی ہے **یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین** ایمان والو اللہ (کی گرفت) سے ڈرو اور صادقین کی معیت اختیار کرو۔ اور اس کی پیارا ارشاد فرمودہ دعا **اھدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیھم** یومیہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے رہتے ہیں، الٰہی ہمیں سیدھا راستہ پر چلا، جن پر تیرے انعام یافتہ بندے چلتے آ رہے ہیں۔

وہی تیرے خواص جن پر تو نے انعام کی بارش برسائی اور برملا ان کا تعارف کرایا

اولئک الذین انعم اللہ من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولئک رفیقا ''یہی ہیں وہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہی بہترین رفیق ہیں''۔ انبیاء و رُسل f کی آمد کا سلسلہ تو حضور رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین والمرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات والا برکات کی جلوہ گری سے ہی اختتام پذیر ہوا۔ قیامت تک آپ ہی آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی تا قیامت نہیں آسکتا۔ جو بھی کوئی دعویٰ نبوت کرے وہ جھوٹا ہے، کذاب اور دجال ہے، مرتد اور کافر ہے۔ تاہم اسلام کی آبیاری کے لئے نبی مکرم، نورِ مجسم، شاہِ دو عالم ﷺ کے غلام آتے رہیں گے۔ جنہیں انبیاء و رُسل f کے مبارک مشن کے وارث ہونے کے شرف سے خود ختم الرسل، ہادی سبل حضور پُرنور ﷺ نے نوازا۔ اور ارشاد فرمایا **اِنَّ العلمآء ورثۃ الانبیآء** (الحدیث شریف)۔ ظاہر ہے جن علمائے کرام کو نبی کریم ﷺ وارثانِ انبیاء f ہونے کے ناطے سے متعارف کرا رہے ہیں بلاشبہ وہ اہلِ کرامت ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ اوصاف و کمالات انبیاء f کے مظہرِ اتم ہوتے ہیں۔ جب انبیاء کرام f معجزات سے مرصع ہوئے تو لامحالہ ان کے ورثاء بھی کرامات سے مرصع ہونگے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کرامات سے بہرہ مند فرماتا ہے انہیں قرآن و سنت نے اولیاء اللہ کے مبارک وصف سے

البشریٰ العظیم

اجاگر فرمایا ہے۔

لہٰذا واضح ہوا اولیائے کرام صاحبانِ علم ہوتے ہیں اور علم پر عمل ہی انہیں اس وصف سے خاص فرماتا ہے کیونکہ سید عالم، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے **العلم بلا عمل وبالٌ والعمل بلا علم** (علم بلا عمل وبال ہے اور عمل بلا علم گمراہی ہے) ۔ پس ثابت ہوا سچا ولی علم و عمل سے مرصع ہوتا ہے اور جو علم و عمل سے بے بہرہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی قطعاً نہیں ہو سکتا قرآن کریم نے انہیں اولیائے طاغوت سے موسوم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے ولایت حقہ سے نوازتا ہے اسے علمِ لدنّی سے بھی حظِ وافر عطا فرماتا ہے علم و عمل سے مزیّن اولیائے کرام میں سے ہمارے زمانے میں بھی ایک ایسی ہی نادر روزگار شخصیت کا ظہور ہوا، جسے مشائخ عظام، علمائے کرام اور اولیائے عصر نے صاحب کرامت ہستی سے متعارف کرایا اور اللہ تعالیٰ جل علی نے اپنے فضل سے لوگوں کے دل اس کی محبت سے لبریز فرمائے ہیں۔ جن کا نامِ نامی اسم گرامی، پیر طریقت، رہبرِ شریعت، منبع جود و کرم حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی قادری m ہے۔ جن کے فیضان سے اکناف و اطراف عالم مستفیض ہو رہے ہیں۔ جن کی شہرت و ناموری کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہے۔ جن کی ذات ستودہ صفات نے اپنے، پرائے، یگانے، بیگانے، ہر ایک کو متاثر کیا۔ اب حضرت m کا نامِ نامی چہار دانگ عالم میں گونج رہا ہے۔ جدید و قدیم قلوب و اذہان آپ کے انوار سے منور ہو رہے ہیں۔

مجھے کیا خبر تھی کہ ایسا وقت بھی آئے گا جب حضرت m کی نگاہِ کرم اس ناچیز قصوری پر بھی پڑے گی۔ ہاں ہاں اس سراپا کرم کی ابرِ بہاری احقر پر بھی برس رہی ہے۔ یہ ہیچ مدان اُس سراپا کرم کے بلند مدارج و مراتب اور معارفِ عظمیٰ کو کیسے سمجھے اور کیا لکھے؟ مگر مجھے تو اکابر کے ارشادات، خصوصاً اپنے پیر و مرشد غریب نواز حضرت شیخ الاسلام الحاج الحافظ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی m پر یقین کامل ہے۔ جب حضرت کے متعلق آپ فرما رہے ہیں " پیر کرم حسین ولی کامل ہیں"۔ ایسے خواص کیلئے یہ ضرب المثل ہے "**ولی را ولی می شناسد** "(ولی کو

ولی ہی پہچانتا ہے)۔لہٰذا پیر سیال ایسے ولی ابن ولی ابن ولی ابن ولی، آپ m کے بارے "کامل ولی اللہ" ہونے کی شہادت دے رہے ہیں۔

ذرا سرزمینِ گولڑہ شریف سے بھی ایمان افروز، روح پرور، دلکش آواز سماعت فرمایئے، حضرت پیر سید غلام محی الدین گولڑوی m المعروف بابوجی سرکار آپ کی تشریف آوری پر کیسے خوبصورت انداز میں خیر مقدم فرما رہے ہیں "آج واقعی سیدنا حسین پاک h کا کرم ہوا ہے جو پیر کرم حسین آئے ہیں"۔

حضرت پیر محمد کرم حسین m کی ولایت پر تو ان دو عظیم ہستیوں کی شہادت پر ہی اکتفاء کیا جا سکتا ہے مگر اہلِ محبت کے ذوق میں اضافہ کیلئے ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری بھیروی m کے ملفوظات بھی ملاحظہ فرمایئے "پیر محمد کرم حسین ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے، ان جیسے اولیاء اللہ بہت کم دیکھے ہیں"۔ سبحان اللہ! کیا کہنے پیر کرم شاہ صاحب الازہری m کے، وہ اپنی نگاہِ بصیرت و فراست سے کہاں تک دیکھ رہے تھے اور کس انداز محبت سے حضرت پیر محمد کرم حسین m کی خدمت میں کلمات طیبات کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ سچ فرمایا محسن اعظم، نبی کرم، رسولِ معظم، نورِ مجسم ﷺ نے **اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله**

جب رب دل دیاں اکھیاں دیوے چانن ہووے نوروں
محبوباں نوں نظری آوے کیا نیڑے کیا دوروں

حضرت صاحبزادہ پیر سید رفاقت علی شاہ قادری مدظلہ العالی نے اپنی مہربانی سے ایک نہایت ہی اعلیٰ اور عمدہ علمی تاریخی تحفہ عطا فرمایا جو حضرت الحاج صاحبزادہ ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری دامت برکاتہم کے قلم کا شاہکار ہے۔ راقم نے اسے اول تا آخر بڑی دلچسپی اور محبت سے پڑھا جسے کتابی صورت میں "لمحاتِ کرم" کا نام دیا گیا ہے۔ یوں تو حضرت پیر محمد طاہر حسین قادری مدظلہ کی ہر کتاب لائق مطالعہ ہے مگر حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کی سوانح

حیات کا رنگ ہی نرالا ہے۔عبارت کے اپنے اثرات ہیں مگر جگہ جگہ موقع برمحل اشعار سے اس کتاب کے وزن ووقار میں بڑا اضافہ کیا گیا ہے۔یہ صفت حضرت صاحبزادہ صاحب کے پختہ قلم پر دال ہے۔

حضرت سید رفاقت علی شاہ صاحب قادری مدظلہ نے حکم فرمایا کہ حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m پر ایک مضمون لکھیں، جو" آئینہ کرم" کے خصوصی شمارے میں شامل کیا جائے گا۔جب میں نے لکھنے کا ارادہ کیا تو کئی روز تک قلم نے ساتھ نہ دیا۔آخر حضرت کی روح مبارک سے استغاثہ کیا اور قلم نے آمادگی ظاہر کی۔چنانچہ یہ چند کلماتِ شکستہ قارئین کرام کی نذر ہیں۔

" لمحاتِ کرم " کا آغاز حضرت قبلہ عالم منگانوی m کی ایک نہایت مبارک تحریر کے عکس سے کیا گیا ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔اس مکتوب گرامی نے اس تصنیف لطیف کو بے حد مفید بنا دیا ہے۔یہ گرامی نامہ اس کتاب کے ماتھے کا جھومر ہے۔حضرت صاحبزادہ ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین مدظلہ کی بصیرت نے کمال کر دکھایا، مریدین ومعتقدین اور متوسلین کے لئے تو فائدہ مند ہے ہی، مگر اہل قلم وتحقیق کے لئے تو نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔اس خط مبارک کو نہایت خوشخطی سے زینت دیکر زیادہ سے زیادہ تقسیم کیا جانا چاہیے۔اس خط کے مندرجات عشق وعرفان کا منبع ہیں۔یوں عنوان بھی "عشق ومحبت کی باتیں" پر مشتمل ہے۔ذیل میں ان باتوں کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے سے اغماض کر رہا ہوں تا کہ میرے کلمات سے اگر آپ کے ذوق میں اضافہ ہو تو عرض کروں گا۔

آپ صرف اس مکتوب دلربا کے ساتھ ساتھ مکمل کتاب مستطاب "لمحاتِ کرم" پڑھیے اور میرے ان الفاظ کی تائید کیجئے۔بہر حال حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m اپنے وقت کے مقبول بارگاہ ولی کامل اور جود وکرم کے بحر بیکراں تھے، نہیں نہیں آپ تو اب بھی کرم کے بحر بیکراں ہیں۔ذرا آپ کے دربار گوہر بار میں آ کر تو دیکھیے کیسے کرم پر کرم فرماتے ہیں۔

حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری معروف بہ حضور قبلۂ عالم منگانوی m اور اُن کی بے نیازی واستغناء

پروفیسر ڈاکٹر محمد شاہ کھگہ ☆

حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادری m کے فرزندِ اکبر اور سلسلہ قادریہ سے وابستہ تھے۔ آپ کے والد گرامی نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا۔ کیونکہ وہ آپ کے خداداد کمالات سے واقف تھے یعنی آپ مادرزاد ولی اللہ تھے۔ آپ کے خمیر میں درویشی تھی۔ آپ حضرت سیّد سردار علی شاہ بخاری m کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ انہوں نے آپ کو بے شمار فیض و کرامات سے نوازا اور جلد ہی خرقۂ خلافت عطا کر دیا۔ اور فرمایا کہ "یہ نوجوان ایک دن زمانے کا پیر ہوگا"۔ آپ m کا ہر قول و عمل عین شریعتِ رسول ﷺ کے مطابق تھا۔ علم و فضل اور عبادت و ریاضت میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ m بڑے خلیق اور حلیم طبع تھے۔ آپ کی ذات والا صفات سے مخلوق خدا پر فیوض و برکات اور معرفت کے دروازے کھل گئے۔ سینکڑوں جرائم پیشہ افراد اور ظلمت و تاریکی میں ڈوبے مسلمانوں کو راہِ راست پر لائے، کفر و ضلالت میں بھٹکوں کو پاکیزہ زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھلایا۔ آپ کا شمار زمانے کے صاحب حال صوفیاء میں ہوتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں اولیائے عظام اور صوفیائے باصفاء کے توسط سے ہی اسلام پھیلا ہے۔ ان کا ہر عمل اسوۂ حسنہ کے مطابق ہوتا تھا۔ شب و روز خدمتِ خلائق میں صرف ہوتا تھا اور

☆گورنمنٹ گرونانک کالج ننکانہ

اپنے ہر قول و فعل کو سنتِ رسول ﷺ کے مطابق ڈھال دیتے۔ محبتِ رسول ﷺ ہی کو دارین کی کامیابی سمجھتے تھے۔ قلندر لاہوری m نے محبتِ رسول ﷺ کو یوں اس طرح بیان فرمایا:

شوکتِ سنجر و سلیم ، تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید m و با یزید m ، تیرا جمال بے نقاب!

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

حضور قبلۂ عالم ننکانوی m بھی عشقِ رسول ﷺ میں مستغرق تھے اور یہ سب بارگاہِ رسالت ﷺ ہی کا فیض تھا۔ آخری زمانۂ حیات میں تحدیثِ نعمت کے طور پر ایک مرتبہ خود فرمایا: "اِس فقیر کی کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ رسولِ خدا ﷺ کی بارگاہ میں حاضری نہ ہوئی ہو"۔ آپ مسیحائے نفس اور فقرِ غیور کے سچے علمبردار تھے۔ آپ کا مشہور قول تھا: "فقرِ محمدی ﷺ کا حامل سوال نہیں کرتا"۔ مجلّہ آئینۂ کرم کے شمارہ نمبر 24 (جون 2009ء) کے مطابق صفحہ نمبر 9 پر پیر محمد طاہر حسین رقمطراز ہیں ملاحظہ ہو: فقر و استغنا کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس آتا خرچ کر دیتے، کبھی اتنی دولت آپ کے پاس نہ رہی کہ زکوٰۃ فرض ہو۔ اکثر فرماتے" دنیا کو دل سے نکال دے پھر میرے پاس آ "۔ آپ کا وجود عشقِ الٰہی کی تصویر تھا۔ ساری ساری رات مصلّے پر بیٹھے گزار دیتے۔ وزن صرف اکتیس (31) کلو رہ گیا تھا۔ آپ کو دیکھ کر زبان پر بے ساختہ حضرت سلطان باہو m کا یہ بیت جاری ہو جاتا:

اندر میرا حق تپایا ، اساں کھلیاں راتیں کڈھیاں ہُو
تن تھیں ماس جُدا ہویا باہو سوکھ جھلارے ہڈیاں ہُو

دستار بندی و سجادگی کے کچھ دستور ہوتے ہیں یعنی صوفیائے کرام کی دستار بندی اور خلافت کے لیے قابلیت و اہلیت کا ہونا از حد ضروری ہے ۔قبلہ پیر سیّد نصیر الدین نصیر گولڑوی m نے اپنی ایک رباعی میں اسی بات کو اس طرح بیان فرمایا:

وہ علم ، وہ کردار تو لاؤ پہلے
وہ شکل ، وہ اطوار تو لاؤ پہلے

دستار کا باندھنا تو ہے بعد کی بات
اہلیت دستار تو لاؤ پہلے

صوفیائے کرام n کو مسندِ عرفان پر بٹھانے کے لیے کم سے کم تین صفات کا ہونا بہت ضروری سمجھا جاتا ہے،علم،عقل اور عشق ۔ان اوصاف کا حامل ہی خلافت و نیابت کا حقدار ہے لیکن ارباب طریقت میں ان اوصاف کا فقدان ہے ۔اگر اسی معیار کو برقرار رکھا جاتا تو آج خانقاہی نظام میں اس قدر خلل نہ ہوتا ۔اسی لیے خانقاہی نظام میں اب اسلاف کا سا رنگ نہیں ہے اور مخالفین کی انگلیاں اٹھنا شروع ہو گئیں ہیں ۔حقیقتِ سجادہ نشینی پر پیر سیّد نصیر الدین نصیر گولڑوی m کی ایک اور رباعی ملاحظہ فرمائیں:

تشریحِ شریعت و طریقت یہ ہے
اقطاب و اولیاء کی سنت یہ ہے

تعلیم رسول ﷺ پہ چلانا ، چلنا
سجادہ نشینی کی حقیقت یہ ہے

خانقاہیں ہمیشہ سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام اور امن و اخوت کی آئینہ دار رہی ہیں ۔ہمیشہ اخلاقیات اور ایثار و یگانگت کا مرکز رہی ہیں ۔اس پاکباز گروہ کی اصلاحی سرگرمیاں کسی ایک قوم

اور قبیلے کے لیے نہ تھیں بلکہ ان کی تعلیمات تمام انسانوں کے لیے عام تھی۔ مسلم وغیر مسلم، دوست و دشمن سب کے لیے یکساں، اسی طرح اخلاقیات اور مروّت کا درس دیا جاتا تھا۔ محبت اور جذبۂ ایثار کا یہ موقف تمام صوفیا ءو اولیاء کا تھا۔ حضرت سعدی شیرازی m اسی پیغام کو "گلستان" میں اس طرح دیتے نظر آتے ہیں:

بنی آدم اعضائے یک دیگرند
کہ در آفرینش زیک گوہرند

چو عضوی بہ درد آورد روزگار
دیگر عضوھا را نماند قرار

ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین حنفی القادری آئینۂ کرم کے شمارہ 25 میں لکھتے ہیں کہ میرے حضرت m کا طریقہ حافظ شیرازی m کے درج ذیل شعر کے مطابق رہا ہے:

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف ست
با دوستان مروت، با دشمنان مُدارا

خانقاہوں میں اپنا ہو یا پرایا ہر ایک کے ساتھ مساوی سلوک ہوتا۔ کسی کی بات رَد نہ کی جاتی بلکہ ہر ایک کی سُنی جاتی۔ آج وہیں جگہیں فتنہ و فساد اور ایک دوسرے پر اپنی برتری و بزرگی مسلّط کرنے کے لیے بطورِ اکھاڑا استعمال کی جانے لگیں۔ قبلہ پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی m اسی بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں

سجّادہ و بیعت و قبا کا جھگڑا تقسیم
مریدین و انا کا جھگڑا

زوروں پہ ہے آج کل کی درگاہوں میں

نذرانہ وصولی و دعا کا جھگڑا

پیر محمد طاہر حسین حنفی القادری دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ طریقت میں ہمیشہ نیابت کے لیے اہل اور قابل افراد کا انتخاب کیا جاتا رہا ہے۔ جب تک یہ بات رہی سلسلۂ طریقت کی خوب اشاعت ہوئی اور برصغیر پاک وہند کے ہر شہر، گاؤں اور قریہ میں فیض پہنچا لیکن جب سے محض قرابت داری پر انحصار ہوا تو وہ بات نہ رہی۔ اگر شیخ کی اپنی اولاد میں سجادگی کا مستحق نہیں تو اس نے اپنے بھتیجے کو خرقۂ خلافت عطا کر دیا یا بڑے بیٹے میں وہ اہلیت نہیں تو چھوٹے بیٹے کو مسند پر بٹھا دیا۔ لازم نہیں کہ نالائق کو ہی اپنا خلیفہ بنایا جائے۔ بلکہ اسلاف کا تو یہ طریقہ ہی نہیں رہا کہ اپنے آپ کو گدی نشین کہلاتا۔ بقول پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی m:

درگاہ ، جو آمدن سے تعبیر نہیں
یہ بارگہِ علم ہے ، جاگیر نہیں

وہ پیر تھے ، گدیاں تھیں جن کی محتاج
گدی کا جو محتاج ہو ، وہ پیر نہیں

میرے حضور قبلہ عالم منگانوی m فرمایا کرتے: "دربار ایک ساز کی طرح ہے اور صاحب سجادہ اس ساز کو بجانے والے کی مانند ہے۔ ساز کتنا ہی قیمتی ہو اگر اس کو بجانے والا انجان ہے تو یہ ساز بے سُرا ہو جائے گا اور اگر اس ساز کو بجانے والا ماہر ہے تو اس ساز سے چار دانگ عالم میں دھوم مچ جائے گی"۔

اس پاکیزہ منصب کا اب یہ عالم ہے کہ اولاد میں سے کوئی مستحق ہے یا نہیں سب اس کو اپنا موروثی حق سمجھتے ہیں، مسند ایک ہے اور مدعی ہر کوئی۔ حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادری m کا وصال ہونے لگا تو انہوں نے اپنی نیابت کے لیے حضور قبلہ عالم منگانوی m کا انتخاب فرمایا اور بعد کی ریشہ دوانیوں سے بچنے کے لیے اپنی حیاتِ ظاہری میں ہی مسندِ ارشاد پر

متمکن فرمایا، پھر لوگوں نے دیکھا سلسلۂ طریقت کی تبلیغ و اشاعت کا کام جو حضور کی ذاتِ اقدس سے ہوا وہ دیگر اولاد و مریدین کے بس میں نہ تھا بلکہ پورے سلسلۂ طریقت میں ایک مثال اور نمونہ بن گیا۔

ہمارے حضرت m کی انفرادیت یہ بھی ہے کہ جانشین شیخ کبھی خانقاہ یا سجادہ کا پابند نہیں رہا۔ جہاں چاہا مُصلّٰی بچھا دیا اور سلسلۂ رشد و ارشاد شروع ہو گیا۔ یعنی اولیاء اللہ کا اصل ہدف اور مشن تبلیغ و اشاعت ہی رہا ہے۔ خانقاہوں میں جب فتنے جنم لینے لگے تو یہ مردانِ حق وہاں سے اُٹھ آئے۔ ویرانوں اور جنگلوں میں آبیٹھے۔ پھر وہی ویرانے عشق و معرفت کے میخانے اور وہی جنگل علم و عرفان کے منگل بن گئے۔ اولیاء اللہ کے بارے حکیم الامت علامہ اقبال mفرماتے ہیں کہ انہوں نے جہاں قدم رکھا اس مٹی کو اکسیر اور کیمیا کر دیا۔

پیر رومی m خاک را اکسیر کرد
از غبارم جلوہ ھا تعمیر کرد

حضور قبلہ عالم منگانوی m کو گدی نشینی سے کوئی رغبت نہ تھی بلکہ اس منصب دستار کو انہوں نے سنجیدگی سے اوڑھا اور فرض سمجھ کر انجام دیا۔ کیونکہ ان کی طبیعت میں تو بڑی بے نیازی اور استغنا تھا یعنی حضور قبلہ عالم m تو بارگاہ ربوبیت میں گم تھے انہیں دنیا و مافیہا سے کچھ سروکار نہ تھا۔ ویسے بھی اولیاء اللہ اس بے نیاز کے بے نیاز بندے ہوتے ہیں۔ حضور m تمام عمر کسی عادت اور زمانے کے کسی بھی بندھن میں نہیں بندھے گئے۔ حتیٰ کہ جن رسوم و رواج کی پابندی معاشرتی لحاظ سے بھی بہت ضروری ہوتی ہے اللہ کا یہ فقیر ان سے بھی الگ رہا ہے، " لمحاتِ کرم " میں درج ہے کہ حضور قبلہ عالم m نے درگاہ کی محافل اور عراس کی تقریبات میں شرکت کی بھی پابندی نہ فرمائی اور آستانہ عالیہ پر آنا اور موجود ہونا ضروری نہ سمجھا بلکہ جہاں ہوتے وہیں پر عرس کی محفل منعقد ہو جاتی، وہیں تبلیغ و تلقین ہوتی، وہیں لنگر تقسیم کیا جاتا۔ عشاق پروانوں کی طرح جمع ہو جاتے اور دنیا والے حیرانی سے تکتے رہ جاتے کہ حضور قبلۂ عالم m کا یہ انداز کیسا ہے اور

انہوں نے کیا کیا؟

حضور قبلۂ عالم m کو بابا غلام محمد جو کہ ایک گوڈڑی پوش فقیر تھے اور آپ کے بہت قریبی احباب میں سے تھے، عرض کیا حضور! میں آپ کے صاحبزادہ کو چاندی بنانے کا طریقہ بتانا چاہتا ہوں کیونکہ میں علیل ہوں اور اس دنیا سے اُٹھ جاؤں گا۔ میرے پاس یہ کیمیا گری کا نسخہ ہے۔ میں صاحبزادہ صاحب کو سکھا جاتا ہوں تاکہ وہ آسودہ رہیں۔ حضور قبلۂ عالم m نے فرمایا غلام محمد! ہمارے باپ دادا نے ہمیں صرف خدا کا دروازہ دکھایا ہے اور اس دروازے کا سوالی کبھی خالی نہیں رہتا۔ اگر عرصہ دراز سے میرا تمہارے ساتھ تعلق نہ ہوتا تو آج ہی تجھے بھگا دیتا۔ قبلہ پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی m فرماتے ہیں:

رزّاقِ جہاں ربِّ تعالیٰ وہ ہے
جواد و غنی و بر تر و بالا وہ ہے

کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے
اللہ سے مانگ دینے والا وہ ہے

پیر محمد طاہر حسین حنفی القادری "لمحاتِ کرم" میں فرماتے ہیں: حضور قبلۂ عالم منگانوی m کے لیے منگانی شریف میں کوئی خاص کمرہ مخصوص نہ تھا۔ چند ماہ کسی کمرہ میں گزارتے اور چند ماہ کسی اور میں۔ ہمارے موجودہ گھر میں کوئی ایسا کمرہ نہیں جس میں حضور نے قیام نہ فرمایا ہو لیکن موسم گرما میں اکثر لنگر شریف کے پرانے کچے کمروں میں رہائش پذیر ہوتے۔ حضور m کے لباس میں بھی کوئی مخصوص وضع قطع نہیں ہوتی تھی۔ سید پیر وارث شاہ m بھی درویش کی زندگی کے بارے میں فرماتے ہیں:

وطن دماں دے نال تے ذات جوگی ساڈا خویش قبیلہ ہے کیہا
جیہڑا وطن تے ذات وَل دھیان رکھے دنیا دار ہے اوہ درویش کیہا

بارگاہِ سیدۃ النساء k سے حضور قبلہ عالم m کی فیض یابی

پیر سیّد سیّد علی ثانی گیلانی ☆

اہل ایمان ومعرفت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے۔نبی کریم ﷺ ہی زمین پر اعلیٰ ،اولیٰ ،اعظم ،اکمل ،اور اہم ہستی ہیں مخلوق خدا میں کوئی بھی آپکا ہمسر اور آپ جیسا عظیم وکریم نہیں ۔ساتھ ہی ساتھ یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ کون ہے جسکو آپ ﷺ کے بعد تمام ذاتوں سے افضل ذات تصور کیا جائے ۔اسمیں بھی اہل معرفت وطریقت متفق ہیں کہ روئے زمین پر واحد ہستی حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ہے جو آپ ﷺ کے نطفہ مبارک سے ہیں سو اس نسبت سے آپ تمام روئے زمین پر اعلیٰ وافضل ہیں ۔یہ شرف کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا ۔اس میں تو کسی طرح کا شبہ بھی نہیں ۔ہاں احادیث وآثار کی کتب میں بعض ہستیوں کے فضائل کا تذکرہ ہے سو ہم اس پر بھی آپ سیدۃ صلوٰۃ اللہ علیہا کی فضیلت ثابت کرنے کیلئے ان مآخذ سے بھی رجوع کرتے ہیں ۔سنیئے پہلی حدیث مبارکہ:۔

عن حُذیفة رضی قال :قال رسول الله ﷺ:إنّ هذا ملک لم ینزل الأرض قط قبل هذه اللیلة استأذن ربه أن یسلم علی ویبشرني بأن فاطمة سیدة نساء أهل الجنة وأن الحسن والحسین سیدا شباب أهل الجنة ۔(۹) ترمذی ،الجامع الصحیح ،۵:۶۶۰ ،رقم :۳۷۸۱۔

”حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا :ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے

☆آستانہ عالیہ شیخو شریف، ضلع اوکاڑہ

کبھی زمین پر نہ اترا تھا،اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے حاضر ہو اور مجھے یہ خوشخبری دے، فاطمہ اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں"۔

جس ہستی کو جنت (دارالخلود) ہمیشہ رہنے والے گھر کی سیادت کا مژدہ سنایا جائے تو تمام کائنات کی سیادتیں اس پر قربان نہ ہو جائیں۔ مندرجہ بالا احدیث سے ہمیں یہی معلوم ہوا اور اس عقیدے کو ایک سند مل گئی۔ آپ سیدۃ نے رسول کریم وعظیم ﷺ کی صاحبزادی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ آپ سے بڑھ کر تقویٰ بھی کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

عن علیؓ أنہ کان عند رسول ﷺ،فقال:أیّ شی خیر للمرأۃ؟فسکتوا،فلما رجعت قلت لفاطمۃ:أیّ شیٔ خیر للنساء؟قالت:ألا یرھن الرجال،فذکرت ذلک للنبی ﷺ، فقال:أنما فاطمۃ بضعۃ منی۔(۴۴)بزار،المسند ۲:۱۶۰، رقم:۵۲۶۔

"سیدنا علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ بارگاہ نبوی میں حاضر تھے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:عورت کے لئے کونسی شے بہتر ہے؟ اس پر صحابہ کرامؓ خاموش رہے۔ جب میں گھر لوٹا تو میں نے سیدہ سلام اللہ علیھا سے پوچھا:بتاؤ عورت کیلئے کونسی شے بہتر ہے؟ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا نے جواب دیا:عورت کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اسے غیر مرد نہ دیکھے میں نے اس چیز کا تذکرہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔"

عورت کا یہی زیور ہے۔ جس سوال کے جواب میں صحابہ کرامؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ جیسے عالم خاموش رہے، آپ رضی اللہ عنہا نے کس خوبصورتی سے اسکا دولفظوں میں خلاصہ بیان کر دیا۔ اور سرکار رسالت مآب ﷺ سے اسکی تحسین وتحیج پائی۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ تمام عالمین کی عورتوں پراس طرح فوقیت رکھتی ہیں جسطرح تمام کھانوں پرثرید (الحدیث) اب انکی زبانی ایک شہادت ملاحظہ کیجئے:

عن جُمَيع بن عُمَير التيمي، قال: دخلت مع عمتي على عائشة فسئلت أيُّ الناس كان أحب ألى رسول الله ﷺ؟ قالت: فاطمه، فقيل: من الرجال؟ قالت: زوجها، إن كان ما علمت صوّاماً قوّاماً۔ (۳۰) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۷۰۱، رقم: ۳۸۷۴۔

"حضرت جمیع بن عمیر تیمیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا حضور اکرم ﷺ کو کون زیادہ محبوب تھا؟ اُم المؤمنینؓ نے فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیھا۔ عرض کیا گیا: مردوں میں سے (کون زیادہ محبوب تھا) ؟ فرمایا: اُن کے شوہر، جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والے اور راتوں کو عبادت کے لئے بہت قیام کرنے والے تھے۔"

سرکار کی محبوب ترین بیوی أي الناس كان أحبُّ إلى رسول الله ﷺ کے جواب میں فرماتی ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم کو تمام انسانوں سے زیادہ محبوب تھیں۔ جب سب سے محبوب بندہ کسی کے محبوب ہونے کی گواہی دے تو اسکی محبوبیت کی کیا شان ہوگی شاید کوئی اہل دل و نظر محسوس کر سکے سرکار ﷺ کے بعد مشابہت میں سب سے افضل:

عن عائشة أم المؤمنينؓ قالت: ما رأيت أحداً أشبه سمتاً و دلاً و هدياً برسول الله ﷺ في قيامها و قعودها من فاطمة بنت رسول الله ﷺ۔ (۳۵) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۷۰۰، رقم: ۳۸۷۲۔

"اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا سے بڑھ کر کسی کو عادات و اطوار، سیرت و کردار اور نشست و برخاست میں آپ ﷺ سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا"۔

انہی فضائل کی بنا پر لختِ جگرِ رسول ﷺ کو اس اعزاز و اکرام سے نوازا گیا کہ بروز قیامت جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا تو عرش کی گہرائیوں سے کوئی آواز دے گا: اہلِ محشر اپنی نظر جھکاؤ کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ گزر رہی ہیں۔ جبکہ ایک حدیث اس وضاحت کے ساتھ یوں منقول ہے:۔

عن عائشةؓ قالت قال النبي ﷺ ینادی منادیوم القیامة غضوا أبصارکم حتی تمر فاطمة بنت محمد النبي ﷺ (۸۵)۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۸:۱۴۲۔

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: روزِ قیامت ایک ندا دینے والا آواز دے گا: اپنی نگاہیں جھکا لو تاکہ فاطمہ بنت مصطفیٰ ﷺ گزر جائیں۔"

عن عليؓ قال قال رسول الله ﷺ تحشر ابنتي فاطمة یوم القیامة و علیها حلة الکرامة قد عجنت بماء الحیوان فتنظر إلیها الخلائق فیتعجبون منها ثم تکسی حلة من حلل الجنة تشتمل علی ألف حلة مکتوب علیها بخط أخضر: أدخلوا ابنت محمد ﷺ الجنة علی أحسن صورة و أکمل هیبة و أتم کرامة و أوفر حظ فتزف إلی الجنة کالعروس حولها سبعون ألف جاریة۔ (۸۸) محب طبرانی، ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: ۹۵۔

"حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری بیٹی قیامت کے دن اس طرح اٹھے گی کہ اس پر عزت کا جوڑا ہوگا، جسے آبِ حیات سے دھویا گیا ہے۔ ساری مخلوق اسے دیکھ کر دنگ رہ جائے گی، پھر اسے جنت کا لباس پہنایا جائے گا، جس کا ہر حلہ ہزار حلوں پر مشتمل ہوگا۔ ہر ایک پر سبز خط سے لکھا ہوگا: محمد کی بیٹی کو احسن صورت، اکمل ہیبت، تمام تر کرامت اور وافر تر عزت کے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔ پس آپ کو دلہن کی طرح سجا کر ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں جنت کی طرف لایا جائے گا۔"

اللہ اکبر اس وقت کیا شان عظمت وکرامت ہوگی حسنین کریمین کی اماں جان کی شاید ہی کوئی آنکھ اسکا ملاحظہ کر سکے۔ چشم بشر تو اس سے قاصر ہے۔

ایسی ہستی کی بارگاہ میں اگر کسی کی رسائی ہو یا آپ رضی اللہ عنہا کی چشم التفات اس پر مہربان ہو تو اسکی قسمت کے کیا کہنے۔

مذہبی اور روحانی ادبیات کا ایک بڑا حصہ "عالم مثال" کے وقائع پر مشتمل ہے صوفیاء کے نزدیک عوالم تین ہیں عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجسام ۔عالم ارواح جسم اور صورت دونوں سے پاک ہے عالم اجسام میں جسم اور صورتیں دونوں ہیں اور کوئی جسم بلا صورت اور کوئی صورت بلا جسم نہیں ہوتی لیکن عالم مثال میں جسم نہیں صرف صورتیں۔عالمِ ارواح کے مجردات عالم مثال میں اشکال میں ارواح ہوتے ہیں اور عالم اجسام میں ہونے والے وقائع اور حوادث بھی عالمِ مثال میں صورت پذیر ہوتے ہیں ۔مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ موت قیامت کے دن مینڈھے کی صورت میں لائی جائے گی یا دنیا بوڑھی عورت کی شکل میں پیش ہوگی یا سورہ انعام اور مائدہ بادل بن جائے گی یا فرشتے سفید لباسوں میں نازل ہوں گے جبرائیل غارِ حرا میں صاحب تاج، معلم یا عام طور پر جناب دِحیَہ کلبی کی شکل میں بارگاہِ رسالت میں حاضری دیتے رہے۔مکاشفات ورؤیا کا ایک بڑا حصہ عالم مثال کے معاملات پر مبنی ہوتا ہے۔

مدعا جو یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ "لمحات کرم" پڑھتے ہوئے ان صفحات کے مطالعہ سے پیدا ہوا۔

برادرم پیر طاہر حسین قادری اپنے پیر ومرشد کے سوانحی خاکہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے انکی حرمین الشریفین میں حاضری کی کیفیت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ (خواجہ پیر محمد کرم حسینؒ m) جنت البقیع میں تشریف لے گئے ۔باقی انکی زبانی ملاحظہ ہو:

"بالکل سامنے اور قریب ترین جو مزارات تھے ان میں ایک مزار جناب حسنین کریمینؓ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کی تھی ۔تھوڑی دیر کچھ دل میں پڑھنے کے

بعد حضور قبلہ عالم دعا کے لیے ہاتھ بلند فرما دیتے ہیں۔ اور اپنے مولا سے دعا مانگنی شروع کر دیتے ہیں۔ دعائیں مانگتے مانگتے پھر روتے روتے حضور کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔ اس عالم میں حضور کو دیکھ کر وہ وقت میرے لیے بڑا پریشان کن اور جان کن تھا۔ رونے کے سوا چارا نہ رہا۔ پھر حضور فرماتے ہیں اے رب کریم۔ اے رب کعبہ۔ اے رب محمد ﷺ مجھ عاجز کی حاضری اپنی بارگاہ مقدسہ میں منظور و مقبول فرما۔ اہل جنت البقیع کے نفوسیہ قدسیہ اور بالخصوص اپنی روحانی اماں جان حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کی خدمت اقدس میں یوں عاجزی و انکساری سے التجا کرتے ہیں۔ "اے میرے پیارے نبی ﷺ کی پیاری نور چشم۔ واسطہ ہے آپ کو اپنے ابا حضور پر نور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا، واسطہ ہے آپ کو اپنے سرتاج کا، اے پیاری اماں جان! واسطہ ہے آپ کو اپنے پیارے حسنین کریمینؓ کا۔ واسطہ ہے آپ کو شہدائے کربلا کا مجھ عاجز لاچار غریب کے پاس آپ کی شایان شان کوئی ایسی چیز تحفہ نہیں جو میں آپ کی خدمت اقدس مطہرہ میں پیش کرتا میرے پاس صرف یہ ٹوٹی پھوٹی ریاضتیں اور تین ختم قرآن پاک اور تین لاکھ درود پاک کی تسبیحات ہیں جو میں آپ کی خدمت مطہرہ میں ہدیۃً تحفتاً پیش کرتا ہوں۔ مہربانی فرما کر قبول فرمائیں" اتنا عرض کرنے کے بعد حضور کی روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ طبیعت سنبھل جاتی ہے۔ جب دعا کو حضور ختم فرما کر اٹھ بیٹھے ہیں تو حضور کے چہرے انوار پر ایک خاص قسم کی مسکراہٹ اور طمانیت تھی اور خوشی کے آثار صاف نظر آرہے تھے"۔

اس کیفیت سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا:

شکر ہے کہ ہماری اماں جان حضرت فاطمۃ الزہرہؓ نے مجھ عاجز کی حاضری والتجا کو قبول فرمایا۔ ان کی شان کے مطابق میرے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ ان ختم قرآن اور تسبیحات کا ثواب تحفۃً خدمت اقدس میں جب پیش کیا تو کمال شفقت و مہربانی اور ترس فرما کر مجھ عاجز کو فرمایا۔ "بیٹا! تمہارا اتنی دور سے اس حالت بیماری اور کمزوری کے ساتھ

میرے پاس آ جانا میرے لیے کافی ہے میں تجھ سے راضی ہوں ۔اوران ختم قرآن اور تسبیحات کا ثواب میں تمہیں تمہارے مریدین کے لیے دیتی ہوں جو قیامت تک ان کے کام آئے گا۔

اس سے بڑھ کر کسی کی سعادت مندی کا نوشتہ تقدیر کیا ہوگا۔جسکو عالم کشف میں سرکار نبی کریم ﷺ کی لختِ جگر نورِ نظر فرمائیں کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور ساتھ یہ تحفہ بھی پیش کریں ۔قربان جاؤں ایسے مقدر کے ۔آج اس فیض کے مناظر آستانہ عالیہ منگانی شریف ضلع جھنگ میں حاضر ہوکر بچشم خود ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

عالم رؤیاء......بھی "عالم مثال" ہی کی ایک شکل ہے۔

ایک اور واقعہ بھی پیر طاہر حسین قادری کی زبانی سنیئے!!

پیر سید مطیع اللہ شاہ کا وصال اور حضرت سیدۃ النساءؓ کی بشارت

حضرت شاہ صاحب حضور کے فیض یافتہ مرید' خلیفہ مجاز اور نہایت پاکباز بزرگ تھے۔گو عمر رسیدہ تھے لیکن آداب مرشد کوئی ان سے سیکھتا۔حضور کے بلوآنہ شریف قیام کے دوران دست بیعت سے مشرف ہوئے اور ایک آرزو کا اظہار فرمایا کہ حضور کے قدموں میں جگہ مانگتا ہوں ۔حضور نے فرمایا "جب پیمانۂ حیات لبریز ہونے لگے تو یہاں چلے آنا" ان پر حضور کا بڑا فیض تھا۔انہی دنوں وہ دربار شریف پر حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی کہ عرصہ حیات تمام ہونے کو ہے اسی لیے آ گیا ہوں ۔حضور نے میاں احمد بخش کو بھیج کر ان کے کفن کا خود ہی انتظام کروایا۔اور فرمایا میں کل ملتان جا رہا ہوں میرے بعد شاہ صاحب کا انتقال ہو جائے گا لہٰذا ان کی دیگر پیر بھائیوں کے ساتھ تدفین کر دینا۔

اسی رات حضور نے خواب میں دیکھا خاتون جنت حضرت سیدۃ النساءؓ ہمارے گھر تشریف لائی ہیں اور کہیں آپ کا وصال ہو گیا ہے۔حضور نے اپنی اہلیہ محترمہ کو انہیں غسل دینے کے لیے ارشاد فرمایا اور خود ان کی مزار پرانوار کے لیے مسجد کے ساتھ گیلری میں جگہ متعین کی اور مزار کھودنے کا کام شروع ہوا۔صبح حضور نے ملتان روانگی سے قبل والدہ صاحبہ اور ہمیں

اپنا خواب بیان کیا۔ پھر اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ میرے بعد شاہ صاحب کا انتقال ہو جائے گا۔ لہٰذا انہیں درویشوں کے پاس دفن نہ کرنا بلکہ مسجد کے ساتھ والی گیلری میں دفن کرنا۔ حضور کی ملتان روانگی کے چند روز بعد 1985ء کو ماہ دسمبر کے پہلے عشرہ میں شاہ صاحب کا وصال ہو گیا۔ حضرت اخی قبلہ نے پہلی بار انہی کی نماز جنازہ پڑھائی اور نماز مغرب سے قبل حضور کے حسب الارشاد مقام پر تدفین عمل میں لائی گئی۔

راہِ وفا میں جذبہ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

یہ ٹوٹے پھوٹے چند الفاظ میں نے برادر عزیز سید رفاقت علی شاہ صاحب کی تاکید پر رقم کیے ہیں۔ اگر خواجہ پیر محمد کرم حسین حقی القادری m کی وساطت سے بارگاہ سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا میں قبول

ہو جائیں تو میرے لیے یہ دنیا و آخرت کی کامیابی ہوگی۔ آمین

اہلِ کرم کی محافلِ قادریہ

سید سبطین رضا گیلانی ☆

فتح الربانی فیضِ سبحانی:

حضور غوث پاک h فرماتے ہیں کہ "بیٹے سفر کی طرف روانہ ہو جاؤ، جس کا تم نے ارادہ کیا ہے"۔ بس فتح الربانی نے یہ واضح اشارہ کر دیا ہے کہ باقی تمام معاملات اللہ تعالٰی پر توکل کرو وہی اسباب پیدا کرے گا۔ پھر اہلِ کرم نے دیکھا حضرت پیر محمد کرم حسین قادری منگانوی m کا حضور غوث الاعظم الشیخ سیدی عبدالقادر جیلانی h کے ارشاداتِ عالیہ جو کہ فتح الربانی میں درج ہیں پر کس قدر یقین کامل تھا کہ وہ صداقت کی عظمتوں سے چمکتا رہو ے۔

عصر کی نماز کے بعد فتح الربانی کی فیضِ سبحانی محفل مغرب تک سجی ہوئی ہے۔ فتح الربانی سے حضور غوث پاک h کے ارشاداتِ عالیہ کو پڑھا جا رہا ہے اور حضرت پیر محمد کرم حسین قادری m بڑے ذوق وشوق سے عشقِ غوثیت مآب میں ڈوب کر اس کی تشریح تا مغرب کرتے چلے جا رہے ہیں۔ مجال ہے کہ کوئی شخص اِس دل نشیں وعظ و نصیحت بھری محفل سے لاتعلق ہو کر چلا جائے کیونکہ محفل تو دیدنی ہو گئی ہے اور لوگ اپنی خالی جھولیاں علم و عرفان کی برکتوں سے بھرے چلے جا رہے ہیں۔

گیارہویں شریف:

گیارہویں شریف کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ گھوٹے چاول پر مشتمل زردہ ختم شریف پڑھ کر بطور تبرک و نیاز دیا جا رہا ہے۔ حضور غوث پاک h کی بشارت ہوتی ہے کہ کرم حسین!

☆شاہ رکن عالم کالونی ملتان

احباب کیلئے چینی کی چائے اور نیاز کیلئے گھووالا زردہ۔فوراً مرشد کامل کے حکم کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اہلِ کرم دیکھتے ہیں کہ ہر ماہ کی گیارہویں شریف اور عرس مبارک پر لنگر غوثیہ دربارِ قادریہ حضرت پیر محمد کرم حسین منگانوی m پر نیاز یعنی چینی اور دودھ چاول کا تبرک تقسیم ہوتا چلا آ رہا ہے۔

محبتِ شیخ:

اہلِ کرم کو حضرت پیر محمد کرم حسین قادری m تلقین فرمایا کرتے کہ جب مرید فنا فی الشیخ ہوجاتا ہے تو وہ خود پیر کامل ہوجاتا ہے کیونکہ عاشقوں اور عارفوں کا قبلہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

قبلۂ صورت پرستاں آب و گِل
قبلۂ معنی شناساں جان و دِل

قبلۂ عاشق وصالِ بے زوال
قبلۂ عارف جمالِ ذوالجلال

اہلِ کرم کو ہدایت کرتے کہ شجرہ شریف ضرور یاد کریں اور تمام پیرانِ عظام کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے رہیں۔سب سے افضل اور سب سے بڑی عبادت اللہ اور رسول اللہ ﷺ اور اُن کے پیاروں سے محبت، عشق وجنون کی حد تک کرنا اور اپنے روحانی پیشوا کو قلب کے خاص گوشہ میں ایسی جگہ دینا کہ ماسوای کی گنجائش نہ رہے۔

مبارک مجلسِ پاکاں مبارک
حضور ساقی و مستاں مبارک

محبت ، محبوب کا ملنا مبارک
بلا اب درد کا درماں مبارک

شجرہ قادریہ:

لمحاتِ کرم کے مطالعہ کے دوران یہ دیکھا کہ حضرت پیر محمد کرم حسین قادری m نے قاری میں شجرہ قادریہ اپنے ہاتھ سے لکھا اور حضرت غوثِ اعظم h کے ساتھ تصحیح کرتے ہوئے یہ الفاظ استعمال کیے ع: بحلمِ غوثِ اعظم شیخ محی الدینؒ ارضحوتابت بڑی محبت و عقیدت سے تحریر ہوا اور قادریوں کیلئے تشفی کا سبب ہے۔ اس لئے جب اپنے جد امجد اور برصغیر پاک و ہند میں قادریوں کے مرشد کامل اور مخدوم الکل، حضرت مخدوم سید محمد غوث بندگی دربار عالیہ محبوب سبحانی اُوچ شریف کا تذکرہ ترتیب دیا گیا تو اِس شجرہ قادریہ سے استفادہ کیا گیا لیکن اہلِ کرم کی تسکین کیلئے وضاحت ضروری ہے کہ حضرت غوث الاعظم سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی h فرماتے ہیں

انا الحسنی والمخدع مقامی

شجرہ قادریہ میں امامت کے تقدس و ترتیب سے سرکار ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا اسمِ گرامی آتا ہے۔ پھر حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور حضرت سیدنا امام حسین شہیدِ کربلا j کا جنہیں حسنین کریمین بھی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا تذکرہ مخدوم الکل سید محمد غوث بندگی اوچی سرکار m میں یہ شجرہ قادریہ اسطرح لکھا گیا ہے۔

کریما کرم فرما الطف کن برحال زارِ ما
طفیلِ مصطفیٰ ﷺ، مشکل کشا h وحسنین h الشہدا

اُمید ہے اہلِ کرم اِس ضمن میں کرم نوازی کریں گے۔

نعرہ یا غوث اعظم h:

اہلِ کرم اکثر حضرت پیر محمد کرم حسین قادری m سے نعرہ یا غوثِ اعظم h بھی سنتے اور قادریوں کیلئے یہ اشعار روحانی تشنگی کا سبب بنتے

یا جنابِ غوثِ اعظم h دستگیر و پیرِ ما
از طفیلِ گل محمد m عفو کن تقصیرِ ما

قادری ایم نعرۂ یا غوثِ اعظم h می زنیم
دمزِ حافظ گل محمد قطبِ عالم می زنیم

حضرت حافظ گل محمد m اور اہلِ گل و کرم بڑے ذوق سے حضرت پیر محمد کرم حسین قادری سے جب یہ اشعار سنتے تو عاشقانِ غوثِ اعظم h وجد و مستی سے سیراب ہو جاتے:

از شرابِ غوثِ اعظم h گلشن و گلزار مست
شاخ مست، برگ مست، میوہ مست و بار مست

از نسیم سوئے عدبر سایۂ شاہ دستگیر
عطر مست، مشک مست، نافۂ تار تار مست

این غزل گفتی تو فاضلؔ دین بہ مدح پیرِ خویش
لوح مست و حرف مست و کلکِ گوہر بار مست

ماخذ:

۱۔ لمحاتِ کرم (محمد طاہر حسین قادری)

۲۔حافظ الکرم (محمد طاہر حسین قادری)

سرخیل اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مفتی محمد فاروق سلطان قادری الازہری ☆

الحمدللہ وحدہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ و علی آلہ واصحبہ طرآ

کما اماتی

اما بعد:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا

ترجمہ: یہ وہ باغ ہے جسکا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیز

گار ہے۔

الحمدللہ العزیز!

میرے لیے انتہائی سعادت ہے کہ میرے مخلص و مشفق دوست، فنا فی الشیخ فخر ساداتِ کاظمیہ، جناب پیر سید رفاقت علی شاہ مشہدی کاظمی قادری زیدہ مجدہٗ بقول ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہاء (تہران۔ایران)

رفاقت علی شاہ دانائے دیں
ہماں سید پاک و مسند نشیں

شدہ مشہدی کاظمی قادری
بہ عرفان و دانش، شریف و امیں

آرگنائزر جماعت اہلسنت پاکستان، ڈویژن فیصل آباد

نے اپنے مرشد کامل، آسمان ولایت کے کوکب تاجدار، میدان تصوف کے شاہسوار، عاشق رسول دارین ﷺ، محبوب حسنین کریمین، حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری نوراللہ مرقدہٗ کے متعلق تاثرات اور حالات زندگی قلمبند کرنے کا حکم فرمایا۔

راقم الحروف اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کا معترف ہے۔ فقیر جب دور حاضر کے پیروں اور مریدوں کے حال پر نظر ڈالتا ہے کہ کس طرح مکروفریب کی دکان رکھنے والے شیاطین اپنے آپ کو فقر کے سلاطین کہتے ہیں۔ بدبختوں نے اولیاء کا لباس پہن رکھا ہے۔ مردودلوگ اپنے آپ کو برگزیدہ بندوں کی طرح ظاہر کرتے ہیں۔ راہ دین کے لٹیرے، ارباب دین کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ ان کا طریقہ زندقہ والحاد اور مکروفریب ہے۔ ان کا وجد ظاہر کرنا محض مکاری ہے۔ ان کی صحبت میں بدعتی اور بے نمازی شامل ہیں۔ ان کی مجلس کی زینت جنگ وجدل اور خلوتوں میں خباثت اور بھانگ ہوتی ہے۔ ان کو حرام کی روزی اور گدائی پر فخر ہے۔ بے حیائی اور بے شرمی پر ان کو ناز ہے۔ جاہل عوام جو کالانعام ہوتے ہیں۔ وہ ان گمراہ لوگوں کے مکروفریب میں مبتلا ہیں اور ان بدنصیب جھوٹوں کی شیخیوں کو اپنی نفسانی خواہشات کا مددگار بنا لیا ہے۔ اور اباحت و کفر کو طریقت اور فقر کا نام دے رکھا ہے دین اسلام کے حقائق سے بیگانہ ہیں۔ بروز قیامت اللہ جل شانہ حاکموں، قاضیوں اور ائمہ اسلام سے اس فساد کے دفع کرنے میں تساہل اور تقصیر پر باز پرس کرے گا۔

کیونکہ اسلامی قواعد کے استحکام اور اہل بدعت وضلال کے قلع قمع کرنے کی ذمہ داری سلاطین وحکام پر ثابت ہے۔ حدود شرع کی ہدایت ان پر واجب ہے۔ لیکن چونکہ اس زمانے میں سلطنت کے امور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جو احکام دین کے اسرار سے نابلد ہیں۔ ان کی تمام تر توجہ لہو ولعب میں مبذول ہے اور فسق وفجور کو اپنا مذہب بنا لیا ہے دنیا کے مردار فانی کو اپنی جنت سمجھتے ہیں۔ نفس وہوا کے بندے بن گئے ہیں۔ شیطان کی شاگردی پر جان سے آمادہ

ہیں ۔اللہ تعالیٰ او ررسول اکرم ﷺ کے فرامین کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔حاکموں ،قاضیوں،عالموں اور مفتیوں نے اختلافی جھگڑوں اور کلامی بحثوں کا نام علم دے رکھا ہے ۔علوم دین کے حقائق جو کتاب وسنت کے اسرار و دقائق کی معرفت ہیں ۔ان سے اعراض کر رکھا ہے ۔اس لیے بدعتی گمراہ ہر طرف پھیل گئے ہیں اور بے دین زندیقوں نے قوت پیدا کر لی ہے ۔اسلام کے حدودواحکام کی روشنی بجھ گئی ہے اور شریعت محمدی کے راستہ کی معنویت ختم ہو رہی ہے ۔بقول علامہ اقبالؒ:

خدا وندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

تو ایسے اندھیروں میں افق ولائت پر ایک ستارہ نمودار ہوا،جسکا معزز ترین نام خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری المعروف قبلہ عالم منگانوی ہے ۔جو تاج الاصفیا اور سرخیل اولیاء ہیں ۔ورع وتقویٰ ان کا پیشہ اور ذکر الٰہی ان کا شیوہ تھا ۔اس عالی مرتبت کا کشف و کرامات سے کوئی واسطہ نہ تھا ۔یہ اپنے آپ کو خادم دیں قرار دیتے تھے اور یہی ان کا شب وروز کا مشغلہ ہوتا تھا ۔ان کا دھیان ہر آن اسی طرف رہتا تھا کہ کہیں ترک فرائض نہ ہو جائے ،ادائے سنت میں کس موقع پر تساہل نہ برتا جائے،نوافل ومستحبات ادا کرنے میں کسی قسم کی سستی نہ پیدا ہو جائے ۔

ان کے قول وعمل سے کسی کو ایذا نہ پہنچے ۔لوگوں کی اصلاح وتربیت کے سلسلے میں کہیں لغزش کے مرتکب نہ ہو جائیں ۔ان کے در دولت پر آنے والے خالی ہاتھ نہ چلا جائے ۔ان کے آستانہ عالیہ پر آنے والا عقائد اسلامیہ،مسلک حقہ اہل سنت،حب الٰہی جل و علی،عشق رسول ﷺ اور محبت صحابہ واہل بیت علیہم الرضوان سے کندن ہو کر جاتا ہے ۔اور فرق باطلہ میں کبھی متزلزل نہ ہوتا ۔اور تزکیہ واحسان توبہ واستغفار،صبر وشکر اور توکل واستقامت کا پیکر بن جاتا ۔

هُمْ جُلَسَآءُ لَا یَشْقیٰ جَلِیْسُھُمْ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کی صحبت میں بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔

ان کی صحبت میں بیٹھنے والا، ان کی دست بیعت کرنے والا، عقیدت سے ان کے پاس بیٹھنے والا، اگر برائی لیکر آیا تو اچھائی لیکر گیا۔ شقی و شقاوت لیکر آیا تو سعادت لیکر گیا اور اگر چور سارقیت لیکر آیا تو ولائت لیکر گیا۔

قارئین کرام! حضور قبلہ عالم منگانوی m اکثر اپنے مریدین و متوسلین کو پند و نصائح فرماتے۔ (قــل مـــا ودل) کے تحت گفتگو تو مختصر ہوتی لیکن اثر انگیز ہوتی اور دل کے نہاں خانوں میں پیوست ہو جاتی۔

فقیر، ان ملفوظات طیبہ کی تشریح قرآن و حدیث کی روشنی میں قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

ملفوظ نمبر ۱: اطاعت خدا جل جلالہ، و محبت مصطفیٰ ﷺ۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

نبی پاک ﷺ سے محبت عین ایمان ہے جیسے حدیث مبارکہ ہے کہ:

اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّۃَ لَہٗ

ترجمہ: خبردار (محبوب کی) محبت کے بغیر ایمان نہیں۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

ترجمہ: تم میں سے اسوقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں محمد ﷺ تمھارے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

علامہ اقبال کہتے ہیں:

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں عشق پہ اعمال کی بنیاد رکھ

فقیر نے آپ کے ملفوظات طیبہ سے دو چیزیں اخذ کی ہیں

1۔اطاعت 2۔محبت

اطاعت واتباع تعلیمات سے تعلق رکھتی ہے ۔اور محبت کا تعلق ذات سے ہوتا ہے
ذات پہلے ہے اور اسکی تعلیمات بعد میں ہیں۔محبتِ رسول ﷺ کا عنوان قرآن مجید کی نصوص
قطعیہ سے سمجھا جا رہا ہے۔

1۔وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔
اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

2۔وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔
اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔

3۔اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔
اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

4۔قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔
اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

5۔فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔
پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے۔

واقعہ نمبر 1۔حضرت کبشہؓ اور محبت وعقیدت کا اظہار:

حضرت کبشہ یا کبیشہ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں اور سیدنا حسان ابن ثابت
انصاری رضی اللہ عنہ شاعر دربار رسالت کی ہمشیرہ ہیں۔فرماتی ہیں کہ ایک روز سرور عالم ﷺ
ہمارے گھر تشریف لائے اور پانی کا مشکیزہ لٹک رہا تھا۔آپ نے مشکیزہ کے دہانے سے پانی نوش
فرمایا تو میں نے لپک کر مشکیزے کے منہ والا حصہ کاٹ لیا۔اس نیت سے کہ اس ٹکڑے پر حضور علیہ
السلام کا منہ مبارک لگا ہے۔اسے اپنے گھر رکھوں گی اور اس کی برکت سے شفا حاصل کروں گی

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف)

دوسری وجہ: میری محبت اور عقیدت گوارا نہیں کرتی کہ اب اس ٹکڑے پر کسی اور کا منہ لگے اور ہر کوئی اسے استعمال کرے (اس لئے اس مشکیزے کے ٹکڑے کو کاٹ لیا) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف)۔

واقعہ نمبر 2۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (خادم رسول ﷺ) فرماتے ہیں۔

سقیت رسول اللہ ﷺ بقدحی ھذا الشراب کلہ العسل والنبیذ والماء واللبن۔

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس پیالے میں شہد، نبیذ، پانی اور دودھ، ہر قسم کا مشروب پلایا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ نے سیدنا انس کے بیٹے نضر بن انس رضی اللہ عنہ کے پاس بصرہ میں وہ پیالہ دیکھا اور درخواست کی کہ مجھے اس میں مشروب پلایا جائے۔ پھر آپ نے اس پیالے کو خریدنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ بالآخر آپ نے آٹھ لاکھ درہم کے عوض اس پیالے کو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت نضر رضی اللہ عنہ سے خرید لیا اور فرمایا یہ تو معمولی قیمت ہے اگر کائنات کے خزانے دیکر بھی یہ پیالہ خریدوں تو سمجھوں گا سودا پھر بھی سستا ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف)۔ بقول ظہوری صاحب:

عقل والوں کی قسمت میں کہاں ذوق جنون
یہ عشق والے ہیں جو سب لٹا دیتے ہیں

ملفوظ نمبر 2: نماز قائم کرو۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ m کا ارشاد ہے کہ: "جو نماز پنجگانہ ادا نہیں کرے گا وہ میرا مرید نہیں۔"

کلمہ "صلوٰۃ" قرآن مجید کی 28 سورتوں میں وارد ہوا ہے اور 51 مرتبہ مذکور ہوا ہے۔

نماز ایمان بھی ہے اور ایمان کی پہچان بھی، دل کا نور بھی ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک بھی، انفرادی اور اجتماعی سیرت کی صورت گر بھی، نماز دین کا وہ ستون ہے کہ جس کے قیام سے دین قائم اور منہدم ہو جانے سے دین کی عمارت بھی منہدم ہو جاتی ہے۔

نماز ہر نبی اور رسول کی شریعت میں اس کے قانون شریعت کا حصہ رہی

ہے ۔ساڑھے چار ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت حاجرہ اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں بیت اللہ شریف کے پاس چھوڑا تو یہ دعا کی:

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ ال

الصَّلٰوۃَ۔

ترجمہ: اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔ اے ہمارے رب اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔

آج سے ساڑھے تین ہزار سال پہلے حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا:

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓ

ترجمہ: بولے اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں جو چاہیں نہ کریں۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کو ادائے صلوۃ کا حکم ملتا ہے۔حضرت موسٰی و حضرت ہارون علیہما السلام سے اللہ مخاطب ہوتا ہے۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِ

الصَّلٰوۃَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ: اور ہم نے موسٰی اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لئے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ کرو اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ۔

حضرت عیسٰی روح اللہ فرماتے ہیں:

وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ

○ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا

ترجمہ: اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز و زکوۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔

حضرت لقمان حکیم، دورِ حضرت داؤد علیہ السلام میں اپنے پیارے بیٹے سے فرماتے ہیں:

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ

عَزْمِ الْاُمُوْرِ اَقِيْمُوا

ترجمہ: اے میرے بیٹے نماز برپا رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ سے اللہ تبارک و تعالیٰ مخاطب ہوتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

توا ترجمہ: تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کیلئے ہے جو رب سارے جہان کا۔

حدیث مبارکہ کہ جب حضور انور ﷺ کو کوئی مہم یا مشکل پیش آتی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہِ رب العزت میں اپنی پیشانی جھکا دیتے اور نماز کا اہتمام کرتے اور فرماتے۔ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔ حدیث مبارکہ ہے کہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

بلة وَاَمِيطُوْا لِكُلِّ شَيْءٍ وَجْهًا وَوَجْهُ الدِّيْنِ الصَّلٰوةُ فَلَا يَشِيْنَنَّ اَحَدُكُمْ وَجْهَهٗ۔

ترجمہ: ہر شئی کا چہرہ ہے اور دین کا چہرہ نماز ہے۔ پس تم میں سے کوئی بھی اپنے چہرے کو داغدار نہ کرے۔

11 ہجری کو حضور اکرم ﷺ کا وصال باکمال ہوا۔ آخری روز جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کی اقتدار میں نماز فجر پڑھ رہے تھے تو نبی پاک ﷺ نے حجرہ مبارکہ کے دروازے پر پڑا ہوا پردہ ہٹا کر یہ منظر دیکھا اور تبسم فرمایا اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا: اَنْ اَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ

پھر حسنین کریمین کو بلوا کر انہیں چوما۔ آخری کلمہ جو آپ ﷺ کی زبان مبارکہ سے نکلا وہ یہ تھا: الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم

اور آخر میں فرمایا: **اللہم الرفیق الاعلیٰ۔**

نماز روحانی ترقی اور قرب کا سب سے موثر ذریعہ ہے اس لئے نبی اکرم ﷺ نے احسان کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ نماز اس طرح پڑھی جائے جیسے آپ خدا کو دیکھ رہے ہیں اور اگر یہ کیفیت نہ ہو تو کم از کم یہ کہ خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔

قارئین کرام: اگر حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے ملفوظات کی مکمل تشریح کی جائے تو کئی ضخیم جلدیں درکار ہوں گی۔ آپ کے محاسن و محامد، آپ کی عبادات، مجاہدات و کرامات کا احاطہ تحریر میں لانا انتہائی مشکل ہے۔ آپ حالت مرض میں بھی فرائض تہجد نوافل بخوبی انجام دیتے رہے۔ عمر کے آخری ایام میں ضعف و نقاہت میں اضافہ ہونے لگا۔ پے در پے بیماریوں کے حملے ہونے لگے دوا بے سود، علاج لاحاصل اور شدت مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ مریض عشق کا وقت موعود قریب آ گیا۔ مرض الموت کے دوران جب دوائیں دی جاتیں تو فرماتے:

دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست۔

بالآخر 2 جون بروز اتوار 1991ء صبح تقریباً 3 بجے یہ آفتاب ولایت غروب ہوا۔ مزار پاک منگانی شریف میں مرجع خلائق ہے۔

عارفِ باللہ، تاجدارِ منگانی شریف
حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m
(حیاتِ مبارکہ کے آئینے میں)

افتخار احمد حافظ قادری ☆

سید کائنات ﷺ کی امت میں اولیائے کاملین کی جماعت ہر زمانے میں رہی ہے اور انشاء اللہ العزیز رہے گی۔ اِن میں کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جن کے اس دنیا میں تشریف لانے سے ایک روحانی انقلاب آ جاتا ہے۔ کسی کو کیا معلوم تھا کہ میانوالی کے ایک دُور افتادہ اور پس ماندہ ترین دیہات "نواں" میں حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری m کے آنگن میں جنم لینے والا بچہ مستقبل میں دنیائے فقر کا روحانی رہبر و رہنما اور ایک درخشندہ ستارہ بن کر خلقِ خدا کو اپنے فیض سے سیراب کرے گا۔ اس بابرکت بچے کی ولادت باسعادت بوقت اذانِ فجر بروز ہفتہ یکم شوال المکرم 1359ھ بمطابق 2 نومبر 1940ء کو ہوئی۔ اِس شخصیت سے میری مراد حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m ہیں۔

آپ کی اِس دنیا میں تشریف آوری کے ساتھ ہی گھر میں ظاہری و باطنی رزق کی فراوانی اور خوشحالی ظاہر ہونا شروع ہو گئی۔ اِس بابرکت نومولود سے گھر کے تمام افراد نہایت محبت فرماتے لیکن بالخصوص آپ کی دادی محترمہ کی محبت دیدنی تھی۔ گھریلو ماحول میں ذکرِ خدا، ذکرِ رسول ﷺ اور ذکرِ مُرشد کا تذکرہ رہتا تھا جس کے انوار و فیوضات اِس نومولود پر بھی پڑتے جس کے نتیجہ میں آپ کے دل میں بھی اپنے والدِ گرامی کے مُرشد خانہ "دربار شریف" کی

☆سفرنامہ نگار، راولپنڈی

محبت جاگزیں ہوگئی۔ اِس مبارک بچے کے والدِ محترم فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ لڑکا پیدائشی ولی ہے کیونکہ ابتداء سے ہی آپ کی زبانِ مبارک میں اِس قدر فیض و اثر تھا کہ آپ جو کچھ بھی ارشاد فرماتے وہ پورا ہو جاتا۔ آپ کے والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ میرے اِس بیٹے کی پیدائش اِس لحاظ سے بھی بہت مبارک ثابت ہوئی کہ اُس کی ولادت کے کچھ ہی عرصہ بعد میری ملاقات حضرت فقیر محمد رمضان قادری m سے ہوئی، جن کی ملاقات سے میری زندگی میں عظیم تبدیلی رونما ہوئی۔

حضرت پیر محمد کرم حسین m کی عمر مبارک ابھی اڑھائی، تین سال تھی کہ آپ کے والدِ گرامی نے اپنے مُرشد کریم کے حکم پر صرف اور صرف تبلیغِ دین کی خاطر اپنے اہلِ خانہ کے ہمراہ سال 1943ء میں ''نواں'' سے ہجرت فرمائی اور ضلع جھنگ کے گاؤں ''بلو آنہ'' میں مقیم ہو گئے۔

حضرت پیر محمد کرم حسین m نے قرآن پاک اپنے والدِ ماجد سے پڑھا اور پھر بلو آنہ کے پرائمری سکول میں تعلیم حاصل کی اور آٹھویں تک گورنمنٹ مڈل سکول چک نمبر 175 میں زیرِ تعلیم رہے۔ آپ کا شمار جماعت کے قابل ترین طلباء میں ہوتا۔ آپ کو ابتداء سے ہی حضرت علامہ محمد اقبال m سے قلبی لگاؤ تھا۔ آپ بڑے متاثر کن انداز میں حضرت علامہ کے اشعار پڑھتے جس سے ہر طرف سناٹا چھا جاتا خصوصاً جب درج ذیل شعر پڑھتے تو خود بھی مسحور ہو جاتے۔

اے جذبۂ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آ جائے
منزل کیلئے دو گام چلوں اور سامنے منزل آ جائے

قبلہ عالم حضرت پیر محمد کرم حسین m کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے لحنِ داؤدی سے نوازا

تھا۔آپ جب حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ m کی مشہورِ زمانہ نعت پڑھا کرتے تو ایک کیف وسرور کا سماں بندھ جاتا تھا۔آپ کے والدِ محترم آپ کو ہمیشہ سفر وحضر میں اپنے ہمراہ رکھتے اور آپ کی ظاہری وباطنی تعلیم وتربیت فرماتے۔

حضرت پیر محمد کرم حسین قادری m کو آپ کے والدِ محترم نے بلو آنہ شریف میں عرس کے موقع پر حضرت اعلیٰ دہڑوی کی خدمت میں شرف بیعت کیلئے پیش کیا۔حضرت نے خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے بہت پیار ومحبت سے آپ کو بیعت فرمایا اور وظائف بھی عطا فرمائے۔

دربار دہڑ شریف میں اعلیٰ حضرت دہڑوی کی موجودگی میں جب پہلی بار لاؤڈ سپیکر کا استعمال شروع ہوا تو سب سے پہلے حضور پیر محمد کرم حسین m نے اپنی سریلی اور پُر کیف آواز میں ایک کافی پڑھی تھی جس کا پہلا مصرعہ تھا

اِک پل وی ہووے تاں لنگھ جاوے ساری عمر گزارا کون کرے

اوکھی لنگھدی اے رات وچھوڑیاں دی بن یار گزارا کون کرے

جس وقت حضرت پیر محمد کرم حسین m یہ کافی پڑھ رہے تھے تو اُس وقت حضرت اعلیٰ دہڑوی m آرام فرمارہے تھے لاؤڈ سپیکر سے کافی کی آواز جب آپ کے کانوں میں پڑی تو آپ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا "سریلی آواز میں کافی پڑھنے والا یہ بچہ ایک دن جہان کا پیر ہوگا۔"

حضرت پیر محمد کرم حسین قادری m جب آٹھویں کا امتحان دے رہے تھے تو آپ کے والد صاحب نے آپ سے فرمایا کہ اب ہمارا وقت قریب آگیا ہے اور ہماری خواہش بھی ہے کہ تم ہماری موجودگی میں مصلی پر بیٹھ جاؤ۔اِس صورت حال کے پیش نظر آپ کو اپنا سلسلۂ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔آپ کے والدِ ماجد نے خاندان کے تمام افراد کو بلوایا اور اُن سب کی موجودگی میں اپنی دستارِ مبارک آپ کے سرِ انور پر سجائی اور ضروری وصیتیں فرما کر آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اُس وقت حضرت پیر محمد کرم حسین قادری m کی عمرِ مبارک 14 برس تھی۔والد صاحب نے نہ

صرف آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا بلکہ اپنی موجودگی میں احباب کو آپ سے مُرید بھی کروایا اور کچھ دنوں بعد آپ کے والدِ محترم اِس عارضی دنیا میں اپنی مدتِ قیام مکمل کرتے ہوئے راہیِ ابد ہوئے۔اِس موقع پر نہ صرف آپ صبر و تحمل کا مجسمہ پیکر بنے رہے بلکہ مریدین، متوسلین اور عقیدت مندوں کو بھی صبر و تحمل سے اِس عظیم سانحہ کو برداشت کرنے کی تلقین فرماتے رہے۔ختم چالیسواں کی محفل اعلیٰ حضرت دہڑوی m کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں آپ کے والدِ ماجد کے مریدین، متوسلین اور خاندان کے افراد شریک ہوئے۔اِس موقع پر حضرت اعلیٰ دہڑوی m نے ارشاد فرمایا کہ میں کرم حسین کو حافظ یار بنا رہا ہوں اور پھر اپنی دستارِ مبارک آپ کے سر پر سجاتے ہوئے فرحت و کیفیت کے عالم میں ارشاد فرمایا ''پہلے ہم داڑھی والوں کو خلیفہ بنایا کرتے تھے آج ہم ایک ایسے شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کر رہے ہیں جس کی ابھی مکمل داڑھی بھی نہیں آئی''۔

قارئین کرام! ایسی سعادت بھی بہت کم شخصیات کو حاصل ہوتی ہے کہ والد اور بیٹا ایک ہی شیخ کے مرید ہوں اور پھر شیخ اور والد دونوں نے بیٹے کو اپنا خلیفہ مجاز مقرر کیا ہو۔حضرت قبلۂ عالم سائیں پیر محمد کرم حسین قادری m پر بیک وقت تین اولیائے کرام کی توجہات اور نگاہِ کرم تھی، پھر وقت کے ساتھ ساتھ اِن تینوں شخصیات نے مختلف اوقات میں آپ کو اپنا نائب بھی مقرر فرمایا۔سب سے پہلے آپ کے والدِ محترم نے تاجِ خلافت آپ کے سر پر سجایا۔پھر حضرت اعلیٰ دہڑوی نے آپ کو خلافت عنایت فرمائی اور پھر سائیں جیون سلطان سجادہ نشین میرک شریف نے آپ پر اپنی خصوصی نظرِ کرم فرمائی اور اپنے سر مبارک کی ٹوپی اُتار کر آپ کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پہلے تمہیں دستاریں ملی ہیں اب میری یہ ٹوپی تمہارے لئے ہے جو ہر وقت تم پر سایہ رکھے گی۔

حضرت پیر محمد کرم حسین قادری m نے اپنے والدِ ماجد کے وصال کے بعد تبلیغی دوروں کی ابتداء کی اور اِس دوران لوگوں کو وعظ و نصیحت اور دین پر استقامت کی تلقین فرماتے رہے۔حضرت قبلہ عالم فرماتے ہیں کہ مجھے قبلہ والد صاحب کے وصال کے بعد خیال پیدا ہوا کہ

عبادت و ریاضت کیلئے کسی جنگل میں خلوت نشینی اختیار کروں چنانچہ اس عزم کی تکمیل کیلئے میں ہمالیہ کے قریب ایک جنگل میں چلا گیا۔ جہاں مجھے جنگل کا سناٹا اور خاموشی بہت پسند آئی۔ رات کو آگ جلا کر بیٹھ جاتا اور عبادت میں مصروف رہتا۔ ایک رات خواب میں مجھے اپنے والدِ بزرگوار اور مُرشدِ کریم حضرت سید سردار علی شاہ m کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور ان عظیم شخصیات نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "کرم حسین! کیا ہم نے تمہاری تربیت میں کوئی کسر چھوڑی ہے کہ اب تم جنگلوں میں آکر بیٹھ گئے ہو، علی الصبح یہاں سے کوچ کرو اور خلق خدا کو وعظ و تبلیغ کرو"۔ حضرت قبلہ عالم فرماتے ہیں کہ میں اُس خواب کے بعد واپس آگیا اور خلقِ خدا کی تربیت میں مصروف ہو گیا۔

حضرت قبلہ عالم m کے والدِ گرامی کو ابھی ایک سال کا ہی عرصہ گزرا ہو گا کہ آپ کی طبیعت ناساز رہنے لگی، آپ حکیم عبدالرحیم پٹھان کے زیرِ علاج رہے اور انہی ایام میں حضرت اعلیٰ دہڑوی m کی طرف سے حکم آیا کہ آپ کی شادی مبارک کر دی جائے چنانچہ حضرت اعلیٰ دہڑوی m کے حکم پر عمل کرتے ہوئے مؤرخہ 31 مارچ 1960ء آپ کی شادی کی تقریب منڈی بہاؤ الدین میں انجام پذیر ہوئی جس میں خلقِ خدا نے کثرت سے شرکت کا شرف حاصل کیا۔

بادشاہِ فقر و عرفان حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m ۲۲ سال تک بلوآنہ شریف میں مقیم رہ کر خلقِ خدا کی تربیت میں مصروف رہے اور بالآخر اُس مقام کی طرف جہاں اس شہبازِ عشق کی آخری آرامگاہ بنی تھی۔ دوسری اور آخری ہجرت کا حکم اور وقت آپہنچا۔ بوجوہ کثیرہ آپ 1976ء میں بلوآنہ شریف سے منگانی گاؤں روانہ ہوئے اور حسبِ سابق اس مقام کو بھی خلقِ خدا کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز بنایا اور یہاں ایک دینی مدرسہ اور ایک پرائمری سکول کی بنیاد رکھی۔

حضرت قبلۂ عالم منگانوی m کو بزرگانِ دین سے انتہائی محبت اور عقیدت اور

خاص نسبت تھی اور وہ بھی اپنے اِس محبّ پر گاہے گاہے خصوصی عنایات فرمایا کرتے تھے (تفصیل کیلئے دیکھیے کتاب لمحاتِ کرم از صاحبزادہ ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین حنفی القادری مدظلہ العالی) لیکن خصوصیت کے ساتھ حضرت مولانا جلال الدین رومی h سے عقیدت ومحبت تو آپ کو ورثے میں ملی ہوئی تھی اور ایک خاص نسبت کے باعث آپ حضرتِ مولانا h کو "چچا رومی" کے پیارے الفاظ سے یاد فرماتے ۔مثنوی شریف سے اِس قدر محبت تھی کہ اِس بابرکت کتاب کے اکثر اشعار اور معروف حکایات آپ کو زبانی یاد تھیں ۔اللہ تبارک وتعالٰی نے آپ کو لحنِ داؤدی عطا فرمایا تھا ۔جب کبھی محافل میں مثنوی شریف اپنی سریلی آواز اور مخصوص انداز میں پڑھتے تو نہ صرف سامعین وحاضرین پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی بلکہ آپ بھی اُسی حال میں محو ہو جاتے ۔مثنوی شریف کے اشعارِ مبارکہ کی جب تشریح فرماتے تو فارسی کے ایک لفظ کے کئی کئی معانی بیان فرماتے ۔اپنے وقت کے ولی کامل حضرت بابا مستان شاہ مدنی m فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے عالمِ کشف میں دیکھا کہ حضرت مولانا روم h اور حضرت پیر کرم حسین m مراقبہ کی حالت میں آمنے سامنے بیٹھے ہیں اور ان پر انوار وبرکات کا نزول ہو رہا ہے۔

حجازِ مقدس کی تڑپ اور لگن تو شروع سے تھی لیکن ناسازیٔ طبع کے باعث تاخیر ہوتی رہی ۔بالآخر اپریل 1985ء میں اس خواہش کی تکمیل ہوئی ،آپ عمرہ شریف کی ادائیگی کے بعد بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو گئے ۔

بغداد شریف میں حضور غوث الثقلین ؓ کی بارگاہِ اقدس میں بھی حاضری کی خواہش تھی اور اس بارے جناب نے ملک ربنواز صاحب کو بذریعہ خط معلومات اکٹھی کرنے کا حکم فرمایا تھا ۔لیکن داعیٔ اجل کی آواز پر لبیک کہنے کی خاطر یہ خواہش پوری نہ ہو سکی ۔میری دلی دعا اور درخواست ہے

کہ آپ کے کثیر غلاموں میں سے کوئی غلام بھی آپ کی طرف سے بغداد شریف حاضر ہو کر آپ کی اس خواہشِ مبارکہ کی ظاہری تکمیل کر دے اور یقیناً وہ شخص انتہائی خوش نصیب اور سعادت مند ہو گا جو اپنے مرشد کی خواہش کو ان کے پردہ فرمانے کے بعد پورا کرے گا کیونکہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری ایک عام صوفی اور درویش نہ تھے بلکہ وہ تو

فقر و عرفاں کا حُسیں پیکر وہ تصویرِ کرم
والی بغداد کا وہ مظہرِ فیضِ اتم

اپریل ۱۹۹۰ء آخری بار روہڑ شریف میں حاضری کی سعادت حاصل فرمائی۔ ان ایام میں اکثر آپ اپنی واپسی کی تیاری کے متعلق خفیف ولطیف اشارات بیان فرماتے تھے۔ ایک موقع پر مجلس میں بیٹھے حاضرین کو واضح الفاظ میں فرما دیا کہ اب ہم تو سوئے یاراں پرواز کرنے کے لئے بالکل تیار بیٹھے ہیں۔

دلم خواہد کہ پرم سوئے یاراں

اور صرف یار کے حکم کے منتظر ہیں اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا

مُرغِ مَن باغَش کُھن قفسِ شکَن سُوئے چمن
پرواز کُن اے بے وَطن امروز در زِندانِ ھلَد

یکم جون 1991ء آپ نے داڑھی مبارک کا خط بنوایا اور حجامت کیلئے خاص اہتمام فرمایا۔ فراغت کے بعد غسل فرمایا اور حسبِ معمول نفل ادا فرمائے۔ قبل از نمازِ مغرب حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ شعر پڑھا

سب کچھ خدا کو سونپ کر چڑھ پلنگ پہ سو
ان ہونیں نہ ہوسیا جو ہونیں سو ہو

نمازِ عشاء کے بعد دوائی استعمال فرمائی ۔ نمازِ تہجد کے وقت آپ کا جسم مبارک ٹھنڈا ہونے لگا اور داعی اجل کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے آپ نے آنکھیں بند فرمالیں اور بوقت ۲ بجے صبح بروز اتوار مورخہ ۲ جون ۱۹۹۱ء آپ کی روحِ مبارک جسمِ عنصری سے نکل کر سوئے جاناں پرواز فرما گئی۔

چھپ گیا چشمِ زمانہ سے ، مگر موجود ہے
اُس کا اوج و اعتزاز اس کا کمال اُس کا حشم

خاک کے پردے میں آخر کار پنہاں ہو گیا
ماہِ ملکِ عشق ، خورشیدِ جہانِ معرفت

وہ جلیل القدر درویش وہ حقیقت آشنا
وہ عظیم المرتبت تھا نکتہ دانِ معرفت

وہ نمونہ تھا وقار و اعتبارِ فقر کا
نقش زیبا صدق کا ، تصویرِ شانِ معرفت

جانشینِ تاجدارِ منگانی وارثِ علوم کرمیہ شہزادہ ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین حنفی القادری نے آپ کے وصالِ مبارک پر دو قطعات تاریخِ وصال رقم فرمائے جو قارئین کی نذر ہیں۔

خواجۂ ما پیر کرم حسین فخر الاولیاء
قطبِ اعظم ، غوثِ عالم ، صاحبِ جُود و سخا

عاشقان را قبلہ گاہے عارفان را رہنما
"واصلِ باﷲ شاہِ اولیاء نورِ خدا"

۱۴۱۱ھ

حضرتِ قبلۂ عالم ، قبلۂ اہلِ صفا
مظہرِ انوارِ یزداں ، معدنِ لطف و عطا

ماہِ ذیقعد چودہ سو گیارہ ہجری تھی تاریخ
۱۴۱۱ھ
روز دو شنبہ چلے طاہر حزیں کے پیشوا

☆☆☆☆☆

آخر میں دُعا ہے کہ رب تعالیٰ ان قدسی نفوس کے صدقے ہمیں بھی عشق و سوز کی دولت عطا فرمائے ۔آمین

کل جہاں دا پیر

مولانا طارق محمود ہاشمی سیدوی ☆

اللہ ذوالجلال کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اس کی صفات عالیہ میں دو بڑی خاص صفات ہیں ایک رحمٰن اور ایک رحیم۔ اس رب رحمٰن ورحیم کو اپنے بندوں کے ساتھ ساری مخلوق سے زیادہ پیار ہے خالق کائنات نے انسان کو پیدا کیا تو یہ اس کی محبت ہی کا اظہار تھا۔ کہ انسان کی رہنمائی کیلئے اپنی محبوب ترین ہستیاں انبیائے کرام مبعوث فرمائے جو انسان کو صراط مستقیم کا پتہ دیتے رہے اور یہ سلسلہ نبوت نبی آخرالزماں امام الانبیاء جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر تمام کیا گیا مگر انسان کی آمد کا سلسلہ تو قیامت تک باقی تھا اس کی رہنمائی بھی مقصود تھی تو اب اسی فیضان نبوت کو بشکل ولایت جاری فرمایا۔ لہٰذا نبوت کا دروازہ اپنے محبوب ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مقفل کر دیا اور دروازہ ولایت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کھلا رکھا اب ہر آنے والے انسان کی رہنمائی بذریعہ ولایت ہوتی رہے گی سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر زمانہ میں ولائت کا وجود باقی رہے گا اور اولیاء کرام کی جماعت موجود رہے گی۔

اولیائے کرام فیضان نبوت کے امین ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو سیرت مصطفیٰ ﷺ کے رنگ میں رنگ کر یہ فیضان طالبان حق کو تقسیم فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے کا حکم ارشاد فرمایا اور انہی کے طریقہ کو صراط مستقیم فرمایا انہی کو انعام یافتہ لوگ قرار دیا اور انہی نفوس قدسیہ کی معیت وسنگت کو اپنانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کــــو نــــو مــــع الــــصــــادقین پاک ہستیوں انہی مقدس ہستیوں کی عظمت بیان کرتے ہوئے

سورۃ نمل میں حضرت سلیمان d کی دعا بیان فرمائی ۔وادخلنی برحمتک فی عبادک

☆خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ سیدا شریف (پھالیہ)

الصالحین سورۃ یوسف میں حضرت یوسف d کی دعا کو بیان کیا توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین انبیاء کرام کی خوبصورت دعاؤں کے یہ الفاظ نور اولیاء کاملین کی عظمت و رفعت کا اعلیٰ اظہار ہیں۔

اللہ کریم کی شانِ کریمی ہے کہ اس کائنات میں ہر دور میں اپنی محبوب ہستیوں کے وجود کی برکت سے انسانیت کو نوازا ہے یہ کرم کا سلسلہ تا قیام قیامت رہے گا بلکہ حشر کے دن بھی انہی کی دنیا میں کی گئی سنگت کام آئے گی حدیث مبارکہ ہے ۔المرء مع من احب اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کا نظام بھی انہی لوگوں کو سپرد کیا ہوا ہے یہ ذوات فاضلہ قرب الٰہی کا ذریعہ بھی ہیں۔

مقبولان بارگاہ الٰہی کی حسین جماعت کے ایک نیّرِ تاباں، آسمانِ ولایت کے ماہتاب، گلشن طریقت کے مہکتے پھول، طریقت کا مینارہ نور جس پر طریقت و اہل طریقت کو ناز ہے وہ قبلہ عالم حضور خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادریؒ m کی ذات ہے۔

2 نومبر یکم شوال بروز عید گلشن محمدی کے گل، حافظ گل محمدؒ کے گلشن میں کرم امام حسین h کا دوشالہ اوڑھ کر آنے والا یہ بچہ کسے کیا خبر تھی کہ کل کو یہ افق ولایت پر نیّرِ تاباں بن کر چمکے گا جس کے نور سے زمانہ منور ہو گا یہ ایسا پھول مہکے گا کہ گلشن گل محمد حافظ پاک کی خوشبو دنیا کے کونے کونے میں پھیلائے گا امت محمدیہ کا ایسا شاہکار ہو گا جس پر طریقت کو ناز، شریعت کو فخر ہو گا جو صدیق اکبر h کی صداقت کا پیامبر، عمر فاروق h کی عدالت کا نقیب، حیاو سخائے عثمان غنی h کا مظہر اسد اللہ الغالب ،امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طریقت کا امین ہو گا اور حسین پاک h کے کرم کی تصویر بن کر چار دانگ عالم میں اللہ ہو کی ضرب لگاتا ہوا فیضان

غوث الاعظم h کو عام کرے گا۔

ہاں ہاں مگر دنیا نے دیکھا دنیا والوں نے سمجھا، سنا ایسا ہی ہوا کہ جب وقت آیا اللہ تعالی نے سائیں محمد کرم حسین کی دھوم مچا دی۔

دنیا میں آنے والے بچے کو جب قوت گویائی حاصل ہوتی ہے تو ابا یا اماں کہنا سیکھتا ہے مگر یہ کیسی ہستی ہے کہ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب میرے اس شہزادے نے بولنا شروع کیا تو میں حیران ہوگئی کہ میرے کرم حسین نے بڑی روانگی کے ساتھ اسم اعظم لا الہ الا اللہ پڑھا

ابھی ملیوں گویائی نہ تھا پوری طرح پہنا

کہ سیکھا تھا زبان نے قــــل هـــــو الــــلّٰــــــــــه

ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے آپ کا خمیر طریقت قادریہ اور حقیقت محمدیہ سے گوندھا گیا جس میں خواجگان سلسلہ کی محبت کو چھڑکاؤ کیا گیا یہی وجہ تھی کہ بچپن سے ہی طریقت کی طرف رجحان تھا اور گھر کا ماحول بھی ایسا ہی تھا۔ بچپن میں گھر سے کبھی کبھی کندھے پر چادر رکھے اور زادِ راہ کیلئے روٹی باندھ لیتے اور بڑے مؤدبانہ انداز سے چلتے جیسے کوئی بڑا مقدس سفر ہے والدہ ماجدہ پوچھتیں کرم حسین کہاں جا رہے ہو تو فرماتے دبڑ شریف جا رہا ہوں جونہی یہ جملہ حضور حافظ پاک کے کانوں میں پڑتا آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آتے۔

قارئین کرام! ہیرے کی قیمت جوہری جانتا ہے جن کی دل کی آنکھ بینا ہو وہ انسانوں کے جھرمٹ میں بھی اللہ والوں کی پہچان کر لیتے ہیں شہباز بلندیوں میں پرواز کرتے ہوئے اپنا شکار تلاش کرتا ہے کچھ اس طرح کا معاملہ حضور سائیں محمد کرم حسینؒ کے ساتھ بھی ہوا۔ کہ ان کے دور کے شہبازان طریقت کی عقابی نگاہوں نے بچپن سے ہی آپ کے حوالے سے کلام شروع کر دیا قبلہ عالم سائیں محمد کرم حسینؒ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت دبڑوی سرکار تشریف لائے آپ کے ساتھ حضور حافظ پاک خواجہ گل محمد بھی تھے آپ نے سائیں محمد کرم حسینؒ کو ایک طرف ہو جانے کا اشارہ کیا جو اعلیٰ حضرت دبڑوی سرکار نے دیکھ لیا تو فرمایا"

حافظ صاحب رہنے دو کھیلنے دو یہ فقیر ہے" زمانے نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت دبڑوی سرکار کی زبان سے نکلنے والا یہ جملہ کیسے رنگ لاتا ہے کہ یہ کھیلنے والا بچہ فقر کا وہ مینارہ نور بنا کہ جس پر فقر کو بھی فخر ہے۔

"لمحات کرم" میں ہے میاں نور محمد ڈھوٹؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دبڑ شریف میں تھا اور اعلیٰ حضرت دبڑوی سرکار اپنے چوبارے میں آرام فرما رہے تھے کہ تہجد کے وقت پیکر میں ایک پرسوز معصومانہ آواز ابھری جس کے بول یہ تھے

اک بی وی ہووے تے نکھ جاوے ساری عمر گذارا کون کرے
اوکھی لنگھدی رات وچھوڑیاں دی بن یار گزارا کون کرے

جوں ہی یہ آواز اعلیٰ حضرت دبڑوی کی سماعتوں سے ٹکرائی اٹھ بیٹھے فرمانے لگے یہ بچہ جو پڑھ رہا ہے یہ کل کلں زمانے کا پیر ہوگا۔ احـــــــد

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

یہ کل زمانے کا پیر قبلہ عالم حضور سائیں محمد کرم حسینؒ m کی ذات ہے

ابدال وقت کی سلامی

ایک بار قبلہ عالم سائیں محمد کرم حسینؒ چیک اپ کروانے فیصل آباد تشریف لا رہے تھے کہ آپ سے قبل ہی ایک اس علاقہ میں ڈیوٹی پر مامور ابدال وقت جو موچی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے نے ڈاکٹر کو سارے حالات سے آگاہ کر دیا کہ آنے والا مریض کس مقام کا حامل ہے اور اس کو کیا عارضہ ہے ڈاکٹر نے بڑا احترام کیا اور کہہ دیا کہ کوئی مرض نہیں آپ سمجھ گئے واپس پلٹے راستے میں وہی ابدال آپ کے استقبال میں کھڑا تھا اور آپ کو سلام پیش کیا۔

حضور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالویؒ کی نظر میں

قبلہ عالمؒ نے منگانی شریف میں ایک درخت کے سایہ میں جمعہ پڑھانا شروع کیا چند درویش ساتھ تھے کچھ حاسدین اس پر نالاں ہوئے فتویٰ لینے سیال شریف گئے اور سارا ماجرا سنایا

حضور شیخ الاسلامؒ نے پوچھا کون پڑھاتا ہے جمعہ، عرض کی بلوآنہ سے آئے ہیں کرم حسین نام ہے آپ نے فرمایا اگر سائیں کرم حسین وہاں جمعہ پڑھاتا ہے تو جاؤ میں فتویٰ دیتا ہوں ان کے ہاں جمعہ جائز ہے

حضور سائیں محمد کرم حسینؒ کی ہجرت سے قبل حضور شیخ الاسلام خواجہ قمرالدینؒ کا منگانی شریف سے گزر ہوا۔ ابھی ویرانہ تھا آپ نے گاڑی کا رخ ادھر موڑا اور خلاف معمول گاڑی سے اتر کر نفل ادا کیے۔ دعا کی چلے گئے کسی ہمسفر نے راز پوچھا تو فرمایا کہ دس سال بعد یہاں ایک صاحبِ وقت مردِ کامل آئے گا۔ یہ وقت کا مردِ کامل قبلہ عالم سائیں محمد کرم حسین حنفی القادریؒ کی ذات تھی

مولانا روم علیہ الرحمت کی کرم نوازی

آپ کو مولانا روم علیہ الرحمت سے بڑی عقیدت تھی۔ مگر جو پیر رومیؒ کو آپ سے تعلق تھا اور جو کرم نوازی آپ پر کی شاید ہی کسی اور کے حصہ میں آئی ہو۔ حضرت سید مستان شاہؒ مدنی فرماتے ہیں ایک بار میں نے کشف میں دیکھا۔ مولانا روم علیہ الرحمت اور پیر کرم حسین علیہ الرحمت مراقبہ کی حالت میں آمنے سامنے بیٹھے ہیں اور اُن پر انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے آپ مولانا روم کے کلام کو عقیدت اور سوز سے پڑھتے۔ مولانا روم نے مثنوی لکھنے کا حق ادا کر دیا اور پیر کرم حسین نے سمجھنے کا حق ادا کر دیا۔ آپ پر اکابرین کی جو توجہات اور کرم تھا شمار سے باہر ہے۔ مگر مختصراً یہی لکھا جا سکتا ہے کسی کی شخصیت کو جانچنے کے لیے اس کے بارے میں اکابرین کے خیالات اور فرمودات کو جاننے سے مقام کا پتہ چلتا ہے اور یا پھر اس کی اولاد اور خلفاء اور ہمسفر سے اس کے تاثرات سے سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اولاد والدین کا راز ہوتے ہیں اکثر احباب خود تو کامل ہوتے مگر اولاد نقش قدم پر نہیں ہوتی مگر یہاں امام حسین لجپال علیہ اسلام کا ایسا کرم ہے کہ کرم حسین قبلہ عالم کی اولاد میں آپ کا جمال نظر آتا ہے۔

میں چونکہ آپکی ظاہری مجلس سے محروم رہا ہوں مگر روحانی توجہات سے وافر حصہ ملا

ہے۔یہ حروف جو تحریر کیے یہ عطاء کا اثر ہے۔مگر آپ کے شہزادگان سے ملاقات ہوئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اگر حافظ گل محمد کے گلشن میں کھلنے والا یہ پھول کرم حسین جس سے اس گلشن میں بہار آئی تو اسی طرح سائیں کرم حسین کے چمن میں بھی کھلنے والے پھول مظہر حسین، اختر حسین اور رضا بر حسین بھی گلشن طریقت ہیں، ایسی خوشبو بکھیری ہے کہ پورے سلسلہ کو نور حاصل ہوا ہے

پیر محمد مظہر حسین حنفی القادری سجادہ نشین

میری پہلی ملاقات اور دوسری کوٹ بلوچ میں ہوئی ۔نورانی چہرہ گھنی سنت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق داڑھی شریف سر پر عمامہ شریف دیکھ کر دل گواہی دیتا کہ سائیں نے کتنی کرم نوازی کی ہوئی ہے گفتگو کریں تو پھول جھڑیں ہر وقت پیر بھائیوں کی خدمت میں معروف اور فیضان کرم حسین کو عام کر رہے ہیں۔پہلی ملاقات میں ہی بندہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا ہے آپ کی شخصیت کا اندازہ لگانے کے لیے میرے لیے یہ حوالہ سب سے زیادہ معتمد ہے آپ نے جب کوٹ بلوچ میں مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا تو میرے حضرت صاحب خواجہ محمد احمد ہاشمی سیدوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مدعو تھے۔ پہلی ملاقات تھی مجھے فرماتے ہیں مظہر حسین صاحب کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ صرف پیری ہی نہیں فقیری بھی ہے۔

پیر محمد اختر حسین حنفی القادری

آپ سے ملاقات تو نہیں مگر غائبانہ تعارف ہے اس لیے زیادہ نہیں جانتا بس ایک حوالہ ہی آپ کی شخصیت کے لیے کافی ہے آپ جب انگلینڈ تشریف لے گئے ۔والد گرامی نے فرمایا تم کو اس لیے بھیج رہا ہوں کہ سلسلہ کی خدمت کرنے کیلئے مظہر حسین کو مال کی کمی نہ آئے کسی کی طرف نہ دیکھنا پڑے مریدوں کی جیب پر نظر نہ رہے ۔کمال ہے ۔اس دن سے قبلہ عالم کے قول کو نبھا رہے ہیں ۔اسی مادیت پرستی کے دور میں یہ وفا تربیت قبلہ عالم کا کمال ہے۔

میں نہ جانے کب سے ٹوٹ گیا ہوتا
اک تیرا خیال ہے جو بکھرنے نہیں دیتا

ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین حنفی القادری

اگر کہوں کہ آپ سلسلہ عالیہ اور خاندان سائیں محمد کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ راقم کی متعدد ملاقاتیں آپ سے ہیں اور حسین یادیں آپ سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن سے بھی مالا مال کیا ہے تو باطنی حسن اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ خوبصورت جمال نفیس لباس قابل دید نشستن برخاستن اللہ اللہ۔ انداز کلام ایسا کہ لہجہ میں شہد سے زیادہ مٹھاس۔

اگر کسی نے شریعت و طریقت کا حسن دیکھنا ہو تو بندہ پیر طاہر حسین منگانوی کو دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذوق ادب وافر عطا کیا ہے۔ آپ سلسلہ کی روح رواں ہیں محبت کا بے بہا خزانہ آپ کے سینے میں ہے۔ محبت کے گیت گاتا ہیں۔ جو بھی آتا ہے آپ کے میٹھے بول سن کر آپ ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس دکھی انسانیت میں محبت کی خیرات بانٹنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اور یہ طریقت کی روایت ہے۔ جو آپ نبھا رہے ہیں۔

حضورﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تمہیں یہ نہ بتلاؤں کہ تم میں سے اچھے لوگ کون ہیں۔ عرض کیا حضور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جنہیں دیکھو تو رب یاد آجائے آپ بھی ایسے ہی باکمال لوگوں میں سے ہیں۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہوگی آپ جب سیدا شریف میرے حضرت صاحب کے پاس تشریف لائے تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا۔

پیر ہووے تے اج دا۔ جن ڈیکھن تے وی دل کرے فرمایا ایہناں پیراں وچوں اک پیر طاہر حسین منگانوی نیں۔ آپ محبت کے سفیر ہیں کسی کو ٹوٹنے نہیں دیتے۔ جب میرے مرشد کریم کا وصال ہوا تو اس سے بڑا میرے لئے اور کوئی غم نہ تھا میرے لئے سنبھلنا مشکل تھا مگر آپ کی محبت، شفقت حوصلہ افزائی نے جینے کا حوصلہ دیا اور وہی جملہ جو ہر تکلیف پہ میرے پیر حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے غم نہ کر میں ہوں ناں وہی آپ نے فرمایا "ہاشمی صاحب غم نہ کرو میں ہوں ناں"۔

آپ کی تحقیق تحریر، شاعری سلسلہ کے لئے گراں قدر خدمت ہے ماضی بعید میں سلسلہ میں ایسی مثال نہیں تھی۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خود غوث الثقلین h کی سلسلہ کے لئے عطا ہیں۔

سید رفاقت علی شاہ صاحب

حضور قبلہ عالم سائیں محمد کرم حسین رحمتہ اللہ علیہ نے جو ہیرے تیار کئےان کو دیکھ کران کے شیخ کامل کے مقام کا پتا چلتا ہے آپ کے خلفاء میں سے جس ہستی سے میرا رابطہ ہوا۔یہ مولا علی کرم اللہ وجہہ کے شہزادے سید رفاقت علی شاہ صاحب ہیں جو حضور سائیں محمد کرم حسینؒ m کی چلتی پھرتی طریقت کی تصویر ہیں خوبصورت چہرہ مسنون داڑھی مبارک اور سر پر سیاہ عمامہ آپ کے حسن کو دوبالا کرتا ہے گفتگو میں مٹھاس رویوں میں اخلاص ان پر اپنے مرشد کرم کا کرم نظر آتا ہے ان کے پاس بیٹھنے سے اجنبیت ختم ہوتی ہے اپنائیت کا احساس ہوتا ہے ایسے فنا فی الشیخ ہیں کہ آپ کی آنکھیں اکثر پرنم رہتی ہیں جیسے ہر پل کسی کی یاد کی مستی چھائی ہوتی ہے اور بالیقین یہ ان پر ان کے شیخ کا کرم ہے

یہ عطا ہے کس کی ورنہ اے منصور
خاک کمال مجھ بے ہنر میں رکھا ہے

جب اپنے پیرزادوں کے پاس بیٹھے ہوں تو نگاہ ان کے چہروں سے ہٹتی نہیں قبلہ شاہ صاحب سلسلہ عالیہ کی پہچان ہیں فیضان منگانوی سرکار کو عام کر رہے ہیں اللہ ان کے مقام میں مزید عروج عطا فرمائے آمین بجاہ النبی ﷺ

دمِ عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے ریشہء معنی میں نم ہے

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

بحرِ علم و حکمت کے عظیم شناور،
حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m

سردار محبوب جعفر خان بلوچ ☆

صاحبانِ علم و دانش مقامِ بصیرت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ منزلِ آگاہی تک رسائی علم و حکمت کے وسیلے سے ممکن ہوتی ہے۔کیونکہ قولِ دانش ہے علم و حکمت مومن کا گمشدہ سرمایہ ہے، وہ اُسے جہاں ملے اُٹھالے۔ہم جس روشن و تابناک مذہب کے پیروکار ہیں اُس کا پہلا فرمانِ عالی شان ہی یہی تھا۔

"پڑھیے اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا۔جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑا کرم والا ہے۔جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا ۔جس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا"۔(سورۃ علق، آیات ۱ تا ۵)

یہ پڑھنا علم ہے، سیکھنا اور جاننا علم ہے اور جب سیکھتے ہیں، جانتے ہیں، پڑھتے ہیں تو گویا علم حاصل کرتے ہیں اور علم دانش کو، فراست کو، فہم کو، ذکاوت کو، بصیرت کو بڑھاتا ہے۔فراست و بصیرت، علم و دانش کا وہ ثمر ہیں جس کا درخت غارِ حرا کی روشن تنہائیوں میں اُگا اور پھر اُس کی شاخیں از کراں تا کراں، اور تا بہ فلک پھیل گئیں اور اس کے رسیلے پھل کے ملنوا ز ذائقوں سے پوری انسانیت زمان و مکاں کی حدوں سے ماوراء ہو کر آج تک لطف اندوز ہو رہی ہے اور ہمیشہ ہوتی رہے گی۔

علم آگاہی کا ذریعہ ہے اور آگہی بصیرت کی منزل تک پہنچاتی ہے اور بصیرت اُن امکانات تک رسائی کا باعث بنتی ہے جن تک عام نظر کی پہنچ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتی ہے۔یہ علم ہی ہے جو ستاروں سے آگے جہاں تلاش کرنے کی جستجو دل میں جگاتا ہے، یہ حکمت ہی ہے جو

☆صوبائی صدر، جا کر اعظم فاؤنڈیشن پاکستان

عشق کے امتحانوں میں ہمیشہ سرخرو رکھتی ہے۔لیکن شرطِ اولیں یہ ہے کہ تلاش کرنے والا علم کا جویا، حق کا پرستار ہو، خلوص، لگن، گہری ریاضت کا پیروکار ہو۔

ہم جو عام انسان ہیں مادی ضرورتوں کی تمنا و تکمیل میں عمریں بتا دیتے ہیں، اکثر ان بلند مقاماتِ آشنائی و آگاہی سے محروم رہتے ہیں، جو اگر حاصل ہو جائے تو صورت یہ بنتی ہے:

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے ، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

یہی وہ صاحبانِ دانش و آگاہی ہوتے ہیں جن کو ان کے حقیقی خلوص، سچی لگن، شدید ریاضت اور انسانیت سے بے پناہ محبت کے صلے میں بلند تر مقامات سے نوازا جاتا ہے۔یہ در اصل انسانیت کی اعلیٰ اقدار کی وکالت، حفاظت اور ترویج کرنے والا وہ قبیلہ ہے جس کی ہر خواہش اپنی ذات سے ماورا ہوتی ہے، جس کی ہر آرزو معاشرے کے محروم لوگوں کی سربلندی کے لیے ہوتی ہے، جس کی ہر تمنا سیدھا راستہ چلنے والے کی خواہش رکھنے والوں کی رہبری و رہنمائی ہوتی ہے، اس محترم اور معتبر قبیلے کی جڑیں عشق کی اس دھرتی میں پیوست ہیں جس کو میرے آقا، میرے محترم و مکرم رسول حضرت محمد ﷺ نے اپنی محبت، عنایت، شفقت اور بے شمار کی مسلسل ریاضت سے زرخیز بنایا، اُس توقیر و تکریم سے آراستہ دھرتی میں جس شجر کی جڑیں پیوست ہوئیں وہ نہ صرف سایہ دار ہوا بلکہ پھل دار بھی ہوا ثمر بار بھی ہوا۔

درخت اپنی عنایات سے، بے مثل کرامات سے گھنے اور چھتنار ہو کر ایک عالم کو اپنے پاس بلاتے ہیں۔امن و سلامتی کے میخانے سجاتے ہیں، پھر ان کی قربت میں عشقِ حقیقی کے رنگ روشن کرنے والی جو پائیں آباد ہوتی ہیں علم کے پیاسے اکٹھے ہو کر بھر بھر جام پیتے ہیں اور ایسی زندگی جیتے ہیں جس پر رشک کیا جاتا ہے۔

عشقِ حقیقی کی آواز بلند کرنے والے، انسانیت کی برتری کو قائم کرنے والے اس قبیلے کے نامور فرزند حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m بھی ہیں، جن کی فکر و دانش اور

بصیرت نے بے شمار کمالات دکھائے اور ان کے حلقۂ اثر میں بے حساب پیاسے داخل ہو گئے۔ حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین m کی زندگی عشقِ حقیقی کے عرفان و ایقان میں گزری، رسولِ رحمت ﷺ سے گہری عقیدت، والہانہ محبت، بے پناہ چاہت ان کی زندگی کا حاصل و منزل دکھائی دیتا ہے اور یہی وہ محور و مرکز ہے جس کی عنایت و عطا سے غلام بادشاہ بنتے ہیں، فقیر امیری کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ رحمتِ عالم ﷺ سے نسبت دنیا و آخرت میں حقیقی کامیابی کی ضمانت ہے، اُمّی لقب ﷺ سے وابستگی علم و عرفان کے وہ دروازے کھولتی ہے جہاں حکمت خود بولتی ہے اور انمول موتی تولتی ہے۔ محبوب ربِ کائنات ﷺ کا دامن پکڑنے والے گمان و ادراک کی ان منزلوں تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں جن کا ذرہ ذرہ حقیقت کا مظہر بنا رہتا ہے۔

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کی فکر و دانش کا منبع بھی اسی کالی کملی والے ﷺ کی ذات، حیات اور ہستی ہے جن کی توصیف میں خود ربِ کائنات اور اس کے فرشتے معروف رہتے ہیں۔ فرمانِ مبارک ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کی نسبت کس ہستی سے تھی؟ اُن کی فکر و نظر کو روشنی کہاں سے ملی؟ اُن کی دانش کا مرکز کہاں تھا؟ اُن کی بصیرت کا محور کیا ہے؟ اس بارے میں حضرت قبلۂ عالم m خود اظہار فرماتے ہیں اور اس کی تکرار اکثر خطابِ جمعہ میں ہوا کرتی تھی۔

" لوگو! اگر تمہارے نزدیک اہلِ بیت j کا محب ہونا شیعہ ہے تو میں سب سے بڑا محب ہوں، شیعہ حضرات اس قدر اہلِ بیت j سے محبت نہیں رکھتے جتنا کہ میں محبت رکھتا ہوں۔ اگر تم وہابی اُسے کہتے ہو جو توحید کو مانتا ہو تو میں سب سے بڑا توحید پرست ہوں۔ اگر تم سنّی اسکو سمجھتے ہو جو سرکارِ دو عالم ﷺ سے والہانہ عشق و محبت رکھتا ہے تو یاد رکھو سب سے بڑا سنّی میں ہوں"۔ (بحوالہ "لمحاتِ کرم"، صفحہ 262)

اقبال خوش خصال m نے کیا خوب فرمایا ہے

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ہمارے اہل اللہ، اولیاء اللہ جن کو سوائے رب کے کوئی خوف نہیں ہوتا اور نہ رنج میں رہتے ہیں، اسی عقیدہ معتبر کے حامل ہوتے ہیں، وہ فرقہ بندی، ذات پات، رنگ و نسل، زبان و بیان، حسب و نسب، مرتبہ و مقام کی حدود و قیود سے ماوراء رہ کر تبلیغِ حق میں مصروف رہتے ہوئے، رب سے لو لگاتے ہوئے، حبِ رسول ﷺ کی شمع دل میں جلاتے، اہلِ بیت سے نسبت بڑھانے کا درس دیتے رہتے ہیں، اُن کی تبلیغ و تلقین میں ایک انوکھی دلکشی ہوتی ہے، معصومیت اور محبت سے آراستہ دلکشی اور یہی وہ وجہ ہے کہ اس جہان سے پردہ کر جانے کے بعد بھی انکی پھیلائی ہوئی روشنی کی کرنیں مٹتی اور بکھرتی نہیں۔ یہ روشنی دراصل حکمت و دانائی کے خزانے ہیں، علم اور بصیرت کے اثاثے ہیں جو خرچ کرنے سے کم نہیں بلکہ فزوں تر ہوتے رہتے ہیں، بڑھتے رہتے ہیں اور اپنے دیدہ و نادیدہ حصار میں سب کو سمیٹے رہتے ہیں۔

حضرت صاحب m کی حکمت و بصیرت کا یہ منور گوشہ ملاحظہ فرمایئے جس میں انہوں نے نہایت نازک موضوع کو زیرِ بحث لا کر روشن راستہ دکھایا ہے اور یہ فکر کا وہی تابناک پہلو ہے جس کا اتباع کر لیا جائے تو فرقہ بندیوں سے بچا جا سکتا ہے، آپ m فرماتے ہیں:

" آج کل اہلِ سنت کہلانے والے فرقوں میں بٹ گئے ہیں، ایک وہ جو دیوبندی کہلاتے ہیں لیکن عقائد کا میلان نجدیوں کی طرف ہے جو کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی محبت سے خالی ہیں اور حضور b کی ذاتِ اقدس میں نقص نکالتے ہیں، صحابہ کرام j کے مزارات گرا کر فخر محسوس کرتے ہیں، اولیاء کرام کے مزارات کو بت خانے تصور کرتے ہیں جبکہ دوسرے کچھ جاہل اہلِ سنت ہیں، جو اہلِ تشیع کی طرف مائل ہیں اور اہلِ بیت عظام j کی عظمت و توقیر بیان کرتے ہوئے حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ h سے بغض رکھتے ہیں۔ محرم الحرام میں اہلِ تشیع کی طرح نوحے پڑھتے ہیں، یہ حضرات نہ تو سُنی ہیں نہ شیعہ، ان کا ایمان

ناقص ہیں۔رفتہ رفتہ یہ لوگ بالکل شیعہ ہو جائیں گے۔

خالص اہلِ سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات میں وحدہٗ لا شریک مانتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ سے اپنی جان،مال،ماں،باپ،اولاد حتیٰ کہ ہر چیز سے بڑھ کر محبت رکھتے ہیں اور حضور ﷺ کی نسبت کے باعث اہلِ بیت عظام اور صحابہ کرام j سے نہ صرف محبت رکھتے ہیں بلکہ ان کی محبت کو ایمان کا حصہ تصور کرتے ہیں،اللہ کے فضل وکرم سے ہم اس گروہ میں شامل ہیں اور یہی ہمارا ایمان وعقیدہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر تا حیات کاربند رکھے"(بحوالہ "لمحاتِ کرم"،صفحہ 262)

یہی وہ روشن راستہ ہے جس کی سمت راست ہے،جسکی منزل اعلیٰ مقام ہے،جس کا مرتبہ باکمال ہے،لازوال ہے،حضرت صاحب m نے ایک جانب اس حوالہ میں اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے تو دوسری طرف تفرقہ بازی اور انتشار کے خاتمے کے لیے مرکزی ذریعے کی بھی نشاندہی مبہم اور غیر واضح ہرگز نہیں ہے،صاف شفاف اور قطعی واضح ہے،ہاں کوئی نہ سمجھنا چاہے تو اسکی اپنی مرضی،کہ دلوں پر مہر لگانے والا بھی اللہ ہے اور دلوں کے دروازے کھول دینے والا بھی اللہ۔

بہر حال اس طرح کے حساس اور نازک موضوع پر صاحبِ علم،صاحبِ بصیرت،صاحبِ دانش مردِ حق ہی گفتگو کر سکتا ہے،وہی شخص اس پر بحث کر سکتا ہے جو بحرِ علم وحکمت کا شناور ہو،ویسے بھی اس پر بحث کرنا ہر اک کے لیے مناسب بھی نہیں۔بھرتری ہری چند نے اس لیے تو کہا تھا

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

اور پھول کی پتی سے ہیروں کا جگر کاٹنے والے یہی اہلِ بصیرت ودانائی ہوتے ہیں،جن کی دانش الجھے مسائل کی گتھیاں یوں سلجھاتی ہے جیسے دودھ سے بھرے پیالے میں کوئی گلاب کی پتی رکھ دے اور صاحبانِ ذی فہم وادراک فوراً معاملے کی تہہ تک پہنچ جائیں،حقیقت تک رسائی حاصل کر لیں۔

صاحبانِ ذی حشم! ادراک، بصیرت اور دانش کی منزل تک پہنچنا آسان نہیں ہے، اس منزل تک رسائی کے لیے رب تعالیٰ سے لو لگا کر، ہادیٔ مرسل ﷺ کی نسبت پکڑ کر خلوص، لگن اور ریاضت کی رہبری میں اُن راستوں پر چلنا ضروری ہے جن کو واضح طور پر قرآن و حدیث میں بتا دیا گیا ہے۔ علم اور حکمت کا سمندر یہی قرآن اور حدیث ہیں اور دوسرے بے شمار اولیاءاللہ کی طرح حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m بھی اس بحرِ بے کراں و بے کنار کے غواص ہیں، ماہر غواص، جو بحرِ دانش کی گہرائی میں اُتر کر انمول موتی چن لاتے ہیں پھر ان تابناک موتیوں سے ایک لڑی پروتے ہیں، اس لڑی کا جمال بے مثال اور جلال باکمال ہوتا ہے، یہ صورت نہ ہوتی تو مندرجہ بالا حوالہ حصۂ شہود پر نہ آتا مگر یہ تو صرف ایک مثال تھی اور بھی بے شمار حوالے ہیں۔

ہم مسلمانوں کا قرآن حکیم سے رویہ کیا ہے؟ ہم اس کتاب حکمت و دانائی کو اپنی عملی زندگی میں، معاملاتِ حیات میں کیا مرتبہ و مقام دیتے ہیں، اُس سے آپ بھی واقف ہیں اور ہم بھی۔ ایک عارفِ کامل، ایک عابد و زاہد اس صورتحال کو کیسے بیان فرماتے ہیں ملاحظہ فرمایئے:

"قرآن کی حیثیت صرف اتنی رہ گئی ہے کہ اس کو غلاف چڑھا کر کسی اونچی جگہ پر رکھ دیا جائے۔ کبھی یہ جاننے کی کوشش نہ کی کہ اس میں کیا بیان کیا گیا ہے، یہ کتاب تو اندر والی کتاب کی نشاندہی کرتی ہے کہ اس کا مطالعہ کیسے کیا جائے، عالمِ شہود کی تو بات ہی الگ ہے، اس میں ہزار نشانیاں موجود ہیں۔ قرآن میں سختی سے تلقین کی گئی ہے کہ ان کو سمجھو کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہے"۔ (بحوالہ "لمحاتِ کرم"، صفحہ 323)

دیکھیے صنعتکار جب مختلف مصنوعات بناتے ہیں تو ان کے استعمال کے لیے ایک User Guide ہوتی ہے، جس کو رہنما کتابچہ کہہ لیجیے، وہ اس شے کو استعمال کرنے کے مختلف طریقوں سے آگاہ کرتا ہے۔ انسان اللہ کی پیدا کردہ حیرت انگیز ایجاد ہے، اس کو زندگی دی گئی ہے، اور اُس زندگی کو گزارنے کے لیے اور اپنی تخلیق کے رازہائے دروں سے آشنا ہونے کے لیے بھی راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے قرآن حکیم کا مخاطب انسان ہے تو اس کے لیے User

Guide بھی یہی ہے،سو جب تک رہنمائے کتاب سے استفادہ نہ کیا جائے،حقیقتِ حال سے کیسے آشنائی ہو سکتی ہے۔ہمارے اہلِ علم،صاحبانِ بصیرت،اہلِ دانش،اولیائے کرام،رہنمایانِ مذہب،علمائے کرام ہمیں اس رہنما کتابچہ سے استفادہ کرنے کا درس دیتے ہیں۔حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m بھی تو اسی محترم قبیلے کے ایک فرد ہیں،بحرِ علم وحکمت کے گہرے شناور ہیں،اُن کی بھی تعلیمات کا محوری مقصد رجوع الی القرآن وسنت ہے،حدیث ہے،اس منبعِ علم و ہدایت وفکر کی جانب بلاتے ہوئے حضرت صاحب m فرماتے ہیں:

"قرآن میں وضو،نماز،صوم،زکوٰۃ،حج،طلاق اور قرض وغیرہ پر کم وبیش ڈیڑھ سو آیات رقم ہیں اور مطالعۂ کائنات وفطرت کے متعلق سات سو چھپن آیات موجود ہیں،اس کی اہمیت کا اندازہ آپ خود ہی لگا سکتے ہیں۔یہ کائنات معجزاتِ تخلیق کا ایک عظیم الشان نگار خانہ ہے،جس کا ہر منظر عقلِ انسانی کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔اس سے بڑھ کر مقامِ حیرت اور کیا ہوگا کہ کائنات کا چھوٹے سے چھوٹا ذرہ ایٹم جو ایک سوئی کی نوک پر تیس ہزار آجاتے ہیں،جب اس کو آئن سٹائن نے توڑا تو دیکھا کہ اس میں پوری کائنات بند ہے۔یہاں آکر اس کی عقل نے ساتھ نہ دیا،نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجذوب ہو گیا۔جب وہ ذاتِ اقدس ایک چھوٹے سے بیج میں اتنا بڑا بوہڑ کا درخت بند کر سکتی ہے تو بتائیں کیا بندے میں خدا نہیں سما سکتا؟ یہ صحیح ہے کہ مرشدِ کامل کے سوا باطن کی پردہ کشائی ناممکن ہے۔مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو کچھ قدرتِ کاملہ نے روح کو روزِ اول سے عطا کیا اسے بھی نظر انداز کر دیں۔"(بحوالہ "لمحاتِ کرم"،صفحہ 324)

اگر ہم قرآن مجید کی روشن آیات سے رجوع کریں تو بلاشبہ دنیا اور آخرت میں کامیابی ہی کامیابی ہے اور کامیاب وہ روشن ضمیر بھی ہیں،جن کا اندازِ دلبری نورکے انداز میں اُس ماخذِ حقیقت کی طرف بلاتا ہے قرآن حکیم کی رفاقت ومصاحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے،حصولِ حکمت کی تبلیغ کرتا ہے۔

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m بحرِ علم ومعرفت کے شناور تھے،اس

لیےان کی تحریروں میں فکرودانش کے وہ آبدار موتی موجود ہیں جنکی تابنا کی اذہان کومنور کرتی ہے،
ان کی باتوں میں وہ خوشبو ہے جوقلوب کومعطر کرتی ہے۔وہ پیغام محبت کےامین اور مبلغ ہیں،وہ
محبت جواللہ کی خاطر ہوفرماتے ہیں:

"آپس میں اللہ تعالٰی کی خاطر محبت کرنے والے ایک ستون پر ہونگے جوسُرخ یاقوت
کاہوگااورجس کے سرے پر ستر ہزار کھڑکیاں ہونگی،جب وہ اہلِ بہشت کودکھائی دیں گےتو انکی خوبی
اہلِ بہشت پر اسطرح روشن ہوجائے گی جیسےاہلِ دنیاپر آفتاب کی ہوتی ہےاوراہلِ بہشت کہیں گے
کہ ہمیں لے چلوتا کہ ان اشخاص کو دیکھ لیں جوآپس میں محض اللہ کی خاطر محبت کرتے تھے،جب اہلِ
بہشت ان کاجمال دیکھیں گےتو انہیں معلوم ہوگا کہ وہ سبز لباس پہنے ہوئے ہیں۔

اب مصنف عرض گزار ہے کہ جب مخلوق کی محبت کا یہ نتیجہ ہے کہ قیامت کے دن ضرور
اکٹھے ہونگے اور یہ محبت ایک دوسرے کی شفاعت کا باعث ہوگی اور یہ محبت رشکِ اہلِ بہشت
ہوگی تو جو شخص راہِ حق میں قدم رکھتا ہےاور سچے دل سے اس راہ کو طے کرتا ہےتو وہ کیوں کر امید
نہیں کرسکتا کہ اصلی مقصود کو پہنچ جائے گا"۔(بحوالہ "لمحاتِ کرم" صفحہ 325)۔

صاحبانِ دانش وبینش!حضرت صاحب m کی علمیت ،اہلیت اور قابلیت رشک
کےقابل ہے،اُن کی فکرودانش میں جوانوکھے پہلو،دستِ خالق نے رکھے ہیں وہ بے مثال ہیں،
اولیاءاللہ کو یہ مرتبہ انسانیت سے بے پناہ محبت کرنے کے سبب سے عطا ہوتا ہے،اسی لیے وہ
نوازے جاتے ہیں۔منتخب ہستیوں میں آپ کا مرتبہ اور مقام نمایاں ہے،اس مقام کے رکھنے
والے دوسرے ہم مرتبہ افراد کوبخوبی پہچانتے ہیں اور پھر بڑی محبت سے عقیدت سے ان کا ذکرِ خیر
کرتے ہیں۔دراصل یہ بصیرت ہی ہے جوراز ہائے دروں پہ پڑے پردوں کو ہٹادیتی ہے،حقائق
کواُجلا بنادیتی ہے۔حضرت صاحب mاقبال باکمال کی حیثیت ومرتبے سے آگاہ ہیں۔اس
لیےان کی دانش بھری نظموں اور اشعار سے اپنی تحریروں کو آراستہ فرماتے ہیں،جہاں مختلف
تشریحات کی ضرورت ہووہاں خوبصورت انداز میں بطور حوالہ استعمال فرماتے ہیں:

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تو ، کھیتی بھی تو ، باراں بھی تو ، حاصل بھی تو
آہ کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو ، راہرو بھی تو ، راہبر بھی تو ، منزل بھی تو
وائے ناوانی کہ تو محتاجِ ساقی ہوگیا
مے بھی تو ، مینا بھی تو ، ساقی بھی تو ، محفل بھی تو
دیکھ آ کے کوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی
قیس تو ، لیلیٰ بھی تو ، صحرا بھی تو ، محمل بھی تو

کئی اور مقامات پر مختلف اشعار کے حوالے بھی ہیں:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

حضرت صاحب m کی ہاقبالؔ کے علاوہ میرؔ، دردؔ، غالبؔ، ذوقؔ اور دوسرے شعراء کے چیدہ اشعار سے بھی ایک خاص نسبت رہتی تھی۔ اس لیے اکثر آپ m ان کا مختلف حوالوں میں تذکرہ فرماتے، کبھی مکتوبات میں تحریر فرماتے، کبھی مختلف موضوعات پر مبنی مضامین میں جگہ دیتے، چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کے پسندیدہ ہیں

اور آپ ان اشعار کی تہہ داری، معنویت اور گہرائی پر بھی غور فرمایئے گا کہ عشقِ حقیقی، حُبِّ رسول ﷺ قربتِ اہلِ بیت j کے دعویدار حق نگر، حق شناس فردِ فرید کے ہاں یہ گہر ہائے آبدار کس رنگ میں ڈھل جاتے ہیں اور جہانِ فکر و معنی کو کس طور روشن کرتے ہیں:

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے
اچھا تو ہے کہ دنیا میں ہرگز نہ دل لگے
پہ کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے

(خواجہ ابراہیم ذوقؔ)

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

(میر دردؔ)

یار من باکمالِ رعنائی
خود تماشہ و خود تماشائی

(مرزا غالبؔ)

مری زندگی بھی عجیب ہے مری بندگی بھی عجیب ہے
جہاں مل گیا تیرا نقشِ پا وہیں میں نے سر کو جھکا دیا

(نامعلوم)

اصلِ نماز ہے یہی ، روحِ نماز ہے یہی
میں تیرے رُوبرو رہوں تو مرے رُوبرو رہے

سنیئے! ہمہ آفتاب شخصیات کے ہاں الفاظ کے معنی ہی بدل جاتے ہیں، ہمہ پہلو ہستیوں

کے حضور کبھی مجازی حقیقت کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے۔ یہ دراصل ان روشن ضمیر اہل اللہ، اولیاءاللہ، اہلِ خیر شخصیات کا وہ وافی سا کرشمہ ہے، جو بس نظر اٹھا کر دیکھ لینے سے ہی معرضِ وجود میں چلا آتا ہے۔ ان اہلِ فکر و دانش کی تعمیر و تہذیب میں کالی کملی اوڑھنے والے ﷺ کی توجہ اور عطا گندھی ہوتی ہے۔ جن کی راتیں ربِ ذوالجلال کے حضور امت کی بخشش کی دعائیں مانگنے میں گزرتی تھیں تو وہ جو گہرا قلبی تعلق ہے، وہ جو نظرِ کرم ہے، اُس کا ثمر ملتا ہی ہے۔ اسی لیے اہلِ تصوف اور اہلِ فقر کی ہر ادا میں نرالی صدا، انوکھی دعا ہوتی ہے اور جو ہمیں یقین ہے کہ ہمیشہ قبولیت کے درجے پر فائز ہوتی ہے، حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m اسی روشن ضمیر لڑی کے ایک آبدار موتی ہیں جن کا مزار مبارک طاہر آباد منگانی شریف ضلع جھنگ میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے مریدین کا حلقہ پاکستان بھر میں تو پھیلا ہوا ہے ہی، سات سمندر پار تک بھی پہنچ چکا ہے اور اوران کے ارشاداتِ عالیہ آج بھی سینوں میں، زبانوں پر، اوراق میں جگہ بنائے ہوئے ہیں۔ تاثیر کا اک جہان سجائے ہوئے ہیں۔ بے شک ایسی ہی صاحبِ بصیرت، بحرِ علم و حکمت کی شناور ہستیوں کے بارے میں کہا گیا ہے:

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے ، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

سو وہ اس جہان سے پردہ فرمانے کے باوجود بھی موجود ہیں، اپنے دانش بھرے اقوال کے ساتھ، فکر انگیز مکتوبات کے ساتھ، مسائل و معاملات کی اُلجھی ہوئی گتھیاں سلجھاتے ہوئے مضامین کے ساتھ، ایسی پاک ہستیوں کی، ایسی باکمال روشن ضمیر شخصیات کی زمانہ خود حفاظت کرتا ہے، علم و حکمت اپنے اثر میں رہنے والے کو کب فراموش ہونے دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m نے بھی علم سے لو لگا رکھی تھی۔ اپنے روشن سینے میں حکمت کی جوت جگا رکھی تھی، وہی جگمگاہٹ ہر گام، مریدین کے دلوں میں بھی آہٹ کرتی رہتی ہے، مسکراہٹ بھری رہتی ہے، تسکین کی یہ منزل ہر اک کو کہاں نصیب ہوتی ہے۔

؏ ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

ایک عظیم خانقاہ کے مؤسس اعلیٰ

(حضور قبلۂ عالم منگانوی m کے مختصر حالات و کمالات اور خانقاہی تعمیرات کا ایک جائزہ)

ملک خورشید حسن علوی ☆

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت آئمہ طاہرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے کاملین n کی کاوشوں سے دنیا کے ہر گوشے میں ممکن ہوئی اور کرۂ ارض پر ان بزرگ ہستیوں نے دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا فریضہ بطریق احسن سرانجام دیا۔ اسلام کی مخالف قوتوں کی طرف سے پروپیگنڈہ بڑے تواتر اور اہتمام کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ دنیا میں اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔ غیر مسلم محققوں اور دانشوروں نے اس الزام کو اتنی تقویت دی کہ خود مسلمانوں کا ایک طبقہ بھی اس کا شکار ہو گیا اور انہیں یہ خبط پیدا ہو گیا کہ دُنیا میں اسلام کی اشاعت جس تیزی سے عمل میں آئی اس کا ایک بڑا سبب مسلمانوں کی لشکر کشی اور فتوحات تھیں جنہوں نے عرب کے ریگستانوں سے نکل کر یورپ اور ایشیا کی عظیم ترین سلطنتوں کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روند ڈالا۔ یہ تاثر محض کم علمی اور اسلامی تاریخ سے ناواقفیت کی وجہ سے قائم ہوا ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ خود مسلمانوں نے یہ زحمت گوارا نہیں کی کہ تاریخ اسلام اور دوسرے غیر جانبدار مؤرخین کی تصانیف سے استفادہ حاصل کرتے اور یہ اندازہ لگاتے کہ اسلام کی ترویج و اشاعت میں جنگجو شمشیر زن فاتحین کا کردار ہے یا روحانی ہستیوں، صوفیوں اور اولیائے کرام کی کاوشوں کا اثر ہے۔ مذہب اسلام کی خوبیوں کو تلوار کے زور پر نہیں بلکہ

☆ بھکر شہر میں رہنے والے علم دوست محقق

اپنے مثالی کردار، عملِ صالح اور قلوب کو مسخر کرنے والی تعلیمات کی بناء پر دنیا کے طول و عرض میں پھیلایا۔ ان مردانِ حق نے محنت شاقہ اور عملِ صالح کی ذاتی مثالوں سے تجلیات بے بہا کے دروازے کیے۔ انہوں نے شہروں اور آبادیوں کی رونقوں اور آسائشوں کو نظر انداز کر کے ویرانوں، جنگل بیابانوں کو اپنی رہائش کا مرکز بنایا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ ویرانے پُرہجوم بستیوں میں تبدیل ہو گئے۔ یہ مردانِ حق ظاہری اور باطنی اسرار و رموز کے پیکر تھے۔ انہی اولیائے کرام نے دینِ اسلام کی آبیاری کی اور کروڑوں انسانوں کو کفر و ضلالت کے اندھیروں سے نجات دلائی۔ اِنہی ہستیوں کی جھگیاں عظیم خانقاہوں کا رُوپ دھار چکی ہیں۔ جن کے سامنے بادشاہوں کے محلات اور سر بفلک عمارتیں ناپید ہو چکی ہیں۔ لیکن یہ خانقاہیں اپنا وجود پوری آب و تاب کے ساتھ قائم رکھے ہوئے ہیں۔

جاں نثاروں نے تیرے کر دیئے جنگل آباد
خاک اُڑتی تھی شہیدانِ وفا سے پہلے

انہی خانقاہوں میں ایک عظیم خانقاہ ضلع جھنگ میں طاہر آباد منگانی شریف میں ہے جہاں ایک مردِ مجاہد و مردِ حق نے ایک ویرانہ کو جنت نظیر آشیانہ میں بدل کر وہاں پر آسودۂ خاک ہیں جن کا اسمِ گرامی حضرت پیر محمد کرم حسین m ہے۔

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رَسن کہاں

علم الاعداد کی روشنی میں "کرم حسین" کے اعداد ابجد قمری لحاظ سے 388 بنتے ہیں جنہیں مفرد کیا جائے تو عدد ایک (1) آتا ہے۔ اسی طرح اگر ابجد شمسی سے اعداد حاصل کیے جائیں تو وہ 2746 بنتے ہیں۔ اگر انہیں مفرد کیا جائے تو پھر بھی عدد ایک (1) ہی آتا ہے۔ عدد ایک علم کی رُو سے شمس (سورج) سے منسوب ہے۔ جو اتفاق و اتحاد کی علامت ہے۔ جو علتِ اولیٰ یعنی خدا کو ظاہر کرتا ہے جو کہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے نہایت مقدس ہے۔ اس کا اظہار ایک خود مختارانہ وصف کو

بیان کرتا ہے اور عدد ایک (ا) قائل اعتبار مرکزی طاقت کا حامل ہے۔ ایسا مضبوط ارادے والا ہمہ مغز اور ہر مشکل پر حاوی ہونے کی صلاحیت رکھے۔ دُور اندیش، پُر اعتماد، خاموش طبع اور دھیمی آواز سے گفتگو کرنے والا فلسفیانہ روش پر اور صابر شخص ہوتا ہے۔ حضور قبلہ عالم m کے انہی اوصاف کی آپ کے والدِ ماجد کے خلیفہ و یارِ غار میاں غلام رسول صاحب نے خوبصورت انداز میں تشریح کی ہے فرماتے ہیں

وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا (388) — مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ (388)

والقرآن (388) — کرم حسین (388)

ہیں ممنون بجانِ کُل محمد (388) — صاحبزادہ مولانا اکمل محمد (388)

نورِ عین (388) — مہدی قابِ قوسین (388)

ھوا قبلہ و کعبہ کونین (388) — کرم حسین (388)

بہ طفیلِ مُزکّی (388) — بعطائے رسول (388)

محمد رسول (388) — رقم یکباز (388)

غلامِ محمد رسول (388) — از سکندر نواں قبول (388)

اس طرح ان سب کا عدد 388 ہی بنتا ہے۔ بعد ازاں انہوں نے "کرم حسین" کے حروف کی تشریح بصورتِ اشعار یوں کی:

ک: کبھی جو سوچ میں آئے سوچ کرم — اُڑا کر چلے مجھ کو سوئے حرم

ر: رحمت ہے عام تیری ہم پہ اپنا رحم کر دے — کریم ابنِ کریم ہے تو ہم پہ اپنا کرم کر دے

م: میرا جو مجھ میں ہے وہ سب لے لے — اِک عشق اپنا بس مجھے دے دے

ح: حاصل تیرے دَر سے مجھے چین ہو جائے — کرم ہم پہ بھی صدقۂ حسنین ہو جائے

س: سائل تیرے دَر سے خالی کب جاتا ہے — بھاگنے والوں کو بھی بھاگ لگ جاتا ہے

ی یتیم و مسکین در پہ بیٹھا رکھ یقین   خذ بیدی یا امام العارفین

ن نصیب بھلے مرے جو عاجزی قبول ہو جائے   غلام رسول سچ مچ غلام رسول ﷺ ہو جائے

اسی طرح ایک ہندی مفکر کا شعر آپ پر صادق آتا ہے کہ

یہ سرب بھومی کا راجہ مہا بلی سمرات

آپار، اتھاہ، اننت، ایک، انیک، وشوناتھ

یعنی اس دھرتی کا والی طاقتور کامل بادشاہ ہے جو بہت گہرا اتھاہ، لامحدود اور ولیوں کا سردار ہے۔

آپ کے فرزند ارجمند قبلہ پیر محمد طاہر حسین اپنی تصنیف "لمحاتِ کرم" میں لفظ "کرم" کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ کرم کا لغوی معنی برتر، ترجیح اور بزرگی ہے جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 62 میں ہے۔ **کَرَّمْتَ عَلَیَّ** مجھ پر ترجیح دی ہے اور کرم کا اصلاحی معنی وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے ذاتاً انسان کو دی ہوں "کرم" کہلاتی ہیں۔ اس میں مادی پہلو کی طرف اشارہ بھی ہوتا ہے لفظ کرم کا استعمال بنی آدم پر ہوا جو قرآن میں عموماً انسان کے لیے ایک ایسا عنوان ہے جسمیں مدح وستائش اور احترام شامل ہے۔

آپ کا اسم گرامی بوقت ولادت "کرم الٰہی" تجویز ہوا لیکن آپ کے پیر و مرشد حضرت سید سردار علی شاہ دبڑوی m نے ترمیم فرما کر آپ کا نام "کرم حسین" رکھا۔ حضرت دبڑوی m نے بچپن ہی سے انہیں اپنی فرزندی میں لے لیا اور حافظ پاک m سے فرمایا اب یہ میرا فرزند ہے۔ کیوں نہ ہو جسے شیخ اپنی فرزندی میں قبول کرے وہ روحانی اعتبار سے ان کا مرید ہوتا ہے۔

راہِ وفا میں جذبۂ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

حضور قبلۂ عالم m کو اپنے پیر کامل حضرت اعلیٰ دبڑوی m سے والہانہ محبت تھی ہمیشہ ان کے عشق میں سرشار رہے۔ حضور قبلۂ عالم m کو جو سربستہ علوم باطنی آپ کے والد

بزرگوار حضرت حافظ پاک m اور شیخ طریقت حضرت اعلیٰ دہڑوی m سے آپ کے سینۂ اطہر میں محفوظ ہوئے۔ وہ کلیاتِ سلوک آپ نے ایک مرتبہ صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیئے۔ وہ نسخہ کسی طرح حضرت اعلیٰ دہڑوی m کے حضور پیش ہوا۔ انہوں نے ملاحظہ فرمایا تو چہرۂ اقدس پر حیرانگی و پریشانی کے آثار واضح نظر آئے۔ آپ نے حضور قبلۂ عالم m سے فرمایا کہ بیٹے یہ سربستہ علوم ہم سینہ بہ سینہ منتقل کرتے ہیں۔ آپ نے تو کوئی چیز بھی اپنے سینہ میں نہیں رہنے دی۔ یہ سربستہ علوم آپ کے سینہ میں امانت تھے۔ اسے ہر خاص و عام پر ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا وہ تصوف و سلوک کا نایاب نسخہ حضرت اعلیٰ دہڑوی m کے ارشاد پر کنویں میں ڈلوا دیا گیا۔

حضور قبلۂ عالم m کی شادی حضرت اعلیٰ دہڑوی m کے حکم ہی سے کوٹ بلوچ ضلع منڈی بہاؤالدین میں ہوئی جو کہ ایک یادگار برأت کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ شادی 31 مارچ 1960ء بروز جمعرات بمطابق 3 شوال 1379 ہجری، 18 چیت 2017 بکرمی کو انجام پذیر ہوئی۔ حضور قبلۂ عالم m نے اپنی اکیاون (۵۱) سالہ زندگی میں تقریباً پینتیس (۳۵) سال شدید علالت میں گزارے۔ لیکن جسمانی کمزوری و نقاہت کے باوجود آپ نے آستانہ عالیہ کے انتظام و انصرام میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آپ کا تعمیرات میں خصوصی لگاؤ اس بات کا متقاضی رہا کہ آپ مسلسل تعمیرات میں مشغول رہے۔ اپنے والد بزرگوار حضرت حافظ پاک m کے وصال کے چند ماہ بعد ہی ان کی خانقاہ کی تعمیر شروع کی جو 1956ء میں مکمل ہوئی۔ اس کے گرد ایک برآمدہ بنوایا اور ساتھ ہی تین دروازوں والی مسجد تعمیر کی۔ میاں غلام رسول مستری ایک نامور معمار تھے اور یہ خانقاہ انکی فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پھر مسجد کو شہید کر کے خانقاہ کے صحن کو کشادہ کیا۔ مسجد کی تعمیر نئے طرز سے کی۔ اسکے ساتھ ایک حجرہ تعمیر کروایا۔ جس کا ایک دروازہ صحن میں اور کھڑکی مسجد کے اندر کھلتی تھی۔ اس حجرہ میں آپ اکثر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ اسی حجرہ میں آپ کا کتب خانہ بھی تھا۔ جسمیں خوبصورت الماریوں میں کتابیں قرینے سے سجا رکھی تھیں۔ پھر آپ نے ایک قطعہ زمین خریدا اور گھر کے تمام مکانات رہائشی اس میں شمول پانچ بھائیوں اور

بھانجوں کے کمرے تعمیر کروائے۔روضہ و مسجد کی تعمیر کی تکمیل کے بعد ایک مہمان خانہ خوبصورت انداز میں بنوایا اور دربار شریف کی خالی شدہ جگہ کو درویشوں کی رہائش ،لنگر خانہ اور اعراس کی تقریبات کیلئے مخصوص کر دیا۔یہ تمام تعمیرات آپ مئی 1976ء تک مکمل کر کے انمیں منتقل ہو گئے۔ آپ کی ان شبانہ روز کاوشوں سے بنوآنہ شریف پُر رونق اور روح پرور مقام بن گیا۔

ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا کہ خاندانی تنازعات نے سر اُٹھایا۔آپ نے انتہائی صبرو استقلال کا ثبوت دیتے ہوئے دو ماہ کے قلیل عرصہ میں بنوآنہ شریف کے آستانہ کو خیر باد کہا اور دُکھی دل و بوجھل قدموں سے منگانی شریف کے ویرانہ کو اپنا نیا آستانہ بنانے کے لیے ہجرت کی۔پھر وہی جُھگیاں اور خاک نشینی جو ایک فقیر کا شیوہ ہے۔آپ نے اس ویرانہ میں دو کچی کوٹھڑیاں اور دو چھپر بنوائے۔حضور قبلۂ عالم m نے اِس ویرانہ میں ایسی کرامات دکھائیں کہ خلقِ خدا دنگ رہ گئی ۔انہی کچی کوٹھڑیوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو چاند سا بیٹا عطا فرمایا جس کا نام "محمد طاہر حسین" رکھا گیا۔اس شہزادہ کی ولادت بروز جمعرات بوقت تہجد 27 رمضان المبارک 1396ہجری بمطابق 23 ستمبر 1976ء اور ہندی تقویم کے مطابق 7 اسوج 2033 بکرمی کو ہوئی۔ان کی پیدائش کا عدد بھی ایک (1) ہے جو شمس سے تعلق رکھتا ہے اور جس کا ثبوت یہ ہے کہ آج پیر محمد طاہر حسین علوی شمس ہونے کی وجہ سے تحریر و تحقیق میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور ایک درخشاں ستارے کی مانند اہل علم وقلم کے حلقہ میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضور قبلۂ عالم m نے ان نا مساعد حالات میں بھی صبر و استقلال کا دامن نہ چھوڑا۔ انہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے قطعہ اراضی (موجودہ خانقاہ) کا انتخاب کچھ ایسے فرمایا کہ لنگر شریف کی مشترکہ جائیداد کے تقسیمی تنازعہ میں پنچایتی فیصلہ ہوا۔اور قرعہ اندازی کی گئی۔بفضل تعالیٰ وہی حصہ زمین آپ کو ملا جس کے آپ خواہاں تھے حالانکہ آپ قرعہ اندازی میں شریک بھی نہ تھے اور آپ کی طرف سے قرعہ میاں غلام رسول مستری نے اُٹھایا۔اس کے بعد فوری طور پر خانقاہ منگانی شریف کی بنیاد رکھی گئی۔اور ایک ویرانہ کو شراب عشق کا میخانہ بنا دیا۔

عشق اوّل ، عشق آخر ، عشق کل
عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل

سرکار حافظ پاک m کے خلیفہ اوّل اور حضور قبلۂ عالم m کے محرم راز میاں غلام رسول (نواں والے) اور لالہ محمد رفیق کو جب ہجرت کی خبر ملی تو یہ دونوں حضرات بنوآنہ شریف آئے ۔وہاں پر حضرت حافظ پاک m کے یومِ وصال کا ختم شریف تھا۔لیکن انہوں نے ختم شریف چھوڑ کر منگانی شریف کی راہ لی ۔دیگر پیرزادوں نے کافی منت سماجت کی کہ ختم شریف کو چھوڑ کر نہ جاؤ لیکن میاں غلام رسول (نواں والے) نے کہا کہ بارات دولہا سے سجی ہوتی ہے ۔جس بارات کا دولہا نہ ہو وہ بارات نہیں ہوتی ۔ہمارا ختم شریف وہیں ہوگا جہاں حضور قبلۂ عالم m ہوں گے۔

نہ ہو جب تو ہی اے ساقی بھلا پھر کیا کرے کوئی
ہوا کو ، ابر کو ، گُل کو ، چمن کو ، صحنِ بستان کو

حضور قبلۂ عالم m نے یہاں مٹی گارے سے تعمیر شدہ فقیر خانہ کو پختہ تعمیرات میں ڈھالنے کا فیصلہ کیا اور دسمبر 1976ء کو جامع مسجد کی بنیاد رکھی ۔یہ جامع مسجد اس وقت کی علاقہ میں عالی شان مسجد تھی ۔جس کے تین دروازے، کھڑکیاں اور خوبصورت الماریاں لینٹر کے ساتھ مزیّن کی گئیں ۔مسجد کے ساتھ گیلری کی جگہ رکھ کر جنوبی جانب ایک پختہ حجرہ تعمیر کروایا۔پھر گیارہ (11) دروں والا ایک خوبصورت برآمدہ تعمیر کروایا۔جس کے تین درے جنوبی سمت بھی تھے ۔اس عمارت کا نقشہ حضرت سلطان باہو m کے آستانہ شریف سے مشابہت رکھتا تھا۔صحن کے گرد پختہ دیوار تعمیر کی گئی ۔اور دو بڑے گیٹ آمدورفت کے لیے بنائے ۔چونکہ آپ عمدہ تعمیرات کے بارے وافر علم رکھتے تھے اور یہ علویوں کی ایک صفت بھی ہے ۔لہٰذا آپ نے دسمبر 1980ء میں لنگر شریف کے لیے مزید پختہ کمرے، برآمدہ اور مہمان خانہ بنوایا۔پھر 1987ء میں مسجد کے سامنے گھر کے لیے علیحدہ مکانات تعمیر کروائے جس میں مہمانوں کے لیے ایک بڑا ہال کمرہ تھا۔ سابقہ مکان "لنگر خانہ غوثیہ" کے نام سے موسوم ہوئے ۔تمام تعمیرات کی تکمیل کے بعد آپ نے

آستانہ عالیہ کا نام "طاہر آباد" تجویز فرمایا۔ اور یوں اپنے لاڈلے فرزند پیر محمد طاہر حسین سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کر دیا۔ آپ انہیں اکثر پیار سے میڈ اِن منگانی شریف (Made in Mangani Sharif) بھی کہتے تھے۔ حضور قبلۂ عالم m نے دو مہریں بھی بنوائیں تھیں۔ ایک مہر کے درمیان میں چاند ستارہ تھا جبکہ اس کے گرد گولائی میں یہ عبارت تحریر تھی "آستانہ عالیہ غوثیہ قطبیہ طاہر آباد منگانی شریف ضلع جھنگ"۔ اور دوسری مہر سادہ تھی اُس پر "دربار عالیہ طاہر آباد قادریہ غوثیہ منگانی شریف" کندہ تھا۔

حضور قبلۂ عالم m نے تعمیراتی ذوق کے ساتھ ساتھ تبلیغی اور روحانی دورہ جات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ خلقِ خدا کی رہنمائی کے لیے دور دراز کے علاقوں کا سفر کیا۔ آپ کے ساتھ میاں غلام رسول صاحب نواں والے، پیر تجمل حسین صاحب، حضرت قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب اور آپ کے خلیفہ خاص پیر سید رفاقت علی شاہ صاحب کے علاوہ دیگر مقتدر ہستیاں رفیقِ سفر ہوتیں اور یہ تبلیغی طائفہ دینی تبلیغ و اشاعت میں ہمیشہ آپ کے ساتھ سرگرداں رہتا تھا۔

آپ m کی کرامات کی فہرست بڑی طویل ہے جس کے لیے علیحدہ مضمون تحریر کیا جائے گا لیکن یہ بات زبانِ زدِ عام ہے کہ آپ کے پاس اکثر مشائخ کرام تشریف لایا کرتے تھے۔ میاں محمد مبارک صاحب دربار قادریہ کرمیہ عالم آباد بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دربار شریف سے شمال کی جانب کھلی جگہ پر رات کو حضور قبلۂ عالم m آرام فرما رہے تھے چونکہ اُس وقت یہاں بجلی نہیں آئی تھی۔ میں حضور قبلۂ عالم m کو پنکھا جھل رہا تھا۔ حضور نے کئی مرتبہ فرمایا سو جاؤ۔ لیکن میں بضد تھا کہ حضور کے سامنے چارپائی پر نہیں سو سکوں گا۔ آخر حکم ماننا پڑا اور میں نزدیک ہی ایک چارپائی پر لیٹ گیا۔ آدھی رات کے بعد حضور اپنی چارپائی سے نیچے اُترے اور مؤدبانہ انداز میں بیٹھ گئے عشق و محبت بھرے اشعار اپنی خوبصورت آواز اور مخصوص طرز کے ساتھ پڑھنے لگے۔ پھر اس قدر خوشبو پھیلی کہ میں بیدار ہو گیا۔ آپ کی طرف دیکھا حضور نے مجھے اشارہ سے خاموش رہنے کا حکم دیا۔ میں نے کھلی آنکھ سے مشاہدہ کیا وہاں نظارہ ہی کچھ اور تھا۔

محفلِ یاراں بجی ہوئی تھی ۔جس میں حضرت خواجہ حافظ گل محمد قادری m، حضور سید سردار علی شاہ دبڑوی m، حضور سید شیر محمد گیلانی m، حضور سید قطب علی شاہ بخاری m کے علاوہ اور بھی کئی حضرات تشریف فرما تھے ۔میری اس وقت یہ حالت کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، نہ بولنے کی ہمت ،نہ آنکھ جھپکنے کی ۔بڑی دیر بعد محفل برخاست ہوئی تو حضور قبلۂ عالم m نے مجھے فرمایا "کسی سے اس بارے میں ذکر نہ کرنا"۔ پھر مجھ پر مدہوشی چھا گئی جو کہ دوسرے دن بھی جاری رہی۔

نہ پوچھ اِن خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ اِن کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستیوں میں

حضور قبلۂ عالم m اپریل 1985ء میں انتہائی نقاہت وکمزوری کے باوجود حرمین شریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے ۔وہاں آپ کی عبادات ومعمولات کا تذکرہ ملک ربنواز صاحب نے "سفرِ حجاز" کے نام سے مرتب کیا ہے ۔جو بڑا ایمان افروز اور آپ کے بلند مقامات کا آئینہ دار ہے ۔حضور قبلۂ عالم m نے 2 جون 1991ء بروز اتوار بمطابق 18 ذیقعدہ 1411 ہجری اور ہندی تقویم کے مطابق 20 جیٹھ 2048 بکری کو وصال فرمایا ۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یوں مردہ قلوب کو ذکرِ الٰہی سے زندہ کرنے والی مبارک ہستی دنیا سے رحلت فرما گئی ۔خانقاہ منگانی شریف کے مؤسس اعلیٰ کی دائمی جدائی پر کوئی ایسی آنکھ نہ تھی جو اشکبار نہ ہو اور نہ ایسا کوئی دل تھا جو غم سے نڈھال نہ ہو

دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد
تیرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے
تیرے کرم کا سزا وار تو نہیں حسرتؔ
اب آگے تیری خوشی ہے جو سرفراز کرے

اس مضمون میں درج تمام معلومات پیر محمد طاہر حسین کی تصنیف لاجواب "لمحاتِ کرم" سے لی گئی ہیں۔

آدابِ شیخ اور فیضانِ کرم

مولانا محمد ظفر اللہ فریدی ☆

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں، سمعت کثیر من المشائخ یقولون من لم یرمفلحا لا یفلح کرام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی فلاح یافتہ کی (شیخ کامل) زیارت نہ کی وہ فلاح نہ پائے گا۔ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں من لم یکن له استاذ فامه الشیطان کوئی رہبر نہ ہو اس کا رہبر اور امام شیطان ہے۔ رسالہ قشیریہ میں ہے، مرید پر واجب ہے کہ شیخ کامل کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرے کیونکہ بے پیر کبھی فلاح نہ پائے گا۔

اوصاف شیخ کامل:

(1) میر عبد الواحد بلگرامیؒ نے سبع سنابل شریف میں شیخ کامل کے تین بنیادی اوصاف کا ذکر فرمایا ہے، (الف) شیخ طریقت میں درست مسلک رکھتا ہو (ب) شیخ طریقت کے حقوق کی ادائیگی میں پیچھے رہ جانے اور سستی کرنے والا نہ ہو۔ (ج) شیخ کے عقائد اہلسنت و جماعت کے موافق درست ہوں۔

(2) حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم h فرماتے ہیں شیخ کو سجادہ پر بیٹھنا جائز نہیں جب تک اس میں مندرجہ ذیل بارہ فضائل باحسن وخوبی موجود نہ ہوں۔ (1) وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ☆ ستار، عیب پوشی کرنے والا ☆ غفار معاف کرنے والا (2) وہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے ☆ شفیق ☆ رفیق ہو (3) وہ ابو بکر h کی طرف سے ☆ صادق ☆ مصدق ہو (4) وہ حضرت عمر فاروق h کی طرف سے ☆ لوگوں کو نیک کام کا حکم کرنے والا ☆ لوگوں کو برے کاموں

☆ عارف والا

سے روکنے والا (5) وہ حضرت عثمان h کی طرف سے ☆ غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانے والا ☆ رات کو نماز پڑھنے والا ہو جبکہ عوام الناس غفلت میں ہوں۔ (6) وہ حضرت علی کی طرف سے ☆ عالم ہو ☆ شجاع ہو۔ (نمبر 3) فرمان نبوی ہے خیارکم اذا رأو تکم ذکراللہ بہترین شخص وہ ہے جس کو دیکھتے ہی خدا یاد آ جائے۔

آدابِ شیخ:

جب کسی عارف و کامل کا دامن کرم پکڑ لیا تو اس کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا لازمی ہوتا ہے۔ اگر سالک بے ادبی کا مرتکب ہوا تو علم باطن کی سعادتوں سے محرومی کا باعث بنے گا اور مقصود سے کوسوں دور چلا جائے گا۔

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق
گردد اندر وادیٔ حیرت غریق

لہذا آدابِ شیخ کی رعائیت طریقت میں ضروری ہے۔ ان پر عمل ہونے سے سالک کی منزل مقصود قریب آجاتی ہے۔ (۱) مرید کو چاہیے کہ جب بھی اپنے روحانی پیشوا کی صحبت میں حاضری کی توفیق ملے تو کوئی بھی بدگمانی زبان پر اور دل میں نہ لائے۔ شیخ کی ظاہری عدم موجودگی میں بھی ایسا ہی دھیان رکھنا لازمی ہے۔ (۲) مرید کو یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ مجھے روحانی فیض اپنے ہی شیخ کے توسل سے عطا ہو گا۔ (۳) دل و جان سے شیخ کی خدمت میں ہمہ تن معروف رہے اور اس کی خدمت کو خدا تک رسائی کا ذریعہ بنائے۔ (۴) مرید کو شیخ کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔ احکام سے مراد شرعی احکام ہیں، غیر شرعی احکام نجات اخروی کا ذریعہ نہیں۔ (۵) شیخ جو کچھ اوراد و وظائف پڑھنے کی تلقین فرمائے انہیں بصدقِ دل پڑھنا چاہیے۔ (۶) شیخ کے حضور نہائیت ادب و احترام سے بیٹھنا چاہیے۔ (۷) شیخ کے مصلی پر حتی الامکان پاؤں نہ رکھے کیونکہ اہل نگاہ کے نزدیک ایسا کرنا بھی گستاخی ہے۔ (۸) شیخ کی مستعمل اشیاء کو بلا اجازت استعمال نہ کرے۔ (۱۰) شیخ کے آگے نہ چلے نہ برابر بلکہ ان کی معیت میں راستہ چلتے وقت ان کے قریب

چلے تا کہ اگر حکم دیں تو تعمیل کی بجا آوری میں تاخیر نہ ہو۔(۱۱) شیخ کے روبرو کسی دوسرے سے گفتگو نہ کرے بلکہ کسی اور طرف بالکل متوجہ نہ ہو۔(۱۲) شیخ کو دور سے نہ پکارے اور نہ مجمع عام میں ان کے ساتھ بات کرنے کا حوصلہ کرے۔(۱۳) شیخ کی طرف اپنے پاؤں نہ کرے اور نہ ہی انکی طرف منہ کر کے تھوکے۔(۱۴) شیخ کے کسی قول و فعل پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کرے، کوئی بات اگر سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اپنی کم علمی پر محمول کرے۔(۱۵) جب تک شیخ کی بارگاہ میں حاضر رہے بے ضرورت اور بلا اجازت شیخ سے جدا نہ ہو۔ اس موقعہ کو غنیمت جانے اور کماحقہٗ شیخ سے استفادہ کرے۔(۱۶) شیخ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔ شیخ کے روبرو کسی سے سخت کلامی نہ کرے اور نہ کسی سے تختی سے پیش آوے بلکہ شیخ کے کلام کو کامل توجہ سے سنے۔(۱۷) اپنا بھلا یا برا حال سب شیخ سے ظاہر کرے۔ ہر قسم کے ظاہر و باطن کے احوال عرض گزارے۔ اس لئے کہ حکیم سے مرض چھپا رہا تو علاج کس طرح ہوگا۔ کیونکہ عارف کامل طبیب حقانی ہوتا ہے۔(۱۸) باطنی یا ظاہری فیض خواہ کسی صورت سے ظاہر ہو اپنے شیخ کامل کی طرف سے جانے۔

قبلہ عالم منگانوی m کا روحانی تصرّف:

اب مَیں ایک عظیم الشان ذات مبارکہ یعنی حضور قبلۂ عالم منگانوی m کے روحانی فیوضات کا ایک تازہ واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ایک ماہ قبل میری اہلیہ کو فالج کا عارضہ لاحق ہوا۔ بائیں طرف کے بازو و پاؤں کی حرکت بالکل بند ہوگئی۔ ڈاکٹر صاحب دوائی دیتے رہے مگر ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کئی دن دوائی کھانے کے بعد بھی معاملہ ویسے ہی رہا۔ ایک دن میں نمازِ عصر پڑھ کر مصلے پہ بیٹھ گیا اور یہ بات میرے دل و دماغ میں گھومنے لگی کہ علامہ بوصیریؒ m کو بھی یہی مرض لاحق ہوا تھا مگر وہ تو عالم باعمل تھے حضور سید عالم ﷺ کی شان میں قصیدہ لکھ کر نبی ﷺ کی زیارت بھی کر لی اور شفاء بھی حاصل کر لی۔ میں ایک ادنیٰ سا بندہ ہوں نہ ہی اتنی لیاقت کا حامل ہوں کہ میں قصیدہ لکھوں۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری بیوی کو شفاء عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کو میرا یہ سوچنا

پسند آیا تو یوں ہوا میری بیوی کہتی ہیں کہ دو راتیں جو گزر چکی ہیں رات کو میرے سرہانے سفید لباس والا کوئی بزرگ آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کوئی بات کیے بغیر واپس چلا جاتا ہے۔ جب تیسری رات آئی اور گیارہویں شریف کا دن تھا ہم نے حسبِ معمول گیارہویں شریف کے ختم شریف کی تیاری کی ہمارے درسِ بنات کی معلّمہ جو کہ میاں محمد یار نصر کی بھانجی ہیں انہیں ختم شریف میں حسبِ معمول بلایا، اسکا معمول تھا کہ ختم شریف میں شجرہ قادریہ قطبیہ کرمیہ پڑھتی تھی۔ اس دن بھی حسبِ معمول شجرہ شریف پڑھا گیا بعد ازاں میری اہلیہ نے اسے کہا! اپنے پیرانِ عظام کو یاد کرتی ہو میری شفاء کے لیے بھی دعا کرو تو وہ رونے لگی۔ شجرہ شریف پڑھ کر رو رو کر دعائیں کیں یا اللہ ان ولیوں کے توسل سے میری خالہ کو شفا عطا فرما میری ماں کو بھی یہی مرض ہو گیا تھا اور وفات پا گئی تھی اب اسے ماں بنایا ہے اور اسے بھی یہی مرض لاحق ہو گیا ہے۔ بڑا رقت آمیز منظر بن گیا لنگر تقسیم ہوا، رات ہو گئی تو رات وہی بزرگ پھر میری بیوی کے خواب میں تشریف لائے اور وہ معلّمہ بچی ساتھ ہے، سفید رنگ، سفید داڑھی مبارک اور ہاتھ میں تسبیح، اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے ہوئے تشریف لائے۔ وہ معلّمہ بچی کہتی ہے کہ باباجی میری خالہ کو ٹھیک کر دو۔ باباجی نے مجھے خواب میں دم کیا تعویذ بھی دیا اور مفلوج ہاتھ پر دستِ رحمت پھیرا اور فرمایا اب آپ ٹھیک ہیں تندرست ہیں آئندہ آپ کو یہ مرض نہیں ہوگا۔ میری بیوی کا بیان ہے کہ میں خواب میں بے حد خوش ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بزرگ کے صدقے شفاء عطا فرما دی ہے۔ جب میں خوشی خوشی بیدار ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کے صدقے مجھے شفاء عطا فرما دی۔ میں اُٹھ کر رونے لگی اس فکر میں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بزرگ کی دوبارہ زیارت نصیب فرمائے۔ گھر والے سب سوئے ہوئے تھے میں نے وضو کیا صحن میں کافی وقت گھومتی رہی اور باورچی خانہ میں آگ جلا کر بیٹھی تھی کہ گھر والے اٹھ کر حیران ہوئے یہ کیا معاملہ ہوا ہے؟ تم تو چل پھر بھی نہیں سکتی تھی۔ میں نے بتایا کہ میرا علاج کوئی بزرگ خواب میں فرما گیا ہے۔ ابھی اس سلسلہ میں بات گھر میں ہو رہی تھی تو میرے ہاں ''آئینہ کرم'' ایک مجلّہ جو کہ منگانی شریف سے چھپتا ہے میں نے دکھایا اس میں ولایت کے تاجدار سیدنا غوث

اعظم h کے روحانی فیوضات کے مظہر کامل حضور قبلۂ عالم منگانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصویر پر نظر پڑی تو میری بیوی پہچان گئی، یہ ہی وہ بزرگ تھے جو میری لڑکی لے کر آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قبلۂ عالم منگانوی m کے توسل سے میری بیوی کو تندرستی عطا فرمائی، بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ ڈاکٹر کہتا دوائی دو لیکن اندرونی معاملہ نہ بتا سکے۔ دوائی کھلاتے تو اس سے بدبو آتی اور دوائی کھانے سے پیٹ میں درد شروع ہو جاتا۔ آخر کار یہ بات ماننی پڑی کہ جو علاج اس مرد حق نے کر دیا ہے وہی درست ہے۔ ہم سب گھر والوں نے تیاری کی کہ قبلۂ عالم منگانوی حضور پیر محمد کرم حسین زید مجدہٗ کے آستانہ پر حاضری دیں اسی دوران ہماری بیٹی جو قبلہ عالم m کو خواب میں لائی تھی کو سردار الاصفیاء حضرت سید سردار علی شاہؒ m کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا دیکھو مولوی صاحب منگانی شریف تو جا رہے ہو اور میرے ہاں نہیں آ رہے حالانکہ میں ان کا پیر ہوں۔ یہ خواب سن کر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری بیوی کی مرض اور شفاء کا علم سلسلہ عالیہ قادریہ قطبیہ کرمیہ کے تمام شیوخ کو ہے۔ جاتے وقت حاضری نہ ہو سکی کیونکہ خواب میں جو فرمایا تھا پورا ہوا تھا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانہ عالیہ پر پہنچ کر دلی سکون اور روحانی طور پر کافی کچھ میسر ہوا۔ جب ہم سب تبرکات دیکھنے حاضر ہوئے تو قبلہ عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک بڑی تصویر پر نظر پڑی میری بیوی کہنے لگی یہی ہیں زیارت دینے والے بزرگ، اس تصویر کو ساتھ لے چلو۔

کافی تبرکات کی زیارت بھی کی اور دلی سکون میں بہت اضافہ محسوس کیا۔ آستانہ عالیہ پر حاضری کے بعد اجازت لیکر قبلہ حافظ پاکؒ m کے دربار شریف پر حاضر ہوئے تو وہاں بھی یارانِ طریقت کی محفل سجی ہوئی تھی، ایسا روحانی سکون ملا محسوس ہونے لگا کہ قبلہ حافظ پاک m اس محفل میں خود جلوہ گر ہیں۔ الغرض آجکل بھی میری اولاد میں سے کبھی کسی کو کبھی کسی کو قبلہ عالم m کی خواب میں زیارت ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام سلاسل کے اولیائے کاملین کی محبت و عقیدت عطا فرمائے۔ آمین

قبلہ عالم منگانوی m کے آباؤ اجداد

(مختصر تعارف وحالات)

ابوحسان محمد ریاض چشتی قادری ☆

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ کا نام علی کنیت ابوالحسن، ابوتراب اور لقب مرتضیٰ، اسد اللہ، شاہِ مرداں اور حیدر کرار ہے۔ آپؓ کی پیدائش ۱۲ رجب ۵۹۹ء میں ہوئی۔ آپؓ نے ۱۲ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا لیکن مشاہیر مشرق کے صفحہ ۳۶۸ پر اسلام قبول کرنے کی عمر ۱۴ سال درج ہے۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے آپؓ ہی تھے۔ آپؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں حصہ لیا سوائے غزوہ تبوک کے، جس میں رسول اکرم ﷺ نے آپؓ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ آپ مغموم ہوئے تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا آپؓ اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہو جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھی۔

غزوہ بدر میں ۷۰ مقتولین میں سے ۲۱ صرف آپؓ کی تلوار کا شکار ہوئے اور غزوہ احد کے ۲۲ مقتولین میں سے ۷ کافر آپؓ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔ غزوہ احزاب (خندق) میں عمرو بن عبدود جو ۱۰۰۰ پہلوانوں کے برابر سمجھا جاتا تھا آپؓ کی تلوار سے کیفرِ کردار تک پہنچا، اس موقعہ پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا علیؓ کی یہ ضرب اس کے تمام دوسرے اعمال پر سبقت لے گئی۔ جہاد بالسیف کے علاوہ اشاعت علوم نبویہ اور تبلیغ دین میں بھی آپ نے کارہائے نمایاں سر

☆ مصنف کتاب ''معارف الاعوان''

انجام دیئے ۔امیر المومنین حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسی مشکل سے پناہ دے جس کا حل ابوالحسن علیؓ کے پاس نہ ہو۔(مہرِ منیر صفحہ ۲۶)۔

حضور ﷺ نے فرمایا سید العرب کو بلاؤ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کیا آپ سید العرب نہیں ہیں ،آپ ﷺ نے فرمایا میں اولادِ آدم کا سید وسردار ہوں اور علیؓ عرب کے سید وسردار ہیں ۔(حقیقت الاعوان صفحہ ۱۳۸ اور انوار السیادت صفحہ ۱۰۲)۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کی سرکارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں اور علیؓ ایک شجرے سے ہیں'' ۔ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ''میں اور علیؓ ایک درخت کی دو شاخیں ہیں یعنی ایک قبیلے کے دو پھول ہیں (طبرانی وحاکم)۔

۱۹ رمضان ۴۰ھ بمطابق بائیس (۲۲) جنوری ۶۶۱ء میں عبدالرحمن ابنِ ملجم نے نماز کے دوران زہریلے خنجر سے حملہ کیا جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے اور ۲۱ رمضان المبارک کو شہادت کا رتبہ نصیب ہوا اس وقت آپؓ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی (مشاہیرِ مشرق از نظامی بدایونی صفحہ ۲۶۸)۔آپؓ کی شان میں کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں یہاں پر مختصر ساخاکہ پیش کیا گیا ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؓ نے سیدہ ساجدہ طیبہ طاہرہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرہؓ کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے کئی نکاح کئے جن سے کثیر اولاد ہوئی لیکن تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے اس اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ ایک نام کے ایک سے زیادہ بیٹے تھے اسی لئے مصنفین تعداد کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے یہاں پر کچھ مصنفین کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔قاضی محمد سلمان منصور پوری مرحوم نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین کے صفحہ ۹۷ پر ۹ بیویوں سے ۱۵ لڑکے اور ۱۸ لڑکیاں لکھی ہیں جبکہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا نام لکھا ہے حضرت محسن کا نام حاشیے پر لکھا ہے جبکہ حضرت امامہؓ کی اولاد میں محمد اوسط جو ایک نام تھا اس کو محمد الگ اور اوسط الگ لکھ کر دو بیٹے بنا دیے اور حضرت ام البنینؓ کے ۵ بیٹے عمر، عباس، جعفر، عبیداللہ اور عثمان لکھے ہیں۔

۲۔محبت حسین اعوان نے اپنی کتاب تاریخ علوی اعوان (۱۹۹۹ء) کے صفحہ ۱۹۲ پر ۱۵ بیٹے اور ۶ بیٹیاں لکھی ہیں جبکہ حضرت فاطمہؓ کے بیٹوں میں جعفر کا اضافہ کر کے ۴ بیٹے لکھ دیے اور حضرت ام البنینؓ کے بیٹوں میں صرف ۴ بیٹے عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان لکھے جبکہ عمر کا نام ساقط کر دیا اور حضرت امامہؓ کا ایک ہی بیٹا محمد اوسط لکھا۔

۳۔ابولبیق بخاری نے اپنے ترتیب شدہ شجرہ مبارک ﷺ کے صفحہ ۲۲ پر نو (۹) بیویوں اور دیگر لونڈیوں سے ۱۷ لڑکے اور ۲۰ لڑکیاں لکھی ہیں جبکہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں حضرت حسنؓ، حسینؓ اور محسن کے نام لکھے اور حضرت ام البنینؓ کی اولاد میں ۵ بیٹے جعفر۔ عبداللہ، عثمان، عمر اطراف اور حضرت عباس علمدارؓ کے نام لکھے جبکہ حضرت امامہؓ کے ایک بیٹے محمد اوسط کو محمد اور اوسط الگ الگ لکھ کر دو بیٹے بنا دیے۔

۴۔قاضی غلام حسین ولدِ قاضی غلام حسن علوی سروری قادری نے اپنے رسالہ شمس الاعوان کے صفحہ ۱۵ پر سید وزیر حسین خان کی کتاب تاریخ الآئمہ جو ۲۴ دسمبر ۱۸۸۱ء میں لکھی گئی تھی کے صفحہ ۴۲ سے مندرجہ ذیل نام نقل کیے ہیں

۱۔حضرت حسنؓ ۲۔حضرت حسینؓ ۳۔محسن ۴۔عباس ۵۔ محمد ۶۔ابوبکر ۷۔محمد اوسط ۸۔عثمان ۹۔عمر اصغر ۱۰۔جعفر ۱۱۔صالح ۱۲۔عبداللہ ۱۳۔عباس اصغر ۱۴۔جعفر اصغر ۱۵۔عون ۱۶۔یحییٰ ۱۷۔عبداللہ اصغر ۱۸۔زبیر۔

مندرجہ بالا ناموں میں چند نام ایسے ہیں جو سوال کر رہے ہیں کہ ہمارے اصل بھائیوں کے نام اِن ناموں میں شامل نہیں کیے گئے ہیں بلکہ یہاں دوسرے نام لکھ دیے گئے ہیں مثلاً ساتویں نمبر پر ایک نام محمد اوسط لکھا گیا ہے اوسط کے معنی ہیں درمیانہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ محمد اکبر اور محمد اصغر نام کے دو بیٹے بھی تھے لیکن ان ناموں میں محمد نام کے دو ہی بیٹے لکھے گئے ہیں پہلا محمد جو کہ پانچویں نمبر پر لکھا گیا ہے وہ محمد اکبر یعنی محمد حنفیہ کا نام ہے اور محمد اصغر کا نام ان ناموں میں نہیں لکھا گیا ہے پھر نویں نمبر پر ایک نام عمر اصغر کا لکھا گیا ہے یہ نام بھی سوال کر رہا ہے کہ اِن

ناموں میں میرے بڑے بھائی عمر اکبر کا نام نہیں لکھا گیا ہے اس طرح امیر المومنین حضرت علیؑ کے دو بیٹوں محمد اصغر اور عمر اکبر کی بجائے صالح اور زبیر کا نام شامل کر دیا گیا ہے جو درست نہیں ہیں۔ پھر چودھویں نمبر پر ایک نام جعفر اصغر لکھا گیا ہے اس میں بھی اختلاف ہے اس کی جگہ پر اصل نام عبیداللہ کا ہے جو حضرت ام البنین کے بیٹے تھے اگر محمد اصغر، عمر اکبر اور عبیداللہ کے نام اِن ناموں میں شامل کیے جائیں اور صالح، جعفر اصغر اور زبیر کے نام نکال دیے جائیں تو پھر یہ ۱۸ بیٹوں کے نام درست ہو جاتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔حضرت امام حسنؑ ۲۔حضرت امام حسینؑ ۳۔محسن ۴۔عبیداللہ ۵۔ابوبکر ۶۔عمر اکبر ۷۔ جعفر ۸۔عبداللہ اکبر ۹۔عثمان ۱۰۔عمر اصغر المعروف عمر اطراف ۱۱۔عباس اکبر المعروف عباس علمدار ۱۲۔ عون ۱۳۔یحییٰ ۱۴۔محمد اکبر المعروف محمد حنفیہ ۱۵۔محمد اوسط ۱۶۔محمد اصغر ۱۷۔عباس اصغر ۱۸۔عبداللہ اصغر۔

حضرت امیر المومنینؑ کے ۱۸ بیٹوں میں سے اولاد کا سلسلہ صرف پانچ سے جاری ہوا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

۱۔حضرت امام حسنؑ

۲۔حضرت امام حسینؑ

۳۔حضرت محمد بن علی المعروف محمد حنفیہؒ

۴۔حضرت عباس المعروف عباس علمدارؒ

۵۔حضرت عمر اصغر المعروف عمر اطرافؒ

اِس روایت کو مندرجہ ذیل مؤرخین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے:۔

۱۔غلام احمد حریری نے اپنی کتاب اسلامی دستورِ حیات میں۔

۲۔قاضی سلیمان منصور پوری نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں۔

۳۔شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب احسن المقال جلد اول مترجم سید صفدر حسین شاہ نجفی میں۔

۴۔سید نجم الحسن کراروی نے اپنی کتاب ذکرِ عباس میں۔

حضرت عباس علمدارؑ کا تعارف

آپؑ کا نام عباس کنیت ابو الفضل لقب قمر بنی ہاشم، علمدار، ساقیِ تشنہ گانِ اہلِ بیت تھا۔آپؑ کی ولادت با سعادت ۴ شعبان ۲۶ھ سہ شنبہ کے روز مدینہ طیبہ میں ہوئی ۔آپؑ اتنے خوبصورت تھے کہ اہل حجاز آپؑ کو قمر بنی ہاشم یعنی بنی ہاشم کا چاند کہہ کر پکارتے تھے اور اہل عجم آپ کو باب الحوائج کہتے تھے۔آپؑ مرادِ امیر المومنینؑ تھے۔یہی وجہ تھی کہ جب آپؑ کی ولادت کی خبر امیر المومنین حضرت علیؑ کو دی گئی تو آپؑ نے سجدہ شکر ادا کیا۔جب آپؑ کی ولادت ہوئی تو آپؑ نے اپنی آنکھیں حضرت امام حسینؑ کی گود میں کھولیں۔امام عالی مقامؑ نے آپؑ کے کان میں اذان دی اور اپنا لب آپؑ کے منہ میں ڈالا۔آپؑ کی کفالت بھی امام عالی مقامؑ کے سپرد کی گئی۔آپؑ حضرت امام حسینؑ کے بھائی، امین، وزیر، سفیر، سپہ سالار اور معتمد خاص تھے۔

حضرت عباسؑ بہت بڑے عالم، زاہد، محدث اور فقیہہ تھے اپنے عظیم باپؑ کی طرح بہت بڑے بہادر شہسوار اور دنیائے شجاعت کے تاجدار تھے۔یہی وجہ تھی کہ آپؑ کو رئیس الاشجعان کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔آپؑ نے کربلا کے میدان میں اطاعت و فرمانبرداری اور شجاعت و بہادری کی وہ داستان رقم کی جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔لاکھوں بندگانِ خدا آپؑ کی فرمانبرداری اور شجاعت کے گن آج بھی گاتے ہیں۔آپؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کا ہی تو اثر تھا کہ امام عالی مقام سلام اللہ علیہ جب بھی آپ سے مخاطب ہوتے تو بنفسی انت یا اخی یعنی میری جان آپ پر قربان ہو اے بھائی، کہہ کر پکارتے تھے۔

خصائص العباسیہ میں منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیؑ آپؑ کے ہاتھوں کو چوم کر آنسو بہاتے تھے اور معالی السبطین میں منقول ہے کہ میدان محشر میں سیدہ عابدہ، ساجدہ، زاہدہ، طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرہؑ یہ پکاریں گیں کہ میرے بابا ﷺ کی امت کی شفاعت کے لئے میرے بیٹے عباسؑ کے دو کٹے ہوئے بازو کافی ہیں (بحوالہ اولاد امیر المومنینؑ کیا علوی سادات ہیں؟)۔

کون ہے جو کما حقہ آپؑ کی شان بیان کر سکے بندہ ناچیز نے تو حق فرزندی ادا کرنے کے لئے یہ چند الفاظ نقل کئے ہیں۔موسوعۃ الامام الحسن (ع) جلد ۹ صفحہ ۱۰۷ اور سر السلسلۃ العلویہ صفحہ ۸۹ کے مطابق آپؑ کی شادی حضرت لبابہ بنت عبید اللہ بن حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے ہوئی جن سے عبیداللہ اور فضل پیدا ہوئے۔جبکہ صاحب باب الاعوان نے صفحہ ۱۲۰ پر بی بی سکینہ بنت عبداللہ بن عباسؓ لکھا ہے۔لیکن اگر عبیداللہ نام پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اُن کا نام اُن کے نانا عبیداللہ کے نام پر رکھا گیا ہے اس حساب سے پہلی روایت درست ہے۔مختلف کتابوں میں آپؑ کے پانچ بیٹوں کا ذکر ملتا ہے جن کے نام فضل محمد،عبیداللہ، قاسم اور عبداللہ ہیں لیکن اِس بات پر سب تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپؑ کی اولاد صرف ایک بیٹے حضرت عبیداللہ سے ہی جاری ہوئی۔دوسرے کربلا میں شہید ہوگئے۔جس طرح آپؑ ایک عظیم باپ کے بیٹے تھے عین اسی طرح آپؑ ایک عظیم ماں ام البنین فاطمہ بنت حزام کے لختِ جگر بھی تھے جن کی زوجیت کی تمنا خود حضرت علی شیر خداؑ نے اپنے بھائی حضرت عقیلؓ سے کی تھی۔آپؑ نے کربلا کے میدان میں تشنہ گان اہل بیت کو پانی پلانے کی کوشش میں پہلے اپنے دونوں ہاتھ کٹوائے اور آخر جان کی قربانی دے کر حق وفا ادا کر دیا "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" ۔آپؑ کی شہادت ۱۰ محرم ۶۱ ھ میں ہوئی۔آپؑ کی شہادت پر حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ عباسؑ کی شہادت سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے(بحوالہ ذکر عباس)۔جس طرح حضرت محمد حنفیہؓ حضرت امیر المومنین علیؓ کے علمبردار تھے عین اسی طرح حضرت عباسؑ حضرت امام عالی مقامؓ کے علمبردار تھے۔میدان کربلا میں حضرت عباسؑ نے جو جھنڈا اٹھایا ہوا تھا اُس کا رنگ سبز تھا (بحوالہ ذکر عباس)۔

ام البنین حضرت علیؓ کے عقد میں:۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے بھائی حضرت عقیلؓ (جو علم النساب کے امام مانے جاتے تھے) سے فرمایا کہ تم عرب کی کسی ایسی عورت کو تلاش کرو جو بہادروں کی نسل سے ہوتا کہ میں اُس سے عقد کروں اور اُس کے بطن سے اللہ تعالیٰ مجھے ایک ایسا بہادر لڑکا عطا فرمائے جو کربلا میں میرے فرزند حسینؓ کا

معاون بنے حضرت عقیلؓ نے مشورہ دیا کہ آپؓ فاطمہ بنت خزام کلابیہ سے عقد کرلیں ۔عرب میں اُس کے آباؤ اجداد سے زیادہ شجاع اور بہادر کوئی نہیں (ذکر عباس بحوالہ تنقیح المقال) اس طرح حضرت امیر المومنینؓ کا عقد حضرت ام البنین فاطمہ بنت خزام بن خالد بن ربیعہ بن الوحید بن کعب بن عامر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن سے ہوگیا اور اُن کے بطن سے حضرت عباس علمدارؓ پیدا ہوئے اِس لئے آپ کو مرادِ علیؓ بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عبیداللہؒ کا تعارف

آپ کا نام عبیداللہ تھا۔آپ حضرت عباس علمدارؓ بن حضرت علیؓ اور حضرت لبابہ بنت عبیداللہ بن حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔جب حضرت امام حسینؓ نے کوفہ کی طرف سفر کیا اُس وقت حضرت عبیداللہ بن عباس علمدارؓ بھی بچے تھے ۔وہ اپنی دادی ام البنین کے پاس مدینہ میں رہ گئے ۔جو فاطمہ صغریٰ کی تیمارداری کے لئے رہ گئیں تھیں جبکہ آپؒ کے چار بھائی حضرت فضل،قاسم،محمد اور عبداللہ کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کی اولاد سے صرف عبیداللہ ہی سلامت رہے۔ سر السلسلۃ العلویہ صفحہ ۹۰ کے مطابق آپ نے تین شادیاں کیں ۔جن میں سے ایک شادی بنت عبداللہ بن معبد بن حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے ہوئی جس سے حسن اور عبداللہ پیدا ہوئے۔حضرت عبیداللہؒ بہت بڑے زاہد و عابد اور متقی تھے۔باب الاعوان صفحہ ۴۴ کے مطابق آپؒ نے حضرت زین العابدینؒ،حضرت حسن مثنیٰؒ اور حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکرؓ سے خلافت پائی ۔آپ جب حضرت امام علی زین العابدینؒ کے پاس جاتے تو وہ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے اور آپ سے بغلگیر ہوتے تھے ۔لوگوں نے پوچھا کہ آپؒ کو کیا چیز مجبور کرتی ہے کہ آپ اِن کی اتنی تعظیم کرتے ہیں ۔آپؒ نے فرمایا اُن کی محبت اور پرہیزگاری۔موسوعۃ الامام الحسین جلد ۹ صفحہ ۱۰۷ کے مطابق آپ نے ۱۵۵ھ میں اِس دارِ فانی سے پردہ فرمایا۔

حضرت حسنؒ کا تعارف

آپؒ ایک صاحب بصیرت اور جید علماء میں سے تھے۔عمدۃ الطالب صفحہ ۳۶۲ کے مطابق آپ کے پانچ بیٹے تھے جن میں عبیداللہ امیر مکہ و مدینہ اور قاضی الحرمین شریفین تھے ۔دوسرے حضرت عباس فصیح و بلیغ شاعر تھے ۔تیسرے حمزہ جو حضرت علیؓ کے مشابہ تھے اور خلیفہ مامون نے اُن کو شبیہ حضرت علیؓ کا خطاب دیا تھا۔آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی ۔چوتھے ابراہیم جو جرد قہ کے لقب سے مشہور ہوئے بہت بڑے فقیہ اور زاہد تھے ۔پانچویں فضل جو بہت بڑے شجاع تھے۔لیکن سر السلسلۃ العلویہ صفحہ ۹۲ کے مطابق آپ کے سات بیٹے تھے یعنی پہلے پانچ کے علاوہ علی اور محمد بھی تھے جو لا ولد تھے ۔جبکہ الشجرہ الطیبہ تالیف سید فاضل موسوی کے صفحہ ۲ا پر آپ کے ۹ بیٹے لکھے ہیں واللہ اعلم ۔

آپ امام محمد باقرؒ کے خواص میں سے تھے ۔امام جعفر صادقؒ آپ کی بہت عزت اور تعریف کرتے تھے ۔آپؒ نے ۱۸۰ھ میں وصال فرمایا اور مدینہ شریف میں جنت البقیع میں دفن ہوئے ۔

حضرت ابوالقاسم حمزہ اکبرؒ کا تعارف

حضرت ابوالقاسم حمزہ اکبر حضرت حسن کے بیٹے تھے ۔آپ مدینے سے بصرہ میں مقیم ہوئے ۔آپ حضرت امام جعفر صادقؒ کے حاشیہ نشینوں میں سے تھے۔وہ آپ کی بہت عزت کرتے تھے ۔یہی حمزہ بن حسن کچھ عرصہ بصرہ میں رہنے کے بعد بغداد میں مقیم ہوئے ۔موسوعۃ الامام الحسین (ع) جلد ۹ صفحہ ۲۰۷ کے مطابق آپ کی شادی زینب بنت حسین بن علی بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوئی لیکن سر السلسلۃ العلویہ صفحہ ۹۱ کے مطابق اس بی بی کے والد کا نام حسین کی بجائے حسن بن علی بن عبداللہ بن جعفر طیار درج ہے ۔آپ کی وفات ۱۹۰ھ میں ہوئی اور آپ کا مدفن مقبرہ قریش بغداد میں ہے۔عمدۃ الطالب کے صفحہ ۳۶۵ کے مطابق آپ کے دو فرزند ابو محمد القاسم الصوفی اور علی تھے۔لیکن الشجرہ الطیبہ تالیف سید فاضل موسوی کے صفحہ ۱۴ پر آپ کے ۵ بیٹے لکھے

ہیں واللہ اعلم ۔ابو محمد القاسم الصوفی کی نسل میں حضرت عون بن یعلیٰ پیدا ہوئے اور علی کی نسل میں حضرت عون قطب شاہ کی والدہ بی بی فاطمہ بنت محمد پیدا ہوئیں ۔

ابو محمد القاسم الصوفیؒ کا تعارف

ابو محمد القاسم الصوفیؒ کا شمار جید علماء میں ہوتا ہے ۔آپ حضرت امام موسیٰؑ کے حاشیہ نشینوں میں سے تھے ۔ الشجرہ الطیبہ تالیف سید فاضل موسوی کے صفحہ ۱۴ کے مطابق آپ کی شادی زینب بنت ابی الحسن بن اسحاق بن علی بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوئی ۔عمدۃ الطالب کے صفحہ ۳۶۵ پر آپ کے ۷ فرزند لکھے ہیں ۔لیکن الشجرہ الطیبہ تالیف سید فاضل موسوی کے صفحہ ۱۴ پر آپ کے ۱۷ بیٹے درج ہیں جبکہ تہذیب الانساب مصنف محمد بن ابی جعفر شیخ شرف العبید لی کے صفحہ ۲۸۶ پر سولہ بیٹوں کے نام درج ہیں جو یہ ہیں :۔ابو جعفر محمد، اسماعیل، عباس، علی، عبیداللہ، قاسم، جعفر، احمد، عبداللہ، حمزہ، حسین، عیسیٰ، موسیٰ، ابراہیم، اسحاق اور حسن ۔واللہ اعلم ۔

ابو جعفر محمدؒ کا تعارف

آپ کا نام محمد اور کنیت ابو جعفر تھی ۔آپ القاسم الصوفی کے بڑے بیٹے تھے ۔جیسا کہ اُن کی کنیت ابو محمد سے ظاہر ہے ۔آپ کی شادی میمونہ بنت علی بن الحسن بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدار سے ہوئی ۔الشجرہ الطیبہ کے صفحہ ۱۴ کے مطابق آپ کے سات بیٹے تھے جن میں جعفر سب سے بڑے تھے ۔

جعفرؒ کا تعارف

آپ ابو جعفر محمد کے بیٹے تھے ۔آپ علم فقہ اور حدیث میں بڑے ماہر تھے ۔آپ کی شادی زینب بنت علی بن اسحاق بن جعفر بن القاسم بن اسحاق بن عبداللہ اکبر بن جعفر طیارؓ سے ہوئی ۔الشجرہ الطیبہ تالیف سید فاضل موسوی کے مطابق آپ کا ایک بیٹا علی تھا ۔آپ کا وصال ۲۲۰ھ میں ہوا ۔

علیؒ کا تعارف

آپ کا نام علی تھا۔آپ کی شادی زینب بنت علی بن حسین بن موسیٰ ثانی بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظمؒ سے ہوئی جس سے ایک بیٹا قاسم پیدا ہوا۔آپ نے ۲۴۵ھ میں وفات پائی اور مقبرہ قریش میں دفن ہوئے۔

قاسمؒ کا تعارف

قاسم عباسی علوی بیٹا تھا علی بن جعفر کا اور اُس کی شادی بی بی حمیدہ بنت عبداللہ بن داؤد بن زکریا بن محمد بن اسماعیل بن فضل بن یعقوب بن فضل بن عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبدالمطلب بن ہاشم سے ہوئی۔وہ جلیل القدر علماء میں سے تھے۔اُن کا وصال ۳۲۵ھ میں ہوا اور مقابر قریش بغداد میں دفن ہوئے۔

طیارؒ کا تعارف

طیار عباسی علوی بیٹے تھے قاسم بن علی بن جعفر کے اور اُس کی شادی فاطمہ بنت عبداللہ بن عباس بن عیسٰی بن ابراہیم بن محمد بن جعفر بن قاسم سے ہوئی۔وہ علم تاریخ واسماء الرجال اور فقہ کے عالم تھے۔اُن کی وفات ۳۳۰ھ میں ہوئی اور مقابر قریش بغداد میں دفن ہوئے۔

ابویعلیٰ حمزہ کا تعارف

ابو یعلیٰ حمزہ عباسی علوی بیٹے تھے طیار کے اور اُن کی شادی خدیجہ بنت حسن سے ہوئی۔وہ ۳۰۲ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔علم وفضل میں اپنے دادا حضرت علیؓ کے صحیح جانشین تھے۔آپ کا وصال ۳۹۰ھ میں ہوا اور آپ کا مزار حلہ میں مرجع خلائق ہے۔الشافی (کتاب التوحید) جلداول صفحہ ۲۱۴ پر حمزہ بن طیار سے ایک روایت موجود ہے۔

یعلیٰؒ کا تعارف

آپ کا نام یعلیٰ اور لقب قاسم تھا۔(باب الاعوان صفحہ ۱۲۶)۔آپ ابویعلیٰ حمزہ عباسی

علوی کے بیٹے تھے۔آپ ۳۸۵ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔آپ کا شمار جید علماء میں ہوتا تھا۔علم حدیث کے بھی فاضل تھے۔آپ کا وصال ۴۷۲ھ میں بغداد میں ہوا اور مقبرہ قریش میں دفن ہوئے۔

عون بن یعلیٰ المعروف قطب شاہ کا تعارف

آپ کا نام عون بن یعلیٰ بن ابی یعلیٰ حمزہ بن طیار بن قاسم تھا۔آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت محمد بن علی بن داود بن قاسم بن عبداللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار تھا۔آپ نجیب الطرفین عباسی علوی تھے آپ کا لقب قطب شاہ تھا اصل عبارت یہ ہے جسے باب الاعوان کے صفحہ ۱۲۴ پر یوں نقل کیا گیا ہے"واما عون بن یعلیٰ العلوی و ھوا المشھور فی الھند بقطب شاہ "ترجمہ:عون بیٹا یعلیٰ علوی کا پس مشہور رہوا ہند میں ساتھ لقب قطب شاہ کے۔آپ کی پیدائش ۴۱۹ھ میں بغداد میں ہوئی۔حضرت عون قطب شاہؒ نے کوہستان نمک جس کا پرانا نام دامغان تھا (زاد الاعوان صفحہ ۱۲۴) میں تقریباً ۲۵ سال تک تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیا اور بہت سے خوش قسمت راجپوتوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا۔آخر ۵۵۶ھ میں شیخ کے حکم پر واپس بغداد گئے وہاں بیمار ہوئے اور ۲ رمضان المبارک کو اللہ کو پیارے ہو گئے"اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن"۔آپکا جنازہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے پڑھایا اور آپ مقبرہ قریش میں دفن ہوئے۔

قطبیت کی حقیقت:۔یہاں پر مرآۃ الاسرار مصنفہ حضرت عبدالرحمٰن چشتیؒ (مترجم) کے صفحہ ۱۰۴ کی یہ تحریر آپ کی نذر کرتا ہوں"اے محبوب!غور سے سن۔قطب مدار کی (عمر) میعاد مختلف ہوتی ہے۔بعض کی میعاد تینتیس سال تین ماہ۔بعض کی تینتیس سال،چار ماہ اور آٹھ دن ہوتی ہے۔بعض کی اٹھائیس سال،تین ماہ اور دو دن۔بعض کی پچیس سال۔بعض کی بائیس سال،گیارہ ماہ اور تین دن ہوتی ہے اور بعض کی میعاد انیس سال،پانچ ماہ اور دو دن ہوتی ہے۔اے محبوب!تینتیس سال چار ماہ سے زیادہ نہیں ہوتی اور انیس سال،پانچ ماہ اور دو دن سے کم

نہیں ہوتی ۔اگر میعاد مذکور میں کسی کا اجل آجاتا ہے تو رحلت کر جاتے ہیں ۔جب قطب اِس میعاد کے اندر سلوک میں ترقی کرتے ہیں تو افراد کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں اور افراد کی عمر پچپن سال ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا تحریر قابلِ غور ہے۔اِس تحریر کے مطابق قطب مختلف قسم کے ہوتے ہیں یعنی سلوک میں قطب کے مختلف درجے (رینک) ہیں اور ہر درجے یا رینک کے لئے ایک مدت مقرر ہے اور اگر کوئی بزرگ مقرر مدت کے اندر ترقی کر جائے تو اگلے درجے میں چلا جاتا ہے جس کی الگ مدت مقرر ہے اور اگر وہ ترقی نہیں کرتا تو وفات پا جاتا ہے۔

اَب مرآۃ الاسرار مصنفہ حضرت عبدالرحمٰن چشتیؒ (مترجم) کے صفحہ ۱۰۴ کی تحریر کو مدِنظر رکھتے ہوئے حضرت عون قطب شاہ کے سفر ہند پر غور کریں تو روایات کے مطابق وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف سے کوہستانِ نمک کے علاقے کے لئے قطب مقرر ہوئے اور ۵۲۰ھ میں بغداد سے سفر پر روانہ ہوئے لیکن مہینہ درج نہیں ہے اور ۵۲۱ھ کے اوائل میں یہاں پہنچے ہوں گے کیونکہ اُن دنوں سفر پیدل ہوا کرتے تھے اور کئی کئی مہینے سفر میں گذر جاتے تھے۔پھر ۵۵۶ھ میں شیخ کے حکم پر وہ واپس بغداد پہنچے اور ۳ رمضان ۵۵۶ھ میں وفات پائی ۔اگر اس عرصے پر غور کریں تو یہ تقریباً پینتیس سال بنتے ہیں اور سفر کے درمیان خرچ ہونے والے ۱۵ سے ۱۶ مہینوں کو اگر پینتیس سال سے نکال دیں تو قطب کی مدت عمر یعنی تینتیس سال، چار ماہ اور آٹھ دن کا عرصہ ہی باقی بچتا ہے جو حضرت عون قطب شاہؒ نے کوہستانِ نمک میں گذارا۔اِس سے ثابت ہوا کہ حضرت عونؒ واقعتاً قطب ارشاد کے عہدے پر فائز ہو کر کوہستانِ نمک میں آئے اور خوش قسمت راجپوتوں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کر کے واپس چلے گئے ۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اعوان لکھاریوں کو مثبت سوچ اور اچھی سمجھ عطا فرمائے ۔آمین

بی بی عائشہ حضرت عون قطب شاہؒ کے نکاح میں:۔ حضرت عون بن یعلیٰ ۴۱۹ھ بمطابق ۱۰۲۵ء میں پیدا ہوئے ۔چونکہ اولادِ باب العلمؓ تھے اس لئے دینی تعلیم پہلے حاصل کی پھر تزکیہ باطن

کیا کیونکہ فقر تو اِس خاندان کا اصل ورثہ ہے۔ آپ نے شادی کب کی صحیح تاریخ کا ذکر تو کہیں نہیں ملتا لیکن اُس بی بی سے آپ کے دو بیٹے ہوئے یعنی عبداللہ گولڑہ (پیدائش اے۴ھ) اور محمد کندلان (پیدائش ۵ے۴ھ)۔ پھر ۶ے۴ھ میں یہ نیک سیرت بی بی اللہ کو پیاری ہو گئی۔ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عون قطب شاہؒ کی شادی ۶۹ ۴ھ یا ۰ے۴ھ میں ہوئی تھی۔

حضرت عون قطب شاہؒ علاقہ وامغان (کوہ نمک) میں :۔ حضرت عون قطب شاہؒ ۵۲۰ھ بمطابق ۱۱۲۶ء میں تقریباً ۱۵ آدمیوں پر مشتمل قافلے کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حکم سے قطب ارشاد کے عہدے پر فائز ہو کر دین اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کے لئے وامغان کے علاقے میں گدڑی کے مقام پر تشریف لائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ۵۲۰ھ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کس مقام پر فائز تھے چنانچہ مولانا فیض احمد صاحب مرحوم سابقہ مفتی و خطیب درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اپنی کتاب مہر منیر (سوانح حیات حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ) صفحہ ۳۵ پر بہجۃ الاسرار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ولادت ۰ے۴ھ میں علاقہ جیل میں ہوئی پھر صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں کہ ۴۸۹ھ میں عباسی خلیفہ مستنصر باللہ کے زمانے میں ۱۸ سال کی عمر میں بغداد تشریف لائے۔ ۲۲ سال کی مسلسل ریاضت شاقہ کے بعد ۵۱۱ھ میں اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی علم کی تکمیل کے بعد محی الدین کا لقب عطا فرمایا اور مسند ارشاد پر متمکن ہوئے پھر صفحہ ۴۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ویسے تو اُن کی کرامات کی کثرت پر تو تمام مورخین کا اتفاق ہے لیکن آپ کی سب سے بڑی کرامت جس کی بدولت آپ دنیائے ولایت کے شہنشاہ تسلیم ہوئے یہ ہے کہ ایک دفعہ وعظ فرماتے ہوئے آپ پر کشف طاری ہو گیا اور آپ نے فرمایا "قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ" ترجمہ: میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ اِس مجلس میں عراق کے بڑے بڑے اکابر مشائخ حضرات موجود تھے سب نے اپنی گردنیں جھکا لیں اور تمام کرہ عرض پر جتنے قطب ابدال موجود تھے سب نے گردنیں جھکا لیں۔ خراسان کے پہاڑوں میں حضرت معین الدین چشتیؒ (جو ریاضت میں مشغول تھے) نے اِس قدر گردن جھکا دی کہ پیشانی

زمین کو چھونے لگی اور عرض کی "قد ماك علی راسی و عینی" ترجمہ: آپ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر ہوں۔ چنانچہ حضرت غوث اعظمؒ نے اِس اظہار نیاز سے متاثر ہو کر مجلس میں فرمایا کہ سید غیاث الدینؒ کے صاحب زادے گردن جھکانے میں سبقت لے گئے جس کے باعث عنقریب ولایت ہند سے سرفراز کئے جائیں گے۔ یہ واقعہ ۵۱۱ھ کا ہے۔

مندرجہ بالا عبارت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب ۵۱۱ھ میں مسند ارشاد پر فائز ہوئے تو آپؒ نے حضرت عون بن یعلیٰؒ کی بھی تربیت فرمائی اور نو(۹) سال کی تربیت کے بعد ۵۲۰ھ میں آپ کو قطب ارشاد کے عہدے پر فائز کر کے علاقہ دامغان (کوہستانِ نمک) میں (جہاں ہندو قدیم سے بڑے بڑے مندروں اور قلعوں میں مقیم تھے اور راج کٹاس جیسا ہندوؤں کا تبلیغی مرکز موجود تھا) مقرر فرمایا جہاں آپ نے تقریباً ۳۵ سال تک تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ یہاں کھوکھر، چوہان اور بھٹی خاندان کے خوش قسمت راجپوت اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ علاقہ دامغان (کوہستانِ نمک) میں احیائے دین کا اہم ترین فریضہ سب سے پہلے آپؒ کی ذات گرامی سے ہی پایہ تکمیل کو پہنچا۔ آخر ۵۵٦ھ میں آپ کو روحانی طور پر واپسی کا حکم ملا۔ آپ اپنے بچوں سمیت واپس بغداد گئے اور تبلیغی سرگرمیوں اور ہندوؤں کی مخالفت کے بارے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو آگاہ کیا اور تبلیغ کے لئے ایک بڑے وفد کو بھیجنے کی تجویز پیش کی پھر زیارتوں میں مصروف ہوئے اور بیمار ہو گئے اور ۳ رمضان ۵۵٦ھ میں اِس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے" اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن "۔ آپ کا جنازہ حضرت غوث اعظمؒ نے پڑھایا اور مقبرہ قریش بغداد میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اولاد جناب عون قطب شاہ:۔ تاریخی واقعات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عون قطب شاہؒ نے صرف ایک ہی شادی کی تھی جس سے دو بیٹے عبداللہ گولڑہ اور محمد کندلان پیدا

ہوئے اِن دو کے علاوہ جن حضرات کو آپؒ کی اولاد ظاہر کیا گیا ہے وہ دراصل قطب شاہ غزنوی بن عطا اللہ کی اولاد تھے ۔عون قطب شاہؒ کے دونوں بیٹوں کی اولاد بنیادی طور پر وادی سون سکیسر اوراعوان کاری (تحصیل تلہ گنگ بشمول علاقہ چکڑالہ و نمل) میں آباد تھی ۔ جو باقی علاقوں میں وقتاً فوقتاً منتقل ہوتے رہے ہیں اور آج پاکستان میں ہی نہیں بلکہ بھارت اور کشمیر سمیت کئی دوسرے ممالک میں بھی آباد ہیں۔

محمد المعروف کندلان کا تعارف

آپ کا اصل نام محمد لقب گل شاہ اور عرف کندلان (کنڈان) تھا۔آپ کی پیدائش ۴۷۵ھ بمطابق ۱۰۸۱ء میں بغداد میں ہوئی ۔ آپؒ کی عمر ایک سال تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی عائشہ بنت عبداللہ صومعیؒ کا انتقال ہوگیا۔آپ کی پرورش آپ کی خالہ بی بی فاطمہ ہی نے کی یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دربانی کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کا عرف کندلان یعنی خیمہ کلاں مشہور ہوگیا ۔آپ اپنے والد اور بھائی کے ہمراہ ہند سابقہ یعنی وادی سون سکیسر میں گدڑی کے مقام پر ۵۲۰ھ میں وارد ہوئے ۔اِس وقت آپ کی عمر ۴۵ سال جبکہ آپ کے بڑے بھائی عبداللہ گولڑہ کی عمر ۵۰ سال تھی ۔تمام تذکرہ نگاروں نے دادا گولڑہ کی دو شادیاں بغداد میں کروادیں اور ایک شادی ہند سابقہ میں کھوکھر خاندان میں کروادی اور آپ کے آٹھ نو بیٹے بھی لکھ دیئے ۔لیکن اُن کے چھوٹے بھائی محمد کندلان کی شادی کے بارے میں کسی کو یاد ہی نہ رہا اور اُن کی اولاد بغیر شادی کے ہی لکھ دی ۔عجیب بات ہے پرانے مصنفین تو اللہ کو پیارے ہو گئے اللہ کریم اُن کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے لیکن موجودہ تذکرہ نگار جو کئی کئی کتابیں اعوانوں کی تاریخ پر لکھ چکے ہیں انہوں نے بھی اِس نکتے پر غور نہیں کیا۔اگر اُن کی اپنی بیویوں اور اولاد کا معاملہ ہوتو بہت احتیاط سے کام لیں لیکن اپنے آبا و اجداد کے متعلق بغیر سوچے سمجھے جو دل میں آیا لکھتے رہے۔اِس سوال کو حل کرنے کے لئے چند حوالے اپنے اکابر تذکرہ نگاروں کی کتابوں سے نقل کئے جاتے ہیں۔

ا۔مولوی نورالدین مرحوم اپنی کتابوں زادالاعوان اور باب الاعوان میں عبداللہ گولڑہ کی دو بیویوں بی بی مریم بنت عقیل اور سارہ بنت ابراہیم کا ذکر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ دونوں بیبیاں بغداد کی رہنے والی تھیں۔پہلی بی بی کا ایک بیٹا عالم دین ہوا اور دوسری بی بی کے تین بیٹے احمد علی، غلام علی اور زمان علی ہوئے اور ایک شادی ہند سابقہ میں کھوکھر راجپوت خاندان کے رئیس کی بیٹی سے کی۔نہ اُس کا نام لکھا اور نہ اُس کی اولاد کا ذکر کیا۔راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق یہ آخری شادی ۶۰۰ھ میں ہوئی جب آپ کی عمر ۱۲۹ سال کے لگ بھگ تھی اِس بی بی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اِس طرح عبداللہ گولڑہ کے صرف چار بیٹے تھے۔عالم دین بغداد میں رہ گیا باقی تین بیٹے علاقہ دامغان یعنی کوہستان نمک میں آئے اُن کی اولاد یہاں پر موجود ہے۔

۲۔جناب خواص خان ہزاروی اپنی کتاب تحقیق الاعوان میں وادا گولڑہ کی تین بیویوں کا ذکر کرتے ہیں۔دو کو بغداد کا رہائشی لکھتے ہیں اور ایک کو کھوکھر راجپوت خاندان سے قرار دیتے ہیں جبکہ کھوکھر خاندان کی اِس بی بی کا نام فاطمہ لکھتے ہیں اور اُن سے اولاد کا ہونا بھی لکھتے ہیں۔

۳۔ملک محمد ہاشم المعروف بابا ہاشم سیالکوٹی اپنی کتاب حقیقت الاعوان فی آل حبیب رحمٰن میں تحریر کرتے ہیں کہ گوہر علی کے بارے میں بحوالہ میزان ہاشمی باب الاعوان کے باب چہارم کی فصل نہم میں مرقوم ہے کہ اِس کی دو بیویاں تھیں یعنی مریم بنت عقیل اور سارہ بنت ابراہیم ۔۔۔جن سے عالم دین، احمد علی، زمان علی اور غلام علی پیدا ہوئے جبکہ خلاصۃ الانساب کے باب عباسی کے عنوان میں بہ روایت ابومنصور حسن یوں مسطور ہے کہ گوہر علی کی فاطمہ بنت حسینؓ عثمانی اموی ایک اور بیوی تھی جس کے بطن سے پانچ لڑکے محمد، احمد، علی، عمر اور زید پیدا ہوئے لیکن میری تحقیق یعنی بابا ہاشم مرحوم کی تحقیق میں احمد علی چونکہ واقعات کی رو سے بطن سارہ سے اوپر تحریر میں آچکا ہے بایں وجہ فاطمہ کے بطن سے درحقیقت چار لڑکے محمد، علی، عمر اور زید ہی ہوئے۔پس اِس رو سے محقق ہوا کہ گوہر علی کی تین بیویاں اور آٹھ لڑکے تھے ہوسکتا ہے وہ تینوں بیویاں بغداد کی ہوں یا ہرات کی یا اُن سے کوئی بغداد کی ہو اور کوئی ہرات کی ہو۔پھر چونکہ اِن تینوں میں سے ہر ایک کے

باپ کا نام عربی تھا یں وجہ روشن ہوا کہ اُن میں سے ملک ہند کی کوئی بی بی نہ تھی، لیکن میرے برادر محترم ملک محمد خواص خان نے اُن میں سے فاطمہ بنت حسین عثمانی اموی کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے کہ وہ ایک معزز خاندان کھوکھر کی مسلمان لڑکی تھی حالانکہ وہ درحقیقت عثمانیہ امویہ کنبے کی عربی لڑکی تھی۔

اِس تحریر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فاطمہ بنت حسین عثمانی اموی جس کا تعلق اُمیہ خاندان سے تھا وہ تو عربی لڑکی ہی تھی اِس کو کھوکھر لکھنے والے غلطی پر تھے۔ اِس لئے راقم الحروف اِس نکتے پر تفصیلی غور و خوض کرنے کے بعد اِس نتیجے پر پہنچا ہے کہ مریم بنت عقیل اور سارہ بنت ابراہیم دونوں عربی النسل تھیں اور حضرت عبداللہ گولڑہ کی بیویاں تھیں جن سے صرف چار لڑکے ہوئے عالم دین بغداد میں مقیم ہوا جبکہ احمد علی، زمان علی اور غلام علی ہند سابقہ کے علاقہ کوہستان نمک میں آئے اور اُن کی اولاد یہاں موجود ہے جبکہ فاطمہ بنت حسین عثمانی اموی بھی عربی النسل تھی اور اُس کی شادی دادا گولڑہ سے نہیں ہوئی بلکہ اُن کے بھائی محمد کندلان سے ہوئی جن سے پانچ لڑکے محمد، احمد، علی، عمر اور زید پیدا ہوئے۔

اِس تمام بحث و تکرار سے ہم اِس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ محمد کندلان کی زوجہ محترمہ کا نام فاطمہ بنت حسین عثمانی اموی تھا اور اُن کے پانچ بیٹے تھے۔ اِس علاقے میں اولاد صرف ایک سے جاری ہے۔

محمد کندلان نے بھی تلوکڈی کے مقام پر اپنے بڑے بھائی عبداللہ گولڑہ کے ساتھ سلطان شہاب الدین محمد غوری کی طرف سے پرتھوی راج کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور اِس کو شکست دی۔ کھوکھروں کے ساتھ بھی جہاد کیا اور اشاعت و تبلیغ دین کے لئے بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ اٹک میں ہی مقیم رہے اور آپ کے پوتے بدیع الدین موضع پدھراڑ کے جنوب مغرب میں بھیٹہوٹ کے مقام پر قیام پذیر ہوئے اُن کی اولاد وچیل، پدھراڑ، چھب، منارہ، نور پور سیٹھی، بھال، وسنال، کلر کہار (علاقہ ونہار) ادھلکہ، کوٹ سارنگ (تلہ گنگ) کنڈ نلی

، ناڑی، منگوال، موضع کنڈان، سندرال (خوشاب)، ترگ شریف (میانوالی)، منگانی شریف (جھنگ)، بولیانوال (اٹک) جنڈ، غریب وال اور ڈھوک حلیم (پنڈی گھیب) کے علاوہ جموں کشمیر سمیت ملک کے کئی چھوٹے بڑے شہروں اور قصبوں میں آباد ہیں۔ محمد المعروف کندلان نے ۶۱۶ھ بمطابق ۱۲۲۰ء میں اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون"۔

محمد لقب عالم دین کا تعارف

آپ کا نام محمد لقب عالم دین اور عرف سکن یا سکھو تھا۔ آپ کے چار بھائی احمد، علی، عمر اور زید تھے۔ پروفیسر باغ حسین کمالؒ اپنی کتاب حالِ سفر از فرش تا عرش کے صفحہ ۲۴۶ پر لکھتے ہیں کہ محمد کندلان کے ایک بیٹے کا نام محمد تھا جس کے ساتھ حضرت عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بیٹی کی شادی ہوئی (واللہ اعلم)۔

اگر ہم کتب سابقہ پر غور کریں تو تمام کتب میں محمد کندلان کے بیٹے کا نام سکن اور پوتے کا نام بدیع لکھا ہوا ملتا ہے۔ راقم نے مولوی نورالدین صاحب کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک قلمی شجرہ دیکھا جس میں محمد کندلان کے دو بیٹوں کا ذکر تھا۔ یہ شجرہ صاحبزادہ شاہ سلطان سجادہ نشین دربارِ عالیہ بابا بوندی سرکار تَلّی شریف (خوشاب) کے پاس موجود ہے۔ اِس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ محمد کندلان کے ایک سے زیادہ بیٹے تھے اور ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ آپ کے پانچ بیٹے محمد، احمد، علی، عمر اور زید تھے لیکن اولاد صرف ایک یعنی محمد لقب عالم دین عرف سکھو سے جاری ہوئی۔

بدیع الدین کا تعارف

آپ کا نام بدیع الدین عرف بھیں تھا۔ آپ محمد عالم دین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ اٹک سے پدھراڑ میں ایک پہاڑی پر آ کر آباد ہوئے جسے بھیہوٹ کہتے ہیں۔ جہاں آج بھی ایک شکستہ حویلی موجود ہے۔ آپ کی اولاد یہاں سے پدھراڑ اور دوسرے علاقوں میں منتقل ہوئی۔

رحمان علی کا تعارف

آپ کا نام رحمان علی تھا۔آپ بدیع الدین کے بڑے بیٹے تھے۔آپ کے تین بھائی ہاشم علی،احمد علی اور مظفر علی عرف مسیفر بھی تھے۔ہاشم علی کی اولاد بھکر میں۔احمد علی کی اولاد پنڈ دادن خان اور مظفر علی عرف مسیفر کی اولاد پدھراڑ ،نلی اور ناڑی میں موجود ہے۔رحمان علی کا اکلوتا بیٹا مانک علی تھا اور پوتا مہر علی عرف مہرند تھا۔

مہر علی عرف مہرند کا تعارف

مہر علی عرف مہرند مانک علی بن رحمان علی کا بیٹا تھا جو بھرتھ کے نام سے مشہور ہوا۔ مصنف کتاب معارف الاعوان کے خیال میں یہ لفظ بھَرِت یا بھَرتُھ ہے جس کے معنی ہیں بھرا ہوا ۔چونکہ یہ صوفیاء کا گھرانہ ہے اور اس میں بہت سے بزرگ ایسے گزرے ہیں جو روحانیت اور تصوف کی تعلیمات میں کمال رکھتے تھے اس لئے نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی اُن کے کمالات کے معترف نظر آتے ہیں۔اِس عرف کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مہر علی المعروف بھرتھ بھی ایک درویش صفت بزرگ تھے۔اِس بزرگ کی اولاد بھرتھال کہلاتی ہے۔اِن کے دو بیٹے خنجر علی اور صابر علی تھے۔صابر علی کی اولاد نلی ، ناڑی اور سندرال میں آباد ہے۔اُن کی اولاد میں بابا محمد عظیم المعروف بابا بوندی سرکار کا مزار نلی شریف میں مرجع خلائق ہے۔جبکہ خنجر علی کا ایک بیٹا جہان خان عرف جہانیاں اور پوتا بہادر علی عرف ڈھیر تھا۔یہ بھی صوفیانہ نام ہے۔پھر بہادر علی ڈھیر کے تین بیٹے قیصر خان،عبداللہ اور حبیب اللہ عرف بلا (بھلا) ہوئے۔عبداللہ کی اولاد موضع بھال اور نور پور جبکہ حبیب اللہ کی اولاد منارہ اور ریتی میں آباد ہے۔قیصر خان کا بیٹا غازی خان تھا۔

غازی خان کا تعارف

غازی خان قیصر خان کا بیٹا تھا جس کے تین بیٹے فیروز خان عرف پروچ، وسن خان اور ملک شہزاد خان ہوئے۔فیروز خان پدھراڑ میں ہی آباد رہا جبکہ وسن خان نے نیا گاؤں وسنال آباد

کیا اور ملک شہزاد خان نے منارہ آباد کیا اور پھر پورے علاقہ ونہار پر قابض ہوا۔فیروز خان کے چار بیٹے اللہ جوایا، قطب خان، اقبال عرف بالا المعروف کالا اور امیر عمر ہوئے۔اللہ جوایا کی اولاد میں پیر صاحب دیول شریف حضرت عبدالمجیدؒ گذرے ہیں جو اپنے وقت کے بہت بڑے ولی اللہ تھے۔قطب خان کی اولاد پدھراڑ میں آباد ہے جو مستیال، دھروال، پیروال ،ملکال، پنجوال اور گلھڑال کہلاتے ہیں۔اقبال عرف بالا کی اولاد ڈلیل کہلاتی ہے جبکہ امیر عمر کی اولاد پدھراڑ میں میرل گوت کے نام سے مشہور ہے لیکن تحصیل عیسیٰ خیل کے ایک گاؤں کنڈل کے رہنے والوں کا دعویٰ ہے کہ وہ مانک علی اور محمد کندلان کی اولاد میں سے ہیں۔کنڈل میں رہنے والے لوگ بدیع شاہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے اُن کی جائے رہائش یعنی بھیلیوٹ کی وجہ سے بھمب مشہور ہوئے۔

بھمب اعوانوں کا جد امجد امیر عمر اعوان کا تعارف

عمر اعوان کی اولاد میں سے کسی بزرگ نے دوآبہ سندھ تحصیل پپلاں کو اپنا مسکن بنایا۔ دریائے سندھ کے درمیان یہ دوآبہ بہت ذرخیز تھا۔انہوں نے بہت بڑے علاقے کو آباد کیا۔ضلع بنوں کے ریکارڈ کے مطابق عمر اعوان کی اولاد کے نام پینتیس ہزار کنال رقبہ تھا۔اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ کی اولاد بہت پھلی پھولی اور آج کل اُن کے کئی قصبے مثلاً کنڈل، دوآبہ، بھمبانوالہ اور ڈھینگا نہ وغیرہ آباد ہیں جبکہ اُن کا مرکز دوآبہ ہے۔(حافظ الکرم صفحہ ۴۴)۔عمر اعوان کی اولاد میں محمد اعظم اعوان مشہور بزرگ گزرے ہیں۔

بابا محمد اعظم اعوان کا تعارف

آپ ملک عمر اعوان کی آٹھویں پشت میں سے تھے۔ضلع بنوں کے سرکاری ریکارڈ کے مطابق آپ کا شجرہ اس طرح ہے "محمد اعظم ولد خان محمد ولد غلام محمد ولد احمد ولد شہباز ولد صدیق ولد حسن ولد عمر"۔

بابا محمد اعظم اعوان عالم شباب میں انتقال کر گئے۔ اُن کے چار بیٹے محمد عبداللہ، غلام محمد، نور محمد اور اللہ یار تھے۔ بابا محمد اعظم کی وفات کے بعد اُن کی زوجہ محترمہ تھانہ چکڑالہ کے گاؤں نواں میں اپنے میکے چلی گئی کیونکہ بابا محمد اعظم کا صرف ایک بھائی برخوردار نامی تھا جو پہلے ہی فوت ہو چکا تھا اور بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بابا محمد اعظم کی زوجہ محترمہ نے یہ ہجرت لگ بھگ ۱۸۵۰ء میں کی تھی۔ محترمہ کے والد فقیر نور حسین ایک کامل ولی اللہ تھے اور اُن کی بیعت پیر پٹھان یعنی حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ سے تھی۔ انہوں نے اپنے نواسوں کی دینی اور مذہبی تربیت کی۔ یہ مردِ فقیر کی تربیت ہی کا اثر تھا کہ وہ آپ کا یہ زمیندار گھرانہ خالص دینی اور مذہبی خاندان بن گیا اور امامت کے فرائض انجام دیتا رہا۔ فقیر نور حسین کا مزار آج بھی نواں کے قبرستان میں مرجع خلائق ہے اور ''بیری والا فقیر'' مشہور ہے۔ اُن کے مزار سے ملحق بیری کا درخت تھا۔ کوئی آدمی اُس پر نہیں چڑھ سکتا تھا کیونکہ جو بھی اِس بیری پر چڑھ کر بیر کھاتا بیمار ہو جاتا تھا۔ آج بھی آپ کے مزار پر چراغ روشن کیے جاتے ہیں۔

باباجی مولانا غلام محمدؒ کا تعارف

باباجی مولانا غلام محمدؒ بن محمد اعظم اپنے بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھے۔ آپ کو آپ کے نانا فقیر نور حسینؒ نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ سے چشتیہ سلسلے میں بیعت کروایا یاد رہے کہ اِس سے پہلے یہ خاندانِ قادری میں بیعت رکھتے تھے کیونکہ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ‌ؒ نے اُن کے جدِ اعلیٰ حضرت عون قطب شاہ کو قادری سلسلے کی تبلیغ وارشاد کے لیے ہند بھیجا تھا۔ آپؒ کی والدہ نہایت متقی اور پرہیز گار خاتون تھیں انہیں اپنے پیر ومرشد سے والہانہ عقیدت تھی۔ وہ جب بھی کھانا پکانے کے لئے آٹے کو ہاتھ لگاتیں تو ایک مٹھی بھر کر الگ رکھ دیتیں۔ اسی طرح دوسری کھانے والی چیزوں کو بھی الگ کر لیتیں اور پھر پیر پٹھان کے عرس پر یہ سب چیزیں لے کر جاتیں۔ اُس نیک سیرت خاتون نے اپنے والد کی وفات کے بعد اپنی اولاد کی تربیت نہایت سادگی اور تقویٰ سے کی۔ اُن کا وصال رات کے وقت ہوا جب وہ کمرے میں اکیلے

تھیں ۔ کمرہ روشن ہو گیا اور پڑوسی سمجھے کہ مکان کو آگ لگ گئی ہے ۔ جب دروازے پر پہنچے تو اندر سے تلاوتِ قرآن کی آواز آ رہی تھی ۔ کمرے میں داخل ہو کر دیکھا تو اُن کی زبان پر کلمہ شریف کا ورد جاری تھا اور اس طرح اُن کی روح پرواز کر گئی انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

بابا غلام محمدؒ نہایت خوش طبع اور نیک سیرت انسان تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ نواں گاؤں کے بوڑھے جوان آپ کے گرد جمع رہتے ۔ بابا جی غلام محمدؒ امام مسجد کے فرائض بھی انجام دیتے اور کلام پاک کی تعلیم بھی دیتے مگر کسی سے کچھ معاوضہ وصول نہ کرتے ۔ اُن دنوں شکر اور گھی کوٹے پر ملتے تھے ۔ وہ کوٹہ آپ کو مل گیا اس طرح اللہ تعالٰی نے دین کی خدمت کے صلے میں آپ کو فکر معاش سے غنی کر دیا تھا ۔ آپ کی شادی ننھیال میں ہوئی جس سے ایک بیٹا یار محمد ہوا ۔ آپ کا وصال نواں میں ہی ہوا ۔ اور آپ کا مزار گاؤں کے نواحی قبرستان میں آج بھی موجود ہے ۔ یہی وہ بزرگ ہیں جن کی نسل سے قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m ہوئے ۔

حضرت مولانا یار محمد صاحب قادریؒ کا تعارف

آپؒ بابا جی مولانا غلام محمدؒ کے اکلوتے بیٹے تھے ۔ آپ کی ولادت ۱۸۸۰ء کے لگ بھگ نواں نزد تھے والی میں ہوئی ۔ آپ نے دینی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی اور اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امامت کے مقدس فریضہ کو اہمیت دی ۔ ساری زندگی لوگوں کو بے لوث قرآن مجید کی تعلیم دیتے رہے ۔ نواں گاؤں کے زیادہ تر لوگوں نے قرآن پاک آپ سے ہی پڑھا ۔ آپؒ کو تلاوت قرآن پاک سے والہانہ اُنس تھا اور دن کا زیادہ حصہ تلاوت کلام پاک میں ہی گزرتا تھا ۔ ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ m سے فرمایا کہ میں بڑھاپے کے باوجود دن میں دس پارے تلاوت کر لیتا ہوں ۔ آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی ۔

آپ نے پہلے خواجہ اللہ بخش تونسویؒ سے چشتیہ سلسلے میں بیعت کی ۔ اُن کے وصال کے بعد حضرت سید سردار علی شاہ بخاری دہڑویؒ m سے بیعت اختیار کی اور فیض حاصل کیا ۔ آپؒ

کو حضرت دبڑویؒ سے اِس قدر عقیدت تھی کہ جب بھی اُن کا ذکر خیر ہوتا اپنا سر جھکا لیتے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ۔ جب آپؒ کو اپنے مرشد حضرت دبڑویؒ کے وصال کی خبر ملی تو آپ نے ایک لمبی آہ بھری اور فرمایا "اج دنیا توں چانڑ مک گیا اے"

آپؒ نے زندگی کا زیادہ حصہ نواں میں گزارا۔ ۱۹۶۸ء میں حضور قبلہ عالم منگانوی m کے ایماء پر جھنگ چلے آئے، یہاں بھی آپؒ کا زیادہ وقت عبادت اور ریاضت میں گزرتا تھا اور وصال تک اسی پر عمل رہا۔وصال سے ایک روز قبل غسل فرمایا اور اسی روز ہلکا سا بخار ہو گیا۔دوسرے روز نماز مغرب کے بعد گھر میں موجود تمام لوگوں کو بلایا اور اپنی روانگی کی خبر دی۔پھر بابا خادم حسین گجراتی کو سورۃ یٰسین پڑھنے کا حکم فرمایا اور خود بھی پڑھنے لگے بعد ازاں کلمہ طیبہ کا ذکر کرنے کے لئے فرمایا پھر اپنا منہ قبلہ رخ فرمایا اور پڑھنے لگے ۔ کلمے کا ذکر جاری تھا کہ آپ کے ہونٹ ہلنے بند ہو گئے جب ہاتھ لگایا گیا تو آپ وصال فرما چکے تھے۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ کا وصال ۷ ذیقعد ۱۳۹۲ھ بمطابق ۲ دسمبر ۱۹۷۲ء بروز پیر رات ۸ بجے ہوا۔دوسرے دن بعد از نماز ظہر آپ کو غسل دیا گیا۔آپ کا نماز جنازہ صاحبزادہ محمد امداد حسین صاحب نے پڑھایا۔آپؒ کے چار بیٹے علی گل، خواجہ حافظ گل محمدؒ، بابا فضل الٰہی، علی محمد اور ایک بیٹی تھی۔علی محمد اور بیٹی بچپن میں وصال کر گئے۔

حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری کا تعارف

ولادت سے قبل بشارت:۔

حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادریؒ کی ولادت سے قبل ہی چند بشارتوں کی وجہ سے آپؒ کے والدین اور قبیلے والوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ ہمارے گھر میں نورانی چراغ روشن ہونے والا ہے۔مصنف کتاب حافظ الکرم حضرت علامہ پیر محمد طاہر حسین قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

میں نے قبلہ عالم حضرت پیر محمد کرم حسین قادریؒ m کی زبان مبارک سے سنا کہ "نواں سے مشرق کی جانب ایک برساتی چشمہ ہے جسے کنڈھی کہتے ہیں۔اُس زمانے میں عورتیں وہاں کپڑے دھوتی تھیں۔ایک دن میری دادی اماں وہاں کپڑے دھورہی تھی کہ وہاں سے ایک مرد قلندر کا گزر ہوا جو گھوڑے پر سوار جنگل کی طرف سے آرہے تھے۔دادی صاحبہ اُن کا چہرہ دیکھ کر پہچان گئیں کہ یہ ولی اللہ ہیں اور آگے بڑھ کر اُن کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا کہ میرا صرف ایک ہی بیٹا ہے اِس کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوئی آپ دعا کریں اللہ مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرمائے۔اُس بزرگ کے ہاتھ میں بکرے کا ذبح کیا ہوا ایک سر تھا وہ دادی اماں کو دے کر فرمایا اسے پکا کر کھا لیں اللہ تعالیٰ آپ کے بطن سے ایک ولی اللہ پیدا فرمائے گا۔وہ بچپن میں سخت طبیعت کا ہوگا۔جو بھی کرتا رہے کچھ نہ کہنا۔وہ ان شاءاللہ دنیا میں روشنی کرے گا۔پھر اس بشارت کی تصدیق حضرت خواجہ عبدالرحمن تونسویؒ نے بھی کی جب وہ نواں میں تشریف لائے۔انھوں نے فرمایا کہ اس گھر سے ولایت کا نور روشن ہوگا۔

ولادت باسعادت:۔

آپؒ کی ولادت ایک اندازے کے مطابق ۱۹۱۴ء بمطابق ۱۳۳۲ھ میں نواں علاقہ چکڑالہ ضلع میانوالی میں ہوئی اور گذشتہ بشارتوں کی بناپر آپؒ کے والدین اور قبیلے والے بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھر ایک نورانی چراغ روشن فرمادیا ہے۔

ہندو سادھو کی پیشین گوئی:۔

ایک دفعہ ہندوؤں کا ایک سادھو میاں بنوں نواں گاؤں میں آیا اور مندر میں قیام کیا۔ایک دن وہ ہندوؤں کی ایک مجلس لگا کر بیٹھا تھا۔آپ کا بچپن کا زمانہ تھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔سادھو آپ کو کافی دیر دیکھتا رہا پھر بلا کر کہا میرے چیلے بن جاؤ میں تمہیں فقیر بنا دوں گا۔لیکن آپ نے اس کو دوٹوک جواب دیا کہ میں مسلمان ہوں میں ہندو سادھو سے کیسے فقیری لے سکتا ہوں اور اُس کی طرف پشت کر کے چل دیے۔سادھو نے پاس بیٹھے آدمیوں

سے کہا کہ یہ لڑکا بہت بڑا فقیر ہوگا کیونکہ اس کی پیشانی پر فقر کی لکیر ہے۔

بعد ازاں جب آپ ؒ کو وہڑ شریف سے خرقہ خلافت عطا ہوا اور آپ نواں میں واپس آئے تو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں نے بھی خوشی منائی اور اپنے مندر میں مٹھائی تقسیم کی۔ مسلمانوں نے وجہ دریافت کی تو ہندوؤں نے بتایا کہ ہمارے سادھو کی پیشن گوئی پوری ہو گئی ہے۔

تعلیم وتربیت:۔

آپ ؒ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں کی مسجد سے کیا۔آپ کے والدین آپ کو حافظ بنانا چاہتے تھے۔آپ کو میاں قمرالدین کے پاس لے گئے۔وہ اُن دنوں بہت کم لوگوں کو حفظ کرواتے تھے لیکن آپ ؒ کے والدین کا شوق دیکھ کر فرمایا کہ آپ کا لڑکا صبح سحری کے وقت اٹھ کر پڑھے تب حفظ کر سکے گا۔آپ ؒ کے والدین نے کہا آپ پڑھانے کی کوشش کریں ہم صبح اُٹھانے کی کوشش کریں گے۔آپ ؒ کا حافظہ بہت اچھا تھا۔آپ ؒ ایک مرتبہ قرآن پاک کھول کر پڑھتے پھر اپنی منزل سنا دیتے۔آپ ؒ نے صرف دس سال میں قرآن حفظ کر لیا۔حفظ کے بعد آپ ؒ کو ڈھوک غزن میں میاں احمد کے مدرسے میں داخل کرا دیا گیا۔آپ نے یہاں عربی،اردو اور فارسی کی ابتدائی کتب،کریمہ،نام حق،زلیخا پڑھی مزید صرف ونحو کی تعلیم بھی حاصل کی۔

گاؤں میں پہلا مصلیٰ سنانا:۔

حفظ کے بعد جب آپ ؒ نے گاؤں کی مسجد میں پہلا مصلیٰ سنایا تو گاؤں میں دھوم مچ گئی۔کئی نامور حفاظ بطور سامع بلائے گئے لیکن کوئی ایک غلطی بھی نہ نکال سکا۔علاقہ کے مسلمان اور ہندو سب آپ ؒ کا احترام کرتے بلکہ کئی ہندو بھی قرآن پاک سننے کی فرمائش کرتے۔شبینہ کی محفلوں میں بھی آپ ؒ کو اولیت دی جاتی جب آپ تلاوت شروع کرتے سامعین پر رقت طاری ہو جاتی۔تھے والی میں حفاظ کا سالانہ مقابلہ ملک غلام محمد صاحب کی زیر نگرانی ہوتا تھا جس میں مولانا سرسری اور مولانا گل شیر کو بلایا جاتا یہ علاقہ کے معروف خطیب تھے۔مولانا سرسری محفل میں موجود

حفاظ کو اپنے قریب بٹھاتے اور ہر ہر آیت پر اُن سے سوال کرتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مسلم شریف کی ایک حدیث پڑھی جس کے الفاظ قرآن سے ملتے جلتے تھے اور حفاظ سے پوچھا کہ یہ کس سپارے کی آیت ہے۔ کوئی بھی نہ بتا سکا۔ پھر آپؒ سے پوچھا تو آپ نے بتایا کہ یہ قرآن کی آیت نہیں ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ اب تو پھنس گئے۔ آپؒ نے آنکھ بند کر کے اپنے سینے پر تھوڑی دیر سر جھکا کر پھر اُٹھایا اور فرمایا میں نے الف لام میم سے والناس تک قرآن پاک کو دیکھا ہے یہ قرآن کی آیت نہیں ہے۔ مولانا صاحب ممبر سے نیچے اترے اور آپؒ کا ماتھا چوم لیا پھر بتایا کہ یہ مسلم شریف کی حدیث تھی۔

شادی خانہ آبادی:۔

آپ کی شادی میاں طالع وند بن میاں محمد اسحاق اعوان کی بیٹی سے ہوئی جو بہت نیک سیرت خاتون تھیں۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ اُس مائی صاحبہ کے بطن اطہر سے حضرت پیر محمد کرم حسین قادری المعروف قبلہ عالم منگانوی m جیسی نابغہ روزگار ہستی نے جنم لیا جنہوں نے اپنی ولایت کے نور سے ایک جہان کو منور کر دیا۔

فقراء کی عنایات:۔

جولائی ۱۹۴۱ء کی ایک دوپہر کونواں گاؤں کے لوگ ایک بڑے پیڑ کے نیچے آرام کر رہے تھے کہ اچانک جنوب کی طرف سے ایک ہیبت و جلال کا پیکر مجذوب فقیر نمودار ہوا اور درخت کے نیچے سر جھکا کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ اِس فقیر کا نام بابا محمد رمضانؒ تھا جو نیلی بار کے رہنے والے تھے اور حضرت سید قطب علی شاہ بخاری پیر محلویؒ کے مرید تھے۔ اُن کو مرشد کی طرف سے بتایا گیا تھا

کہ پہاڑوں میں ایک شہباز پَر نکال رہا ہے اُس کو پکڑنا ہے۔ درخت کے نیچے بیٹھے بزرگ اور بچے آپ کے گرد جمع ہو گئے اور مختلف قسم کے سوال کرنے لگے مگر فقیر صاحب خاموشی سے بیٹھے رہے اور کسی کی طرف توجہ نہ دی۔ اسی اثناء میں خواجہ حافظ صاحب کی والدہ کا وہاں سے

گذر ہوا فقیر کو دیکھا تو دل نے گواہی دی کہ ولی اللہ ہیں اور فوراً سوال کیا کہ میرا ایک بیٹا (فضل الٰہی) فرنگی فوج میں ملازم ہے اور اُس کی کوئی خبر نہیں آئی دعا فرمائیں ۔فقیر صاحب نے توجہ فرمائی اور یوں گویاں ہوئے "مائی تیرے اُس بیٹے کو تو خیر ہے جو گھر میں ہے اُس کی خیر منا" مائی صاحبہ گھر آئیں اور سارا واقعہ اپنے خاوند اور بیٹوں کو بتایا وہ فقیر صاحب کی ملاقات کے لیے چل پڑے ۔فقیر صاحب نے جونہی انہیں دیکھا تو نظریں جما لیں ۔آپ کے والد صاحب نے فقیر صاحب کو سلام کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو فقیر صاحب نے آپؒ کے والد صاحب سے فرمایا بابا کچھ آتا ہے ۔انہوں نے عرض کی جی ہاں ،تو فقیر نے فرمایا سناؤ ۔والد صاحب نے بائیسویں پارہ، رکوع نمبر ۳ کی یہ آیت پڑھی ترجمہ "اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو" فقیر صاحب نے فرمایا "تیری اولاد کو اللہ کے ذکر میں ڈال دیا ہے" پھر آپ کے بڑے بھائی بابا علی گل سے فرمایا کچھ آتا ہے انہوں نے اٹھائیسویں پارہ، رکوع نمبر ۱۴ کی یہ آیت پڑھی ترجمہ "اے ایمان والو کہیں تمہیں مال اور اولاد کی محبت، اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے" فقیر صاحب نے فرمایا "تجھے بھی اللہ کے ذکر میں ڈال دیا"

آخر میں حضرت خواجہ حافظ صاحب سے پوچھا کچھ آتا ہے آپؒ نے عرض کی میں قرآن پاک کا حافظ ہوں ۔فقیر صاحب نے فرمایا سناؤ آپؒ نے اٹھائیسویں پارہ، رکوع نمبر ۱۲ کی یہ آیت پڑھی ترجمہ "اے ایمان والو جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو" تو فقیر صاحب نے فرمایا "جاؤ تجھے ذکر بنا دیا" پھر فرمایا حافظ تیرے مقدر میں کیا ہے اور تو کہاں ہے یعنی راہِ سلوک اختیار کرو ۔

بیعت:۔

۱۹۴۲ء کے موسم گرما میں ایک غیبی اشارے کے تحت آپ حضرت سید سردار علی شاہ بخاری قادری m کی خدمت میں دبڑ شریف (نزد رینالہ خورد) پہنچے اور حضرت دبڑویؒ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی ۔پیرو مرشدؒ نے پہلی ملاقات میں ہی رنگ دیا اور بھرپور فیض

عطا کیا بعد ازاں فروری ۱۹۴۳ء میں آپؒ کی دستار بندی فرمائی اور لوگوں میں رشد وہدایت کی اجازت مرحمت ہوئی ۔آپؒ نے جولائی ۱۹۴۳ء میں اپنے مرشد کے حکم پر جھنگ ہجرت فرمائی اور اپنی بقیہ زندگی دین محمدی کی نشر واشاعت اور لوگوں میں رشد وہدایت کی ذمہ داری نہایت احسن طریقے سے نبھائی ۔

وصال:۔

یکم پوہ بروز جمعرات ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۵۴ء صبح تین بجے آسمان ولایت کا یہ روشن ستارہ اس جہان فانی سے غروب ہوا (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔پھر چار دن کے بعد ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۵۴ء بروز اتوار بوقت عصر آپؒ کی تدفین ہوئی ۔

یہی وہ مردِ کامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قبلہ عالم حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین قادری m جیسا عارف باللہ اور یگانۂ روزگار فرزند ارجمند عطا فرمایا جنہوں نے اپنے اسلاف کا نام روشن کیا اور ہزارہا لوگ اُن کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے ۔آج منگانی شریف کی خانقاہ ملک بھر میں ایک روحانی ،علمی ،ادبی ،تبلیغی اور اصلاحی آستانہ ہونے کی وجہ سے مرجع خلائق ہے ۔

احوال و مقامات

قطب الارشاد، فرد الافراد، صاحب المقامات الجلیه، مظهر1` الکمالات اطیبه، سیّدی و سندی، مرآة جمال الحقیقة المحمدیّه ﷺ مشکوة مصباح الاحدیّه، النور الازهر والسرّ الاقدس الاطهر، صاحب المجد والمفاخر،

کامل الباطن والظاهر، فانی فاللّٰه، باقی باللّٰه، آیت من آیات اللّٰه

حضرت خواجه پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m

دکتر محمد حسین تسبیحی رها ☆

نسب نامهٔ شریف:

پیشوای اولیاء حضرت خواجه پیر محمد کرم حسین حنفی القادری بسیار مشهور است، او به ''قبلهٔ عالم منگانوی'' شهرت دارد زیرا که بنیان گزار و مؤسس خانقاه منگانی شریف در شهرستان جهنگ در اُستان پنجاب پاکستان است، او فرزند

☆ دائرة المعارف بزرگ اسلامی، طهران (ایران)

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری می باشد

ترتیب نسب نامۂ شریف ایشان اینگونہ است:

حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی قادری فرزند حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری فرزند خواجہ یار محمد فرزند مولانا غلام محمد فرزند محمد اعظم فرزند خان محمد فرزند غلام محمد فرزند احمد فرزند شہباز فرزند محمد صدّیق فرزند حسن فرزند عمر فرزند فیروز فرزند غازی فرزند برخوردار فرزند قیصر خان فرزند بہادر علی معروف بہ بہادر ڈھیر فرزند جہان خان معروف بہ جہانیاں فرزند خنجر علی فرزند مہر علی فرزند مانک علی معروف بہ مالک فرزند رحمان علی فرزند بدیع الدّین فرزند محمد عالم الدّین معروف بہ سکن شاہ فرزند محمد شاہ کنڈان فرزند قطب الهند نائب خلیفۂ غوث اعظم h حضرت عون یعلی مشهور بہ قطب شاہ فرزند ابو یعلی قاسم فرزند حمزۂ ثانی فرزند طیّار فرزند قاسم فرزند علی فرزند جعفر فرزند ابو جعفر محمد فرزند ابو محمد القاسم فرزند حمزۃ الاکبر فرزند حسن فرزند عبید اللّٰہ مدنی فرزند ابوالفضل حضرت غازی عبّاس علمدار کربلا فرزند اسداللّٰہ الغالب امیر المؤمنین حضرت سیّدنا و امامنا علی علیہ السّلام و کرّم اللّٰہ وجهہ الکریم

منظومۂ نسب نامۂ شریف (فارسی ترجمۂ اُردو):

ترا فضل خدا باشد ترا خیر الوریٰ گویند
تو یی دریای بخشش ها، ترا اصلِ علا گویند

عیان است راز بر مردم، تو هستی نور یکتایی
که تقلید محمد ﷺ را، علی شیر خدا گویند

به دشت کربلا عباسؓ علمدارِ شجاعت ها
نباشد هم چنان غازی مَــو حُسن وفا گویند

عبید اللّٰهؒ و آن زیبا حسنؓ آمد در این دنیا
بحمد اللّٰه مثال حمزہؓ پور مرتضیٰؓ گویند

سلام بر حضرت مدگانوی و جدّ او اقدس
بود او بر محمدؒ صاحب فقر و فنا گویند

پیامبر ﷺ بر ابو جعفرؒ محمد کرد عنایت ها
تو یی مانند آن جعفرؒ ترا حق آشنا گویند

کرم بود از علیؓ و آل علیؓ، باز هم علیؓ آمد
در آغوش علیؓ، باز قاسمؒ صدق و صفا گویند

سپس آں حضرت طیارؒ کہ باشد ثانی حمزہؒ
در ایں دنیا ابو یعلیؒ ہم او را مقتدا گویند

سپاس ذات اللہ، قطب ہند، آں حضرت عونؒ است
ہم او را فخر و ناز مرتضیٰؒ غوث الوریٰؒ گویند

محمد شاہ صدیقیؒ و ہم او صدیقی دیں عالم
بدیع الدینؒ غلام تاجدار مَن اَتیٰ گویند

طفیل شاہ رحمانؒ و تصدق مالکؒ نیکو
کہ آں سان مہر علیؒ مانند یک مرد خدا گویند

چناں در پاکی او باشد، چناں خانؒ پور خنجرؒ نیز
بہادر ڈھیرؒ عکس مرتضیٰؒ مُشکل کُشا گویند

بہ لطف و مہر برخوردارؒ جناب حضرت قیصرؒ
ہماں غازیؒ بہ پوشیدن ہماں قطبی قبا گویند

سلام بر حضرت فیروزؒ کہ باشد پدرش عمرؒ
کہ اولاد تو نیز مثل حسنؒ یک پارسا گویند

خوشا صدیقؒ و آن شہبازؒ کہ از مہر جناب احمدؒ
غلام خواجۂ بطحا ﷺ حبیب دوسرا گویند

گہی خان محمدؒ ہم گہی اعظمؒ بُوَد مانند
چنان کہ باز ہم آن یک غلام مصطفیٰ ﷺ گوید

سراپا زہد و تقویٰ نام ہمان یار محمد شد
حدیث "فَقرُ فَخری" گشتہ او با مدعا گویند

ہمان دم لازم آمد روشنی اصل تصوف شد
کہ حافظ گل محمد قادریؒ چون پیشوا گویند

بہ ہر جا مصطفیٰ ﷺ و مرتضیٰؓ فیاض می باشند
گلستانِ ولایت را یقیناً ماہ لقاء گویند

نگہدارِ کرم، عکس کرم، دست کرم باشد
جناب پیر کرم حسینؒ، چو فخر اولیاء گویند

بُوَد "طاہرؔ" در این اشعار کریم و کرامات چو
جہان مظہر و اختر چو طاہرِ باصفا گویند

نوید کرم:

در هزار ونه صد و سی و نه وچهل (۴۰-۱۹۳۹ م) جنگ بزرگ جهانی برقرار بود. شبه قارّه تحت حکومت انگلیس بود. کشور در گرسنگی و بیچارگی و بدبختی روزگار می گذرایند. در سرتاسر کشور ترس و پریشانی و اندوه و غم پراکنده بود. همهٔ و سایل زندگی و کار و کوشش در دست انگلیس بود، در همان حال تقسیم هند نیز زیر نظر آنها بود. ناامیدی و درد مندی و بیچارگی و غم و غصه بر همهٔ مسایل اضافه شده بود. شهرستان میانوالی در شبه قارّهٔ هندیک شهرستان عقب افتاده و پس مانده به نظر می آمد. در این شهرستان، عقب مانده ترین و پسمانده ترین دهکده به نام "نوان" بود، ثروتمندان هندو بیشتر در این ناحیه بودند تا آنجایی که تجارت و ثروت را در اختیار خود در آورده بودند. پیشه و کار مسلمانان از گذشته تا حال کشا و رزی و برزگری بود ولیکن زمین های آنها در پیش هندوان رهن بود. مسلمان کاشتکار و کشاورز در تمام سال زحمت می کشید و چیزی که به دست آورد، طریقی به وجود می آورند که همهٔ دست آورده ها را از مسلمانان می گرفتند در حالی که فرزندان آنها نگاه می کردند. آموزش و تعلیم و تربیت مسلمانان نیز بسیار نا درست و ناروا بود. در آن ناحیه، فقط چند تن از مسلمانان با سواد و درس خوانده بودند، این هم اندکی فقط خواندن و نوشتن می دانستند تا فرسنگ های دور و نزدیک، نه هیچ گونه مدرسه و نه

هیچ دبستان یاد بهرستانی قابل ذکر وجودنداشت فقط در چند خانه، قرآن کریم را قرائت می کردند و برای ثواب می خواند به در دهکدۀ نوان، امام جماعت مسجد نیز قرآن کریم را ازروی آن می خواند. حکومت و تسلّط انگلیس، برتری و چیرگی هندوان، سرنوشت و مقدّر بیچارگی کامل مسلمانان بود. امّا خدای بزرگ و برتر را این نیجه است کرد: ''فَاِنَّ مَعَ الْعُسرِ یُسراً × اِنَّ معَ الْعُسرِ یُسراً × (البتّه در کنار هر دشواری آسانی است. بی تردید، برای هر دشواری آسانی است). در این تاریکی های بسیار درد ناک و اندوهناک، و ناامیدی ها و بدبختی ها و در این ابر های تیر و تار، خدای بزرگ یک خورشید رخشان را و یک آفتاب تابان را طلوع کرد، به طوری که نه فقط در خانه خوشی و خوشحالی آورد، بلکه سر تا سر دنیا را و شبه قارّه هند و پاکستان را به نور روی خود منوّر گردانید.

خزان گر بر دل آید در سرانجامش بهار آمد
بهارستان گل آید، خرامان شادوار آید

زا دروز خوشبختی و نام گرامی:

خدای بزرگ وتوانا وبرتر و دانا، از بندگان عزیز و آفریدگان خود، کار راهبری وراهنمایی نشان می دهد. همۀ خوشبختی ها و خوشحالی ها را در شبانه روز به نام او برقرار می دارد. مادر گرامی آن ذات بزرگوار سه روز از ماه رمضان مانده بود. روشنی با مداد عیدفطر درخشیدن گرفت. از طرف دیگر آواز اذان صبحگاهی بلند شد و از

این طرف ذات بزرگوار و گرامی، به دنیای ما، باسعادت و خوشبختی گام نهاد.

مرد حق، عبد خدا و مصطفٰی ﷺ آمد یقین
انقلابِ فیض بخش و راهنمای علم و دین
کشت ویران جهان را ز ادروزش سبز کرد
رحمت و ابر کرم بارید، بر مهر زمین

بنا بر این تاریخ ولادت و زاد روز آن بزرگوار دوم نوامبر ۱۹۴۰ م در روز شنبه برابر یکم شوّال المکرّم سال ۱۳۵۹ (ھ ق) در هنگام اذان صبحگاهی بود. زاد روز فرزندان در روز عید برای مسلمانان بسیار خوشبختی و خوشحالی به وجود می آورد.

مردم برای تبریک گفتن پیش پدر بزرگوار و مادر گرامی شان می آمدند. در خانه شادمانی و شادابی آغاز گردید برای خویش و قوم عزیزان دو عید بود. چون که کسی نمی دانست که این فرزند فقط خوشبختی های دو عید نیاورده است بلکه در دامن یی برکت او هزاران شادمانی و خرسندی و شادابی و مهربانی همراه آورده است.

در چمن گل ها شگفتند و تعجّب نیست در آن این گلی را شگفته شد امّا بیابان را گلستان کرده است. در نام گزاری مبارک او در آغاز "کرم الٰهی" نامیده شد، امّا چند سال بعد، سیّد سردار علی شاه بخاری m پیر و مرشد بزرگ آن نام را ترمیم گردانید به نام "کرم حسین" تجویز فرموده.

باران رحمت های الٰهی در خانه:

در هنگام زاد روز حضرت سرور ارجمند گرامی پیر طریقت ساهی و نامی با اطمینان و آسایش فراوان، زندگی خوش و خرم و رفاه و آسایش آغاز گردید روزی حلال و شادمانی های حقیقی سر نوشت این خاندان شد در این وقت لباس و شکر بر اساس کوټه می رسید. پدر بزرگ ارجمند او در این روزگار کوټه به دست آورد. کار و کوشش و مخارج زندگی درخشان گردید و خوشبختی به خانه شان وارد شده در این حال عمر شریف او به یک سال هم رسیده بود که باران رحمت حق، بزرگترین سعادت و خوشبختی و شادمانی را به این خانه ارزانی داشت. بدین معنی که در ماه ژوئیه ۱۹۴۱ م روزی ناگهان درسر زمین نوان روشنی آمد، و یک پیر بزرگ از ابدال زمانه، سفیر قطبیه حضرت فقیر محمد رمضان m وارد گردید و بر سر ارجمند پدر بزرگوار او تاج ولایت نهاد سپس چند مدت بعد، در ماه دسامبر ۱۹۴۲ م، سردار اصفیاء و بزرگ اولیاء حضرت سردار علی شاه m، بر تن و جان او، با خرقهٔ خلافت سرفراز فرمود.

کودکی و آثار پدر و مادر او:

آنگاه که سرور ارجمند بزرگوارؒ، سخن گفتن و حرف زدن را آغاز کرد، پرتو های درخشان خورشید نورانی او، این خانهٔ مقدّس را روشنی و درخشندگی بخشید، بدین جهت بر زبان مبارک ایشان الفاظ و سخنان نیکو جاری گردید و آن "لا آله آلا

الـلّٰـه" گفتن بود. مادر گرامی و ارجمند او می گفت: در فرزند من نـام خـدای بـزرگ را و کـلمهٔ طیّبه را با وِرد گفتن، زبان کشود و گـفـت و گـو آغـاز کرد به طوری که پدر بزرگوارش آن را شنید و آن قـدر شـادمان گردید که اینگونه فرمود " در خانهٔ ما، اللّٰه اللّٰه گفتن ها، همانند یک روح آمده و نزول یک روح می باشد".

نیـو شیـد او لبـاس گـفـت و گو، کـامل کلام او
ولیـکـن قـل هـو الـلّٰـه از خـدا گـفـتـن بـه نـام او

حضرت خواجه حافظ گل محمد قادری m پدر گرامی سـرور ارجـمـنـد و بزرگوار او، بیشتر اوقات می فرمود "این پسر من، مادری ولی اللّٰه است" من از مادر گرامی او شنیدم که: "او مادری ولی اللّٰه بوده است". در کودکی آن چه او از بیان و کلام و دهـان او شـنیـده مـی شـد هـمین بود: "اللّٰه اللّٰه". بدین جهت ایشـان، او را بسیـار گـرامـی و ارجـمـنـد می داشت. عمّهٔ عزیز و گـرامـی مـن مـی گفت: مادر گرامی ما از کودکی، هیچ وقت نام گـرامـی سـرور ارجمند ما را بر زمان نمی آورد، بلکه می گفت: "آقا جان، آقا جان".

آموزش و پرورش:

سـرور ارجـمـنـد و گرامی، صرف و نحو زبان عربی را در آغاز و قرأت قرآن کریم از پدر ارجمند خود فرا گرفت. کلاس اوّل تـا چهـارم در روستـای بـلـو آنـه شریف درد بستان به پایان آورد. سپـس کـلاس هـای پـنـجم تا هشتم را در دبیرستان روستای ۱۲۵

کامل گردانید. در این زمان در گذشت ناگهانی پدر بزرگوارش، آموزش و پرورش او تا یک مدتی به تعویق افتاد تا وقتی که بعض مسائل در خانه با فراغت و درستی روی آورد آن بزرگوار از شهر لاهور، یک دانشمند اندیشمند دین و ایمان حضرت مولانا حافظ محمد ریاض را به روستای شریف بلوآنه دعوت کردند، و از او درجۂ مولوی فاضل، کارشناسی را به تکمیل رسانید، این استاد محترم و دانشمند، دانش های واجب و لازم را، از جمله عربی، فارسی، فقه اسلامی، از روی کتاب های معروف و مشهور تدریس کرد. امّا برای آموزش بیشتر او خود فرمود که فی الحال دیگر تدریس و تعلیم احتیاج ندارد، تا همین جا کافی و وافی است.

بیعت و جانشینی:

سرور ارجمند گرامی، برای بیعت خود، بر اساس اشاره پدر بزرگوارش جامۂ عمل پوشانید، و با حضرت سیّد سردار علی شاه، سردار الاصفیاء m بیعت کرد وی تصوّف و سلوک و آموزش و پرورش او را بر عهده گرفت و هر کدام از این دانش ها را یکی بعد از دیگری در یافت کرد سپس پدر بزرگوارش، از پیر و مرشد خود راهنمای حاصل کرد. نخست علم سلوک را پدر بزرگوار در نزد پیر و مرشد به تکمیل رسانید. سپس نه فقط اجازت و خلافت به او عطا فرمود بلکه همۂ اهل خاندان در وجود داشتن آنان، او را جانشین مقرّر گردانید بعد از آن، پدر بزرگوار

او هیچ کس را مرید نفرمود در حالی که برای بیعت و همراهی حاضر می شدند. اگر کسی در هنگام حاضر بودن او برای بیعت می آمد، به فرزند بزرگ تر و جانشین صادق خود، حضرت سرور ارجمند گرامی، او را وادار می کرد که بیعت کند. بعد چهلمین ختم در گذشت (وصال) حضرت خواجه حافظ گل محمد قادری m پیر و مرشد او حضرت سید سردار علی شاه m تشریف آوردند و نه فقط خرقهٔ جانشینی به او عطا کردند، بلکه همهٔ جانشینان و یاران و متوسلان دربار و خانقاه بلوآنهٔ شریف را نیز در خدمت، به حضرت سرور ارجمند گرامی وادار به تجدید بیعت کردند.

در راه وفا همراه آن جذبهٔ کامل شد
که گاه در این منزل خود تیره شود راهش

توجهات پیر و مرشد:

پیر و مرشد او بر این مرید صادق و حقیقی خود افتخار می کرد. اینک به طور مشتی از خروار و برای نمونه، چند واقعه را بیان می کنیم که از آنها پیر و مرشد به طور والهانه و عاشقانه به آن وابستگی پیدا می کند.

" حضرت سرور ارجمند گرامی البتّه کودک بودند که حضرت سید سردار علی شاه m بر چهره و پیشانی مبارک وسعادتمند ایشان، آثار ولایت و عرفان و معرفت را مشاهده کردند. این مطلب را حضرت خواجه گل محمد قادری m

قبول فرمود و اینگونه بیان کرد که: ''آقای حافظ! این فرزند دلبند من است''.

حضرت سرور ارجمند گرامی می فرمود: ''راهبر و راهنمای من حضرت سیّد سردار علی شاه m، به من بسیار مهربانی و محبّت و یاری می فرمودند، آنگاه که حاضر می شدند، مرا بر می داشت، و در آغوش خود می نشانید و ناز و نوازش می فرمود. من در کودکی یک بار عرض کردم. ''ای سرور من، در تصوّر من شیخ نمی آید'' او فرمود: '' آیا وضو گرفته ای؟'' در این وقت من وضو داشتم. ولیکن در فراموشکاری من از دهانم بر آمد که البتّه وضو هست. او فرمود: ''به جانب من نگاه کن'' وقتی به جانب او نگاه کردم، بنا بر آن چنان در من نگریست که من بی هوش شدم. اندکی بعد که من به هوش آمدم، دیدم که در آغوش آن سرور ارجمند می باشم. ایشان به طور مکرّر، مرا ناز و نوازش می فرمودند و گفتند: ''تو که وضو نداشتی!'' من عرض کردم که: '' آقای من به یا دم نمانده بود''. حضرت سرور ارجمند گرامی می فرمودند که: بعد از آن، تصوّر شیخ داشتن در وجود من نمانده بود. زیرا در اینجا دیدگان می بستم و در آنجا جمال یار در مقابلم نمودار می گردید:

خرد را جز خبر چیزی نباشد

علاج را جز نظر چیزی نباشد

آقای میان نور محمد ڈھوٹ، جانشین حضرت اقدس

دهڑوی بیان می کنند: "یک بار حضرت سیّد سردار علی شاه m بر جایگاه نشسته بودند دُرویش های بسیار در خدمت او حاضر بودند تحستین بار بلند گو در روستای دهڑ شریف آماده کرده بودند. شب اوّل بود که حضرت سرور ارجمند گرامی با صوت نیکو و آواز بر سوز پشت بلند گو قرار گرفت و یک دو بیتی خواند که تحستین بیت این است:

جان جانان یار من دلدار من اندر کجایی
گل به گلزار آمدی تو از دیار آشنایی
جلوهٔ روی تو در اینما درخشان آمده
بلبل باغ وفایی ، هر کجایی ، ناز مایی

وقتی که این آواز مبارک به سمع حضرت اقدس دهڑوی m رسید و شنوندگان هم شنیدند ، بنا بر آن فریاد " واه واه کردن و شادباش گفتن برخاست و به درویشان حاضر به خدمت فرمود که : " شنوید ، این کودک که این نظم را خواند ، روزی خواهد رسید که او پیر و مرشد جهان گردد".

حضرت اقدس دهڑوی m یک بار به روستای بلوآنه شریف آمده بودند که گفته شد پیش حضرت سیّد جیون سلطان سجّاده نشین میرک شریف می آیند. ایشان با حضرت سرور ارجمند گرامی m به همراه درویشان دیگر برای ملاقات و دیدار حاضر شدند. وقتی که بر می گشتند ، گفتند حضرت سرور ارجمند گرامی m را به خدمت آوردم ، بدین معنی که این فرزند

من است. من و پدر او، از جانب خود، به او اجازت و جانشینی داده ایم زیرا که در این وقت، در طریقت خاندان ما۔ سجّاده نشین خانقاه مرکزی می باشد۔ شما هم او را ناز و نوازش کنید ایشان کلاه خودش را برداشته و بر سر انور حضرت سرور ارجمند m نهاد و از جانب خود نیز او را اجازت فرمود۔

حضرت اقدس دهڑوی m فرمودند: ''پیر کرم حسین! پدر تو و من، امید و آرزو های بسیار بر تو داریم'' به چند تن از درویشان فرمودند اگر به من نگاه می کنید و به من توجّه دارید، به پیر کرم حسین نگاه کنید و توجّه فرمایید۔ این سخن را هم شنیده ایم که: ''پیر کرم حسین من در تو جهان را می نگرم۔''

یک مرتبه حضرت خضر d تشریف آورده بودند، حضرت اقدس دهڑوی m، او را به جانب حضرت سرور ارجمند گرامی m متوجه کردند و فرمودند: ''ای ابوالعبّاس! اندکی به جانب این جوانِ محمدی نگاه کنید''۔ او به خدمت ایشان با عنایت و محبت بسیار جلو آمدند و به حضرت اقدس دهڑوی m، برای تکمیل طریقت و سلوک ایشان بسیار مبارک باد گفتند۔

جنگل باشی یا جنگل نشینی:

حضرت سرور ارجمند گرامی m، بعد از در گذشت پدر بزرگوار خود، برای یک گوشۂ خلوت به جنگل روی آورد۔ برای خانواده خود اینگونه بیان فرمود که برای سفر و گردش تبلیغانی

طـریـقـت عـرفانی و اسلامی می روم و در نواحی بخش کمالیه به یک جـنـگل وارد گردید. گفته می شود که فصل زمستان و سرما بود. ایشان فرمودند: من در شب آتش کردم و به کار خود مشغول شـدم. نـخستیـن بـار بـود کـه صـدای تـرسنا ک جانوران درندۀ جـنـگلی مرا می ترسانیدند و لیکن سر انجام این شد که درندگان جنگلی در شب ، پیش من می آمدند و با من همراه و هم نشین می شـدنـد، و مـن از آنهـا تـرسی نداشتم. هر روز یک زن پیر در آنجا حـاضـر مـی شد و به من یک نان با اندکی شوربا و آبگوشت می داد، زیـرا کـه این چیز بنا بر این احتیاج گرستگی به من می رسید ، من مـی خـوردم . یک شـب بـا چشـمان خود مشاهده کردم که : راهبـر و راهـنمای من حضرت سیّد سردار علی شاه و پدر بزرگوار مـن آمـدنـد و بـه من فرمودند : " آیا ما برای آموزش و پرورش و تـعلیم و تربیت تو ، کوتاهی کرده ایم و کم خدمت نموده ایم که تو بـه جنگل آمده ای؟ ما به تو را بر مسند ارشاد و راهنمایی مردمان دُرویشـان نشـانـده ایـم " . بـرو بـه مـردمان و درویشان آموزش و پـرورش بـده و روز دیـگـر بـا مـداد ان از آن جنگل روانه شدم و باز گشتـم . متـوجـه شـدم کـه آن زن پیـر مـطابق عادت هر روز غذا آورده اسـت. مـن از او سپـاسـگزاری کردم و گفتم که : "از فردا در ایـنـجـا تشـریف نیـا وریـد ، زیـرا که به من دستور داده شده که بر گـردم " زن پیر لبخند زده و گفت : "پسر جان ، به من گفته بودند کـه مـی آیـنـد . انجام وظیفۀ من نیز برای خدمت به شما به پایان

رسیده است"۔ من فهمیدم و پرسیدم: مادر گرامی پیر من! راست بگو تو چه کسی هستی؟ او گفت: "رابعهٔ بصری می باشم، و غذا برای تو آوردن مأمور شده بودم"۔ سبحان اللّٰه واللّٰه اکبر! برای حضرت سرور ارجمند گرامی، غذا آوردن، خدای کریم و رحیم یک خاتون ولی اللّٰه را برگزیده نکرده بود، بلکه بزرگ و بیشتر و خواتین اولیاء اللّٰه را انتخاب فرموده بود که تا وقتی که در مجلس وعظ و خطابه نروند، تا آن وقت سلطان سلاسل اولیاء نایب و خلیفهٔ علی المرتضٰی d حضرت خواجه حسن بصری سخن رانی نخواهند فرمود.

خدمت و اطاعت پیر و مرشد
(فرمان برداری راهنما و راهبر)

حضرت سرور ارجمند گرامی m با رنج و زحمت و کوشش بسیار، یک کتاب تحت عنوان "علم تصوّف" تألیف فرمود. پیر و مرشد او، آن را ملاحظه و مطالعه کردند، امّا او از چاپ و نشر و توزیع آن جلوگیری نمودند حضرت سرور ارجمند گرامی m فوراً آن کتاب را در چاه های بلو آنه شریف انداختند و آن را تباه کردند.

یار من خوش آیدش از حال و از آثار من
دین و دنیا می نخواهم او بود دلدار من

حضرت سرور ارجمند گرامی m با پیر و مرشد راهنما و راهبری خود همواره مانند "یک جان و دو قالب" وابستگی

داشتند آن سرور گرامی m در خدمت پیر و مرشد خود. با وجود ده سال بر مسند ارشاد و راهنمایی نشسته بودند و لیکن در این مدّت طولانی ، بسیار اندک مردمان را اجازه بیعت دادند، بلکه عزیزان و نزدیکان و دوستان و خویشان را با اصرار تمام ، به روستای دهڑ شریف می بردند و با پیر و مرشد خود(راهنما و راهبر خود) بیعت می کردند. تا آنجا که دوستان نزدیک او هم اصرار داشتند که مزید او گردند به طوری که او نا راحت شد و اینگونه فرمایش کرد که : " با مرید بر من بشوید با وابستگی با من را رها کنید!" .ظاهراً مرکز تبلیغ او و محور ارشاد او ، ذات اقدس مرشد کریم او بود. چند نفر شخصاً به من گفتند که ما برای بیعت حاضر شده بودیم ، ولیکن حضرت سرور ارجمند گرامی m به همراه مرشد کامل خود ، آن ودر دوستانه و عاشقانه مهربانی فرمودند که ما خود مرید نشدیم ، بلکه با ایشان به روستای دهڑ شریف رفتیم و با حضرت اقدس دهڑوی بیعت نمودیم. تا آن زمان که مرشد کریم او در قید حیات بود، حضرت سرور ارجمند گرامی m ، هیچ کس را اجازت و خلافت عطا نفرمودند، بنا بر این وابستگی پیر و مرشد اینگونه باید باشد : همیشه شیخ کامل را محور و مرکز ظاهری و باطنی خود باید قرار داد و به همگان اینگونه تعلیم باید داد فقط شیخ کامل من، آقای ولی نعمت من آن ذات شریف و بابرکات است.حضرت اقدس دهڑوی در سال ۱۹۲۸ م از دنیای فانی رخت سفر به دنیای باقر ستند. بعد ازان ،

سه سال به طول انجامید تا حضرت سرور ارجمند گرامی m بعضی یاران و مصاحبان خود را اجازت و خلافت دادن آغاز فرمودند.

مارا خواهش نمی باشد که دوستی را بنا سازیم
محبت را نگهبانیم گهی با تو ، گهی با خود

چگونگی استغراق:

تفکّر ساعۃٍ خَیرٌ من عبادۃ سَنَۃٍ:یک ساعت اندیشدن بهتر از عبادت یک ساله است. ولی وعارف درگاه حضرت ذات باری تعالٰی در حالت بیداری می باشد ، مشاهدات اسرار آمیز می کند ،تا آنجامی که بر زبان و بیان او خاموشی و سکوت می باشد. و دیدگان او هواره در حالت حیرانی و گم گشتگی به نظر می آید ،حضرت سرور ارجمند گرامی m هم تا یک مدّتی دریک حالت خاموشی شگفت آور ویک سرگردانی حیرت انگیز قرار گرفته بود. در چو بارۂ بلوآنه شریف سکونت اختیار کرده بود و با هیچ کس گفت و گونمی کرد و حتّی با خانوادۂ خود نیز هیچ گونه گفت و شنید نداشت و سخن نمی گفت.

مرحوم ملک عبدالرّحمٰن ثانی بر ای من اینگونه بیان فرمود که : من از شهر میانوالی به روستای بلوآنه شریف آمدم و در آنجا حاضر شدم و متوجّه شدم که :یک استغراق شگفت آور ویک کیفیّت سکوت او را فرا گرفته است. گاهی با خود گفت و گو می کرد. گاهی می نشست و درحال نشستن ،خویشتن خود

را سرزنش می نمود و در حقیقت خود شکنی می فرمود.

با خاندانش غذا خوردن را فراموش کرده بود. گاهی گاهی یک دو لقمه تناول می فرمود و گاهی کاملاً خورد و خوراک را رها کرده بود. آقای میان حقّ نواز از مردم روستای حویلی لال بود. از این حالات سرور ارجمند گرامی m اینگونه بیان می داشت که: من از زبان بعضی برادران بزرگ تر خود می شنیدم که: حضرت سرور ارجمند گرامی m را در این روز ها، نوعی کیفیّت مخصوص بر او وارد شده است. گفت و گوی روز مرّه نمی کند و بیشتر وقت در چوباره می باشد. من به سوی بلوآنه شریف روانه شدم. وقت زمستان بود. با مدادان ساعت هشت به بارگاه و دربار شریف رسیدم، دیدم که حضرت سرور ارجمند گرامی m، خاموش و آرام روی صندلی نشسته و یک روپوش ساده پوشیده بودند، چهرهٔ نورانی او به طرف جنوب متوجه می باشد چشمها بسته است و در دست او یک تسبیح است و لیکن تسبیح فقط در دست او می باشد چیزی نمی خواند. هشت تاده نفر درویش پایین صف بسته نشسته بودند، و کاملا در خاموشی و سکوت به سر می بردند. اگر یکی می خواست با دیگری گفت و گو کنند، فقط با اشاره مقصود را می گفتند و بازبان جزی نمی گفتند. از هر طرف او آگاه بود. وقتی که من برای دست بیعت جلو رفتم، درویشان حاضر به خدمت با اشاره، مرا مانع شدند و من در کنار آنها و در صف آنها روی

زمین نشستم، و تقریباً سه ساعت به طول انجامید، ولیکن بر ایشان همان کیفیّت و حالت بر قرار بود، نه دیدگان را بازی کرد، و نه به کسی پاسخ سلامی و دعا می داد، حتّی درویشان نیز که در خدمت حاضر بودند، هیچ کس با یکدیگر گفت و گوو هم سخن نمی شدند، فقط با اشاره باهم حرف می زدند و مطلب را می فهما نیدند نا گاه بر زبان مبارک حضرت سرور ارجمند گرامی m "الّا اللّٰه" جاری گردید و آواز درد و سوز و گداز از بیان او شنیدم تا آنجایی که دل ما بدون آب، همانند ماهی شروع به طپیدن کرد. حضرت سرور ارجمند گرامی m از روی صندلی بر خاستندو به چو بارۂ خود تشریف بردند. روز دیگر وقتی من می خواستم به خانه بر گردم، در این روز هم، آن بزرگوار پایین می آمدند، هر درویش بنا بر میل و رضایت خود در خدمت عالیه حاضر می شد، ولیکن از دور احتیاج خود را بر می آورد و بر می گشت و به خانۂ خود می رفت در این روز گار، جسم و حالت شریف حضرت سرور ارجمند گرامی m بسیار ضعیف و لاغر شده بود و همواره باز هم بیماری های گونا گون او را آزار می داد و به دنبال یکدیگر بیماری گشتند. دارو و درمان هم برقرار بود، ولیکن سخن در اینجا بود که حضرت سرور ارجمند گرامی m بیشتر همیشه به امور باطنی توجّه داشتند و به ظواهر عمر خود کم و بیش نمی پرداختند، مجاهده کن و ریاضت کش روز گار بود و در تمام مراحل مسند نشینی و سجّاده

نشیـنی این مجاهدات و ریاضات برقرار بود حتّی تا هنگای که عُمر او به پایان رسید نیز ادامه داشت

نـه بـا کس کار دارم نه وابسته ، منم در کار خود آزاد
بـه یـاد تـو ، بـه فـکـر تـو ، به مهر و عشق تو دل شاد

ملاقات و دیدار با حضرت عزرائیل d:

در قـرآن کـریـم از حضرت باری تعالیٰ این آیه نازل شده اسـت کـه: " آلا انّ اولیاء اللّٰه لا خوف علیهم و لا هم یحزنون "۔ آگـاه بـاشـیـد ، بدون تردید ، خدای بزرگ و توانا اولیاء اللّٰه را ، نه اینـکـه تـرس شـامـل حـال آنها کرده و نه آنان را غمگین نموده اسـت "۔ خـدای بزرگ و توانا ، بندگان خود از ترس و غم و غصّه دور نگـه داشته است. گاهی گاهی اگر بر دل و جان آنان ترس و بیـم و هراس شامل گردد ، فوراً خدای بزرگ و توانا برای همیشه آن ترس و بیم و هراس را از جسم و حال و دل آنان دور کرده است

حـضـرت سرور ارجمند گرامی m مـی فرمانید: " یک روز در بـلـو آنـه شـریـف ، من یک کتاب به نام " موت کا منظر (رؤیـت مـرگ) " مـی خـوانـدم ۔ درایـن کتاب دربارۀ آثار و رؤیت هـای مـوت ، احـادیـث و واقـعـات بسیـار آمـده است. بسیار هـراسـنـاک شـدم ۔ در دل و جـان خود یک نوع ترس و هراس به وجـود آمـده بـود از دهان من بی اختیار این جمله بیرون آمد که : خـدا مـی دانـد کـه فـرشـتـۀ مـرگ ، بر سر ما چه می آورد و با ما چگونه رفتار می کند؟ شبانگاه رسید. من تنها در کنار مسجد در

حجرۂ خود تنها نشسته بودم و کاملاً بیدار بودم. ناگهان در حجره باز شد، در حالی که من از داخل آن را قفل کرده بودم. چه می بینم؟ یک شخص نمودار شد، به طوری که همانند درویش میمند خان بلوچ به نظر می رسید. من پرسیدم: "تو کیستی؟" او با حالت فروتنی و تواضع اینگونه پاسخ داد که: " ای آقا، من عزرائیل d هستم!". نام عزرائیل d شنیدم. اینگونه در دل اش آمد که شاید عمر من به پایان رسیده و اینک آخر وقت من است. ولیکن عزرائیل d فوراً گفت: " ای آقا! حضرت گرامی غوث الاعظم h مرا پیش تو فرستاده است و فرموده است که: " امروز فرزند دلبند روحانی من از مرگ هراسان شده است، برو و او را دیدار کن و دلداری بده!"

تو هستی مرد میدان میر لشکر
تو هستی نور و آقایی، تو سرور

زیارت حضرت رسول الله ﷺ توسط یک طالب علم:

خلیفه میان نذیر احمد اینگونه بیان می کند که: بابو روشن دین که در محلۂ گرها در شهر مذّی بهاؤالدّین زندگی می کرد، در زمانۂ خود یک درس خوانده و تربیت یافته شخصیّت بود و مذهب و مسلک دیوبندی داشت. با خلیفه میان سیّد رسول سیال همواره سلام و دعا می کرد. در سال ۱۹۷۳ م، وقتی که حضرت سرور ارجمند گرامی m در لاهور بود و در بیمارستان گلاب دیوی بستری شده بود، میان سیّد رسول، او را

(یعنی میان نذیر احمد را) به خدمت حضرت سرور ارجمند گرامی m برد و برای او دست بیعت گرفت. او به حضرت سرور ارجمند گرامی m عرض کرد که: "ای آقا، مدتی می گذرد که آرزوی من است که حضرت رسول الله ﷺ را زیارت کنم و به دیدار آن حضرت ﷺ مشرّف شدم. و لیکن تا امروز از این دیدار محروم مانده ام. عبادت و ریاضت هم بسیار انجام می دهم. در محلۀ خود یک مسجد ساخته ام، و لیکن مقصد حاصل نشده است. حضرت سرور ارجمند گرامی m به ایشان یک وظیفه گفت که: انجام بدهد بدین معنی که: شب گذشته باید بر می خاست و آن را می خواند. و لیکن هنوز به خانه اش نرسیده بود که دچار بیماری تب شده بود و دو سه روز گرفتار این بیماری تب بود. آنگاه که حالت بیماری و تب او بر طرف گردید، در کوت بلوچ پیش من آمد و گفت: با من به خدمت حضرت سرور ارجمند گرامی m برویم. ایشان یک وظیفۀ دعا به من تلقین کرده است که برای زیارت و دیدار حضرت رسول کریم ﷺ می باشد. و لیکن به خانه رسیدم و دچار بیماری تب شدم و بر همین جهت آن وظیفۀ دعا را یک بار هم نتوانستم بخوانم. در این روز ها حضرت سرور ارجمند گرامی m از لاهور به شهر روستا بلوآنه شریف تشریف آورده بودند. ما هر دو تا مان به خدمت ایشان در بلوآنه شریف رفتیم و تمام آن چه گذشته بود بیان کردیم. حضرت سرور ارجمند گرامی m فرمودند: "

مشکلی نیست شاید در این کار خیر است، اگر وظیفهٔ دعا هم انجام نداده اید، ولیکن زیارت و دیدار انجام خواهد شد". بدین جهت با نگاه کرم حضرت سرور ارجمند گرامی m، شب دیگر بابو روشن دین از این خوشبختی گران بها بهره مند گردید، و در هنگام بامدادان طلوع آفتاب پیش من در دهکدهٔ کوٹ بلوچ آمد و این خبر خوش را برای من ارمغان آورد که: "من از مدت پیش، مشتاق این نعمت بزرگ بودم که با نظر کرم حضرت سرور ارجمند گرامی m، درگاه شریف نبوی ﷺ را باز یافتم و این نعمت نصیبم گشت و برای سپاسگزاری این نعمت بُزرگ وادای تشکر کردن من و ایشان، به خدمت حضرت سرور ارجمند گرامی m حاضر شدیم و مبارکباد عرض کردیم. بنا بر این او، آن چنان عقیدهٔ محکم داشت و صداقت استوار، درویشی بود که همانند او خودش بود.

هجرت به منگانی شریف:

حضرت سرور ارجمند گرامی m دوبار در زندگی مبارک خود هجرت کردند. نخست هجرت در جوانی به همراهی پدر بزرگوار خود، در ابتداما با تبلیغات دینی و با راهنمایی حضرت سیّد سردار علی شاه بخاری از شهر میانوالی به شهر جهنگ هجرت فرمودند. بار دوم هجرت از برادران ناخشنود و ناراضی بود و بیست و دو سال در بلوآنه شریف بر مسند ارشاد و راهنمایی درویشان فایز بود. و بالاخره درپایان همه چیز را در

آنجا رها کرده، فقیر الله با بدبختی و بی سر و سامانی و یک دنیا مشکلات زندگی به سرزمین منگانی شریف وارد شدند، و دیگر در زندگی به چیزی توجّه نکردند و درخواست نمودند. این روزها درگاه‌ها و خانقاه‌ها، هشتاد در صد مبارزات و ستیزه گری ها برای به دست آوردن سجّاده نشینی و مسندنشینی می باشد. و این حقیقت دارد که مرد حق هیچ وقت نیاز مند خانقاه و با سجّاده نشینی نمی باشد. پادشاه خواه در شهر زندگی کند یا در قریه، او همیشه پادشاه خواهد بود.

هدف و مقصد زندگانی اولیاء الله همواره تبلیغ و گسترش اسلام است هر گاه در خانقاه ها، مسائل و مشکلات و فتنه ها دامن زده می شود. همین مردان خدا هستند که از آن خانقاه ها بیرون می آیند و در جنگل ها و ویرانه ها زندگی به سر می کنند و آنجا را آباد می نمایند. سر انجام چه می شود؟ همان جنگل، مرکز علم و عرفان می شود و همان ویرانه ها به جایگاه عشق و معرفت و میخانه و میکدۀ محبت و مهربانی تبدیل می گردد.

پاک باشد دامنت از گرد و خاک این جهان
هر کجایی یوسف عشقی و کنعانت مکان

در سرزمین ما، جای و مکان ساکنان دربار شریف یک نمونه و سرمشق شده است. جوانان، پیران، بزرگان، این خطۀ زمین را مثل می زنند و می گویند که در وهم و خیال و

گمان ما نمی گنجد که این جایگاه بی آب و گیاه و ویران، روزی برسد که این همه مرکز برکت و نعمت و رشد و هدایت شود. همه چیز ها را به کرامت های ارزندۀ حضرت سرور ارجمند گرامی m مشابهت می دهند که انسان دیروز یک لحظه در اینجا دوست نداشت بماند و زندگی کند، امّا امروز دوست ندارد از آنجا دل بر کند و برود۔

جان نثاران تو آباد نمودند جنگل
از شهیدان وفا زنده شود خاک وطن

ذات با برکت حضرت رسول اکرم ﷺ شادمانی کننده دل و جان، و توانایی بخشندۀ سر و سینه۔ فداک امّی و ابی و روحی و جسدی ﷺ، اینگونه راهنمایی و ارشاد می فرمایند که: هر سر زمینی که از همه جا ویران تر است و یا بیابان و کویر می باشد، آن مدّت ۸۰ سال، در درگاه خدای بزرگ و یگانه فریاد کنان می باشد که: " الٰهی، بر روی من، یک چنان مردی کامل و عارف بفرست این ویرانی مرا، از محبت و الفت تو به صورت میخانه و میکده در آورد۔ خلاصه اینکه بعد از ۸۰ سال، مناجات و دعا مستجاب می گردد، و در آنجا آن چنان مرد حق و حقیقت وارد می شود و به همه جا روشنی می بخشد که از وجود نیکو منش او، آن جنگل و ویرانه، به آبادانی و شادمانی تبدیل می گردد، و مرکز دعوت عرفان و تصوّف روحانی و جایگاه تبلیغات اسلامی می شود۔

بابا غلام محمد نمد پوش که یک فقیر نمد پوش با کر

باس پوش بود او یک بار در خدمت حضرت سرور ارجمند گرامی
m حاضر شد، و این کار و عمل را کاملاً ظاهر و برملا گردانیدو
اینگونه بیان کرد که: من هر گاه از این سرزمین می گذشتم،
زمین دست به دعا بر می داشت و آه و ناله وزاری او را می
شنیدم و این فکر بر سرم می آمد که: خبر ندارم که اکنون کدام
مردی کامل و عارف به این سرزمین می آید و بر مسند ارشاد و
راهنمایی همگان می نشیند.

میان ثابت علی پکهرانه که آرامگاه او در شهرستان
مرکهیانه و در گورستان آنجامی باشد او یک فقیر مجذوب بود
و از حضرت سلطان پاکرا گیلانی قادری m، فیض روحانی و
معنوی یافته بود، مردمان بهروآنه که در شهرستان مرکهیانه
زندگی می کنند، آنان بیشتر به این فقیر بزرگوار نیازمند بودند
مهر مانک فرزند محمد بهروآنه که ساکن کهوه منگانی شریف
بود، یک بار به این نویسندهٔ سطور گفت: "وقتی که ما از
مرکهیانه در اینجا به منگانی شریف هجرت کردیم، فقیر میان
ثابت علی، چندبار پیش ما تشریف آوردندی او یک فقیر
مجذوب بود. و در حالت و طبیعت او، غلبهٔ جلال بود. یک بار
ما اهالی کهوه منگانی شریف. مردمان بهروآنه، او را مجبور
کردیم که در اینجا پیش ما بماند و زندگی کند و لیکن او
نپذیرفت و فرمود: "اینجا جای من نیست!". وقتی که ما
بسیار اصرار کردیم او برخاست و برای فرار کردن آماده شد و

روی نه قرار نهاد.

ما هم به دنبال او شروع به دویدن کردیم او فرار را برقرار ترجیح داشت و می دوید و با صدای بلند می فرمود که: "یک وقت می آید، برای سیرآبی این زمین ها، از اینجا یک رود خانه می گذرد، و همهٔ زمین ها زیر کاشت می رود، سپس در اینجا یک فقیر پادشاه خواهد آمد، و تخت و تاج این مکان تا قیامت پای بر جا و استوار می ماند. مرا کجا فرصت و محال است که در اینجا بمانم این مکان در انتظار یک شخصیت عارف بزرگ است. سر انجام ما را ترک کرد و رفت و ما هم از دنبال کردن او باز ماندیم. بنابر آن دو فرمان او، من با چشمان خودم کاملاً دارم می بینم که یک مکتی که گذشته، در اینجا نهر یا جوی آب جاری گردید، و تمام زمین ها زیر کشت و کار آمدند، و دیگر اینکه حضرت پیر محمد کرم حسین m به اینجا تشریف آوردند. همانگو که این فقیر بزرگوار می فرمود: "در اینجا یک فقیر پادشاه خواهد آمد، و بر تخت ارشاد و مسند راهنمایی خواهد نشست". با آمدن حضرت سرور ارجمند گرامی، روستای مکگانی ما، اکنون به مکگانی شریف مشهور شده است. سبحان الله. خواجه حافظ شیرازی بسیار خوب فرموده است:

بر زمینی که نشان کف پای تو بود
سال ها سجدهٔ صاحب نظران خواهد بود

ای محبوب من، آن زمینی که نشان گام های تو می باشد

، صدها سال صاحب‌نظران در آنجا سجده گاه بنا می کنند.

نویسندهٔ این سطور، یک روز در خدمت استاد گرامی قدر مولانا قاری غلام رسول بود. او برادر نسبتی شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی می باشد. من در خدمت ایشان قرآن مجید می خواندم. ناگهان یک شخص بلوچ پیر آمد و با حرف زدن بسیار با استاد محترم شروع به گفت و گو کرد و گفت در اینجا ده سال پیش از آمدن حضرت پیر محمد کرم حسین، پیر و مرشد من، آقای پیر سیال خواجه محمد قمر الدین سیالوی تشریف آوردند. او همانگونه از کنار قبرستان، از خیابان اصلی می گذشت ناگاه به راننده دستور داد که اتومبیل از دست راست به راه خاکی تعبیر جهت بدهد. او بنا بر دستور عمل کرد. وقتی که در این مکان آمد که امروز این آستانهٔ شریف بنا شده است، در اینجا هر طرف که نگاه می کردی بیابان بود. ایشان از اتومبیل پیاده شدند و دعا کردند و باز گشتند. ما همه حیران و سرگردان بودیم، در فرصت مناسب عرض کردم: " ای پناه بیچارگان! در این بیابان آمدن و دعا کردن چه معنی دارد؟ ما این مطلب را نمی فهمم" او فرمود: " ده سال بعد در اینجا یک شخصیت و یک صاحب وقت خواهد آمد و این بیابان را میکدهٔ عشق الهی خواهد ساخت. من که فقط می گویم. من که در این مکان فقط برای خدمتگزاری آمده ام. من این سخن را در جان و دل قرار داده ام که درست ده سال بعد حضرت سرور ارجمند گرامی جناب

آقای پیر کرم حسین m اینجا تشریف آورده اند من این واقعه را با اطمینان بیان می کنم". چهرهٔ این شخص ساختمند بلوچ از خوشی می درخشید بدین دلیل که کرامت شیخ کامل خود را با دیدگان ظاهری می دید.

روشنی از روی زیبایت درخشان آمده
شهر اگر روشن شده از حُسن زیبای تو است

خدمات دینی:

برای تبلیغ و گسترش دین اسلام، زندگی پاک و بی آلایش ایشان، مهمّ ترین مأموریت خود را انجام داده است ایشان در این مأموریت آن قدر مخلص بودند که تا آخرین لحکات زندگی همواره در کوشش و جوشش مشغول کار بودند.

آن گاه که به منگانی شریف آمدند، بعد از آن فوراً به آقای قاضی غلام رسول یک نامه مهر انگیز نوشت. اینک برگزیدهٔ آن نامه را ملاحظه فرمایید: "برای من در این سرزمین، شوق و ذوق طریقت و شریعت بسیار است خدای بزرگ در این چند روز های آخر زندگی، این خدمت بزرگ به من عنایت فرموده است"

حضرت سرور ارجمند گرامی m وقتی که به منگانی شریف تشریف آوردند در اینجا نخستین بار از همه جلوتر "جامعهٔ محمدیهٔ غوثیهٔ دار الکرم" که یک مدرسهٔ دینی و علمی می باشد، تأسیس کردند این مدرسهٔ علمی و دینی از سال ۱۹۲۶ م

آغاز به تعلیم و تربیت فرزندان این مرز و بوم کرده و تا کنون برقرار است و رونق روز افزون دارد. در هر دو عُرس و پیش در ختم شریف، حافظان قرآن، با رسم و قاعدهٔ کامل دستار بندی می شوند. آری! با آمدن حضرت سرور ارجمند گرامی m در این ناحیه، سرنوشت نا امیدی ها به امید ها تبدیل شده و فراموش کاری و نا آگاهی مردم تحت تعلیمات قرآن و سُنّت با جهان اسلام آشنا گشتند. چند سال پیش از در گذشت ایشان، با وجود سختی بیماری، همواره خطابه و نماز جمعة المبارک خودشان ادامی کردند. نخست به عربی خطبهٔ مختصری ادا می کردند از مثنوی مولوی مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی، اشعاری بر می گردید و با آواز خوش و طرز مخصوص می خواندند و دل و جان را سماع محبت و دوستی می بخشیدند.

سیّد و سرور محمد ﷺ نورِ جان

بهتر و مهتر شفیع مجرمان

در شنوندگان و حاضران آن قدر اثر می بخشید که با همه تن و جان به گفتار او توجّه می کردند و شیدایی او می گشتند. در زبان او چنان تاثیر بود که هر انسان سنگ دل نیز، اگر چند دقیقه گوش می کرد، مانند موم نرم می شد و در جان و دلش تسلّی به وجود می آمد. مغز قرآن و حدیث را چنان شیرین و دل نشین و روش نرم و ملایم بیان می فرمود که در یکا یک حاضران و شنوندگان کاملاً تأثیر عمیق می بخشید. حضرت سرور ارجمند

گرامی m در هر جایی که می رفتند در آنجا یک مرکز دینی اسلامی تأسیس می نمودند به علت بیماری ، در آن زمان که چند مدت در شهر جهنگ در اراضی خودش زندگی می کرد، در آن جا هم به نام در قصر قرآن با "قرآن محل "یک مدرسهٔ دینی و علمی تأسیس کرد ، تا آنجایی که صدها کودک و نوجوان، قرآن حکیم را فرا گرفتند. حضرت سرور ارجمند گرامی m با وعظ و نصیحت و پند و اندرز خود، بسیاری از دزدان و راهزنان و نابکاران وادار به توبه و استغفار شدند و همه شان به راه راست زندگی و کار و کوشش گام نهادند. خلاصه اینکه ، ایشان آن قدر با خلوص و محبت و مهربانی ، آموزش و پرورش اسلامی را گسترش دادند که هزاران مسلمانان نا آگاه و نادان و بی خبر را.

با نگاه و توجه و لایت و ارشاد خود، طریقهٔ زندگی خوش و نیکو یاد دادند و راهنمایی کردند. ایشان را در این روزگار ، در سلسلهٔ طریقت عرفانی خود ، نو آفرین (مجدد) به شمار می آورند بدین معنی که: آموزش و پرورش شریعت و طریقت را ، با درس عمل و کاروبار روزانه یک جا کرده و به همگان راهنمایی می فرمودند.

حضرت سرور ارجمند گرامی m را چه در نشست و برخاسته چه در ظاهر و باطن، در همهٔ کارها از قرآن و سنّت اسلامی پیروی می نمود ، و برای پیر و مشایخ بزرگ کاملاً یکتا و یگانه و نمونه به شمار می آید و همهٔ این مسائل را تدریس می کرد.

بر کفی جام شریعت، بر کفی سندان عشق

هر هوسناکی نداند جام و سندان باختن

(در یک دست پیالهٔ شریعت باشد، در یک دست سندان عشق باشد، نتیجه اینکه هر هوسناکی نمی خواند هم پیالهٔ شریعت را داشته باشد و هم سندان عشق را، و با این هر دو بازی کند و نرد عشق و محبت ببازد؟!

حضرت سرور ارجمند گرامی m ، همواره تفرقه را در میان مردمان، بسیار ناپسند و نا درست می شمرد و تحت عنوان و موضوع " انسان کامل " سخن رانی های بسیار می فرمود که بسیار مورد پسند همگانی بود. همیشه در نگهبانی و حفاظت مسلک و مشرب خویشتن کوشش می کرد و در نظر می گرفت. دربارهٔ "زیارت قبور" و "ذکر بالجهر " بعضی مردمان اعتراض می کردند، به همین جهت ایشان، تحت موضوعات جداگانه یک مجموعهٔ احادیث، به طور آگاهی دادن و آگاهی رسانیدن منتشر کرد، تا آنجایی که علما و دانشمندان معاصر آن را پسندیدند و ارج نهادند و استفاده کردند.

خدای یگانه و بی همتا بر این مرد کامل، میلیون ها رحمت نازل فرموده تا آنجایی که یک تیر و تار سرزمین را. اینگونه با شمع نورانی خود روشن گردانید به طوری که انشاء الله تعالی تا ابد برقرار و پای بر جا خواهد بود.

مرد حق باشد خلیل اللّٰه، جهان شد بتکده

لا الٓـه پوشیده است و نکته در این جا بود

حاضر شدن در حجاز مقدّس:

حضرت سرور ارجمند گرامی m در سال ۱۹۸۵م به حجاز مقدّس سفر کرد و در بیت اللّٰه شریف و روضهٔ حضرت رسول کریم ﷺ حاضر شد و از زیارت و طواف بهره مند گردید و حج تمتّع به جای آورد. در این سفر مقدّس، روی داد آن چنین است که: با بزرگان و سروران مدینه دیدار و گفت و گو کرد. کرامات و کارهای عرفانی و روحانی ایشان را در آنجا، جناب آقای ملک ریحان از تحت عنوان "سفر حجاز" مفصّلاً بیان فرموده است. در اینجا فقط حاضر شدن در "جنّة البقیع را، آن چه روی داده بیان می شود:

هر چه دیدی تو در آنجا همه آن عالم تو بود
طیّ این مرحله آسان نشود تا نشناسی آن را

پیش از آن که از مدینة النبی ﷺ اجازه خروج بگیرند، یک روز قبل از آن، حضرت سرور ارجمند گرامی m راهنمایی و ارشاد فرمودند که: فرزندم! باید به جنّة البقیع حاضر شویم و آنجا را زیارت کنیم. این بندهٔ عاجز و خدمتگزار دست بسته عرض کردم: " غلام شما حاضر است!" پیش از آن که روان شود، حضرت سرور ارجمند گرامی m نخست وضوی خود را تازه فرمودند. بر وسیلهٔ نقلیهٔ خود نشسته، اندکی بعد، به نزدیک جنّة البقیع رسیدیم

حضرت سرور ارجمند گرامی m چند قدم جلو رفتند و

نزدیک دیوار جنّت البقیع رسیدند، کاملاً نزدیک شدند و ایستادند تا جایی که همهٔ جنّت البقیع را می توانست نظاره کند. در آنجا مزارات همه صحابهٔ بزرگوار و ائمّهٔ اطهار را ـ رضوان اللّٰه تعالی علیهم اجمعین ـ با یک حالت و نظر عاشقانه نگاه کرد. سپس حضرت سرور ارجمند گرامی m دست بسته در مقابل جنّت البقیع ایستاد. ایشان کاملاً روبروی خود، که نزدیک ترین مزارات بود ایستاد. و آن مزار حضرت سیدة فاطمة الزهراء g و مادر گرامی قدر حضرات حسن و حسین f بود. اندکی خاموش و در دل خود چیزی می خواند. سپس حضرت سرور ارجمند گرامی m، دست های خود را برای دعا و مناجات بلند فرمود، و از مولای خود دعا خواستن آغاز نمود. پیوسته درخواست دعا می کرد و به همراه آن دعاها، گریه و زاری می نمود. آن بزرگوار m خسته و ناتوان به نظر می رسید و با کمر خمیده روی زمین نشست. زیر پایش سنگ و خاک نمناک بود در این حالت آن سرور بزرگوار m هق و هق گریه می کرد. در این دنیا آن سرور گرامی m را می دیدم، در آن وقت برای من در این حالت بسیار پریشانی و غمزدگی جان و دلم بود به جز گریه کردن چاره می ندیدم و اشک دیدگانم را پوشیده بود.

حضرت سرور ارجمند گرامی m می فرمود: ای خدای بزرگ، ای پروردگار کعبه، ای ربّ محمّد ﷺ این ناتوان و ناچیز

را، کـه در بـار گـاه و در گـاه تـو حـاضـر شدم ام، در در گاه مقدسۀ متبـر کـه خـود قبـول فـرمـاییـد این نفوس قدسیه و این حضرات بـزر گـواران جـنـت البـقیـع، مـخصـوصـاً، این مادر جان گرامی و روحـانی و معنوی و دینی من حضرت سیدة فاطمة الزهراء g که مـن در خـدمـت اقـدس او آمده ام، با این ناتوانی و شکسته نفسی التـمـاس و التـجـاء مـی کرد. ای پیامبر عزیز الوجود من، ای نبی گـرامـی مـن ﷺ ایـن نور چشم گرامی و عزیز ترا واسطه قرار می دهـم. او نور چشم پدر خود حضرت محمد رسول اللّٰه ﷺ است. او واسطـه است ترا و همسر گرامی خود علی المرتضٰی d را، این مـادر جـان عزیز من واسطه است هم ترا و هم حسن و حسین f، آن بـزر گـواران را. او واسـطـه ست شهیدان کربلا را. در پیش این ناتوان و ناچیز و بیچاره چیزی که شایان و شایستۀ مقام و جایگاه تـا بـاشـد چنین چیزی هدیه ندارم، که به خدمت اقدس مطهّرۀ تو پیش کش کنم. فقط پیش من چند حالت شکسته و بسته ریاضت و ادعیـه و سـه ختـم قـرآن و سیـصـد هزار تسبیح و تهلیل درود و صـلـوات اسـت کـه اینـک در خدمت مطهّرۀ شما به طور هدیه و تـحـفـه تـقـدیم می دارم. خواهش می کنم محبت فرمایید و قبول نـمـاییـد. بـا ایـن عـرایـض کردن ها، سرانجام گریه کنان و زاری کـنـان، اشـک هـای حـضـرت سـرور ارجـمـند گرامی m بـاز ایستادند. سپس آهسته آهسته، حالت و طبیعت او بر سر جای خـود آمد. بعد از اینکه دعا خواندن حضرت سرور ارجمند گرامی

m پایان یافت، و اندکی در جای خود ایستادند، در چهرۀ نورانی آن بزرگوار m ، یک نوع تبسّم و اطمینان خاصّ دیده می شد و آثار خوشی و شادمانی به نظر می آمد.

به هر رنگ دیدن با راست درخشان چهره ها امّا
کجا اند دیدگان ما که در آن دیدگان آیند

بعد از زیارت جنّت البقیع، حضرت سرور ارجمند گرامی m به خانه برگشتند. پس از نماز مغرب و نماز عشاء که در حرم مطهّر ادا فرمودند، برای استراحت و آرام به خانه تشریف فرما شدند. در یک بخش از شب اندکی نشسته، آن سرور گرامی m می فرمودند الحمدلله، الحمدلله، سپس با یک محبت و تواضع خود شکستی می فرمودند: خدا را سپاسگزارم که: مادر جان ما حضرت فاطمة الزهراء g به التماس و التجای این ناتوان و ناچیز اجازه خدمت و دعاهای مرا قبول فرمود. مطابق مقام و جایگاه او در پیش این ناتوان هیچ چیزی نیست. ثواب این ختم قرآن و تسبیحات و تهلیلات را به خدمت اقدس انور او تقدیم کردم. آن بزرگوار مادر جان با کمال شفقت و مهربانی و یاوری فرمودند و به این ناچیز و ناتوان گفتند: "ای پسر! برای تو این قدر از دور آمدن، با این حالت بیماری و ناتوانی، پیش من آمده ای، برای من کفایت می کند، من از تو خشنود و راضی هستم. ثواب این ختم قرآن و این تسبیحات و تهلیلات را برای مریدان تو اهدای کنم تا در وقت قیامت برای آنها کار آمد و ارزشمند و

موجب شفاعت باشد".

عشق حضرت رسول ﷺ

عشق رسول ﷺ البتّه اساس ایمان است، و برای دانستن مراتب ولایت، اصول پیمانه و معیار و اندازه می باشد. حضرت سرور ارجمند گرامی m هر جا که از حضرت رسول اکرم ﷺ پیروی کامل می کردند، و یک نمونهٔ کامل بودند به همان اندازه در عشق حضرت رسول ﷺ نیز دریای بی کران بودند. محبت عزیز و کامل و حبیب الٰهی آقا ﷺ در رگ و جان او، جای گزین بودند و از هر عمل رگ و جان، عشق رسول ﷺ می درخشید. محبوب خدای بزرگ و توانا را، با القاب گوناگون یاد می کرد و در هر لقب، دلبستگی و پیوستگی عشق و محبت را والهانه و فداکارانه ظاهر می فرمود در عشق حضرت رسول اکرم ﷺ هر جا که نعت می خواندند بدون آگاهی از دهان او آه و ناله بیرون می آمد، و این آه، از سینه ها برمی خاست و گل افشان می گردید. این ها از هر سینه که می گذشت شمع درخشان عشق رسول ﷺ روشن می گشت از محبوب خدای یگانه و توانا ﷺ هر چیز که منسوب می باشد با احترام به جان و دل شما وارد می گردد. هیچ وقت بدون وضو از حضرت رسول اکرم ﷺ نبرید، بلکه هر گاه نام حضرت رسول اکرم ﷺ را می شنویم، با ادب و احترام سر را بالا و پایین و به جانب آسمان بریم و انگشت های چهارگانه را با انگشت های دیگر مماس کنیم و بر انگشت های

ایهام بوسه بزنیم (برگزیده از یک نامه حضرت سرور ارجمند گرامی m): در اینجا برگزیده یی از یک نامۀ حضرت سرور ارجمند گرامی m که به نام جناب آقای مبارک علی نثار نگاشته. بیان می کنیم که در آن، احترام و بزرگداشت زمین حجاز عرب رایاد آوری می کند: "در این سرزمین یک قطعه زمین هست، ولیکن زمین نیست، بلکه از آسمان اعلی است. از عرش و کرسی مرتبۀ بلند دارد، از جنّت ارفع و اعلی است. نام آن وادی طَیبه است که مرکز رفت آمد و زندگی و پایندگی و آرامگاه حضرت رسول اکرم ﷺ است. خدایا چه بگویم، این چیست، این بیان قسمت و سرنوشت انسانیّت است".

مصراع:

هر چه می نوشتی همان نوشت بود

این جا سرزمین اولیاء الله، این جا سر زمین انبیاء الله، این جا سرزمین و زیارتگاه حور و غلمان و فرشتگان آسمان است.

ادب گاهی است زیر آسمان از عرش ناز کتر
نفس گم کرده می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

ولیکن، آگاه باشید، آگاه باشید، آگاه باشید! آنان که بیشتر نزدیک زندگی می کنند، گاهی بی ادب می شوند. این بر ای ما بسیار آزمایش و امتحان سخت است. بر ای اینکه هر گاه شما را دعوت می کند، هر گاه در اینجا می آیی و زندگی می کنی و می مانی، با ادب و احترام بیا و زندگی کن، نباید هیچ گونه بی

ادبی باشد. آگاه باش که این سرزمین صاحب لولاک و خواجهٔ آفریدگان و مرکز زیارت کنندگان آن حضرت ﷺ است. احترام کردن بر هر چیز واجب است، دشنام به هیچ کس نباید دادن، با کسی مشاجره و ناراحتی نباید نمودن اگر کسی جنگ و مبارزه و دعوا می کند، باید فوراً از آنجا دور برویم. از دشنام های عربی دارن پرهیز کنیم و به واسطهٔ حضرت رسول اکرم ﷺ از هر کس و هر چیز بخشش بخواهم و حتی به حیوانات و جانوران دشنام ندهیم، سگ ها را ترسان و لرزان نکنیم، زندگی شما در اینجا یک بخش زرّین و طلایی است، موقع درخشان است زندگی شما بار دوم نمی آید از این زندگی بهره مند بشوید و فایده ببرند، تا آنجایی که حضرت پیغمبر گرامی ﷺ را در خواب یا بیداری، زیارت می کنید، بسیار خوش و شادمان به نظر می آیید آمین یا ربّ العالمین! آمین ثُمّ آمین!

در دل مـــــا از وقـــــا طــــــوفـــــان بُـــوَد
در دو دیـــده سیـــل شـــوق جـــوشــــان بُـوَد

تواضع و فروتنی:

هیچ گونه برتری جویی و تکبّر و خودستایی در وجود حضرت سرور ارجمند گرامی m و در خوی و اخلاق و طبیعت ایشان دیده نمی شد فروتنی و تواضع و شکسته نفسی نشانهٔ امتیاز ایشان بود در لباس و خوراک و در رفتار ها و کردار ها، فروتنی و تواضع نمایان بود در تمام زندگی در هیچ جشنواره و با

مـجـلـس و محفل شرکت نمی کرد و هیچ گونه آگهی و تبلیغات برای روز وفات و در گذشت چاپ نمی کرده.

در کتاب "تحریر الابرار" نام گرامی خود را اینگونه می نگاشتند که: "بندهٔ سر افکنده، عاصی پر معاصی (گناهکار بسیار گناهان) کمترین بندگان خدای یگانه محمد کرم حسین" هیچ گونه لقب و کنیه و برتری اظهار نمی کرد. یک روز نویسندهٔ این سطور، کتاب "زاد الاعوان" و ماهنامهٔ "الاعوان"، شماره های گوناگون آن را به او نشان دادم، و عرض کردم که ما "اعوان قطب شاهی" از لحاظ سلسلهٔ نسب علوی هستیم یعنی از اولاد علی المرتضی d می باشیم. او فرمود: "ای پسر جان! اینگونه نباید گفت، بلکه چنین باید گفت که: "ما غلام آن حضرت می باشیم!".

دستار آن کسی که تکبر کند فرو افتد
ذات خدا، عروج ترا در فروتنی شمرد

بی نیازی از دنیا:

حضرت سرور ارجمند گرامی m یک قول معروف دارند: "دنیا را از دل خود بیرون کن، سپس پیش من بیا!" هر کس که به خدمت سرور ارجمند گرامی m می رسید بخشش و بخشندگی می کرد. در تمام زندگی هیچ مال و ثروت نماند که فرض زکوٰة بر آن واجب شود. درمیان دوستان نزدیک او، فقیر غلام محمد کرباس پوش در بخش پونچھ (آزاد کشمیر) زندگی

می کرد. در تمام زندگی مانند یک مسافر به سر می برد. می توانست نقره سازی کند. هر چه پول به دست می آورد ، برای رفاه و آسایش همگانی خرج می کرد. هیچ وقت برای شخص خود پول را به کار نمی برد. بیشتر در روز های هفته یکی دوبار به خدمت حضرت سرور ارجمند گرامی m می رسید. یک روز در تنهایی به آن حضرت گفت: " ای حضرت! یکی از فرزندان خود را برای چند روز به من بسپارید. آن حضرت سبب این کار را پرسید. او گفت: برای اینکه به آنان خدمت کنم و کمر بسته در خدمت باشیم. بالاخره من هم در مورد آنان حق دارم " . آن حضرت فرمود: "بازهم بگو ای آقا!؟" به خدمت آن حضرت عرض کرد که: شما می دانید که: " من نقره سازی می کنم و نقره می سازم به زندگی امیدوار نیستم ، در اینجا در لنگر (مهمان خانه) همیشه همهٔ پول ها خرج می شود. من می خواهم به یکی از فرزندان دلبند شما ، دانش کیمیا گری را یاد بدهم. تا اینکه برای لنگر شریف (مهمانخانهٔ شریف) مشکلات و احتیاجات نباشد. حضرت سرور ارجمند گرامی فرمودند: "بزرگان و پیشکسوت های ما ، فقط درگاه مهمانخانهٔ خدا را برای ما گشوده اند و از آن درگاه هیچ وقت سؤالی بدون پاسخ نمی ماند. اگر از مدت ها پیش که من با تو وابستگی های دوستانه دارم، در پیش نبود، از امروز به بعد ، دیگر با تو گفت و گو نمی کردم. به یاد داشته باش که برای فرزندان من ، الله کافی است و فقط خدای بزرگ همراه

و یاور آنها می باشد. برای این نیستند که نقره سازی کنند تا وقتی نان و غذا می خورند، خیر الرّازقین خدا با آنها است ".

حضرات اولیاء اللّه همواره مردم بی نیاز هستند و از حضرت ذات بی نیاز بهره مند می شوند. فقیر غلام محمد آن قدر از استغناء طبع حضرت سرور ارجمند گرامی m متأثر گردید که بعدها هر گاه از حضرت سرور ارجمند گرامی m یاد می کرد، در دیدگان او اشک جاری می گردید. او گفت هزاران نفر پیش من می آیند و در این هدف و مقصود کوشان هستند که شاید من با آنها مهربانی کنم و به آنها نقره سازی و کیمیا گری یاد بدهم، امّا من، به هیچ کس، هیچ چیزی نمی گویم و یاد نمی دهم. تا آنجایی که همواره می گفت و در خدمت آن حضرت سرور ارجمند گرامی m عرض می کرد که ایشان بر بالش بی نیازی تکیه کرده اند. او همیشه می گفت: " من در هند و سنده بسیار گشته ام، و لیکن چنین مرد کاملی تا کنون ندیده ام."

دوستاران خدا در این دنیا بیماران هستند:

بدن مبارک و پاکیزۀ حضرت سرور ارجمند گرامی m، مجموعه یی از استخوان های نازک و ضعیف به نظر می آمد وزن بدن او فقط ۳۱ کیلو گرام بود. در سال ۱۹۵۶ میلادی. در هنگام روزگار جوانی، ایشان از گلویشان خون قی می کردند که نشان بیماری " سل " بود. همۀ حلقۀ ارادتمندان و همه عزیزان و دوستان، آن قدر پریشان و ناراحت بودند که اندازه برای آن

نمی توان تصور کرد ولیکن حضرت سرور ارجمند گرامی m در مناجات و عبادات و نماز های بسیار و در اعمال و کردار و رفتار روحانی و معنوی هیچ گونه کمی نکردند در حالی که این بیماری در حال عروج بود ، یک بیماری دیگر به نام " نفَه " یا تنگی نفس بر آن اضافه شد

به این ترتیب هر چیزی برای حضرت سرور ارجمند گرامی m عادت شده بود به همین جهت بیماری ها را نیز در وجود خود آن قدر جای داده بود به طوری که در تمام زندگی ، ایشان را رها نکردند حضرت سرور ارجمند گرامی m در مدت ۳۵ سال در بستر بیماری روزگار می گذاشت در این مدت ، سختی بیماری آنقدر بود که در همهٔ شب نمی توانست بخوابد ، فقط چند لمحه نشسته و تکیه می کرد و تزریق آمپول می کرد و می خوابید یا آرام می نمود . تمام شب سرفه او را رها نمی کرد در سینه و بدن او درد بود ، و بیشتر این درد و سرفه با تب همراه بود و لیکن این بیماری طویل و این بی خوابی بسیار در حُسن خُلق و اخلاق نیکوی او هیچ گونه تأثیری نمی گذاشت در مجلس فقیر صبح اللّه آن گونه شادمان و خوشحال می نشست که گمان بیماری هیچ وقت در او دیده نمی شد

در علاج درد من ، لذّت بود ، درد را قربان شوم
نوکِ سوزن جمله خارها از بدن بیرون کند

مقام حاضر شدن حضرت سرور ارجمند گرامی m :

برای گروهی از اولیای گرامی در خدمت حضرت رسول الله پیامبر اکرم ﷺ درجهٔ مقام حاضر شدن حاصل می باشد. حضرت امام شافعی m می فرماید که: "من هفتاد بار با چشمان بیدار حضرت رسول الله ﷺ دیدار کردم". حضرت امام آلوسی m می فرماید که: "من با دیدگان باز چند بار مشرّف به دیدار حضرت رسول الله ﷺ شدم. یک شخصیّت بزرگ شیخ روزبهان بقّلی m (مصنّف تفسیر عرایس البیان) بود برای او نیز این مقام حاضر شده حاصل بود. دانشمندان و خردمندان که شاگردان او بودند احادیث نبوی را ﷺ برای فهمیدن در پیش او می خواندند و توضیح می دادند. ایشان به خاموشی می شنیدند. هر گاه کسی آن حدیث را به خاموشی می شنید. دانشمندان می فهمیدند که آن حدیث صحیح است. هر گاه کسی بر آن حدیث اعتراض می کرد، دانشمندان می فهمیدند که آن حدیث صحیح نیست و حدیث را نمی نوشتند. یک دانشمند، یک حدیث را با مسند بیان کرد. ایشان فرمودند: "این حدیث صحیح نیست". آن شخص گفت: "ای آقا! تمام این حدیث را راوی مطمئن بیان کرده است. و این حدیث به طور متواتر بیان می شود. و محدّثان فلان و فلان آن را بیان کرده اند. ایشان باز هم همان طور می فرمودند که این حدیث، صحیح نمی باشد. ایشان فرمودند: به روایت کنندگان یا محدّثان نگاه کنم یا به طرف گویندهٔ حدیث بنگرم. در برابر من آقا ﷺ تشریف دارند و آن حضرت فرمودند

که "این حدیث از من نمی باشد"۔

مولانا اشرف علی تهانوی m بیان می کنند که: "بعضی اولیاء اللّٰه، همین گونه در خواب می بینند یا در حالت غایبانه به طور روزانه، بادرگاه شریف نبوی ﷺ ارتباط دارند و همواره شرف حضور آن حضرت را در می یابند اینگونه اولیاء اللّٰه را" حضرات صاحب حضوری "می گویند در آن میان یکی از این اولیاء اللّٰه صاحب حضوری، حضرت شیخ عبدالحق محدّث دهلوی m می باشد که او نیز به شرف حضور نبوی ﷺ مشرّف بود و صاحب حضوری بود (ر ک: الاضافات الیومیة من الاضافات القومیة یعنی ملفوظات حکیم الامت، جلد نهم، ص ۱۰۰)۔

همانند این اولیاء اللّٰه، حضرت سرور ارجمند گرامی m نیز مقام حضوری حاصل کرده بود. همه روزه در خدمت اقدس حضرت سرکار دو عالم حضرت رسول اللّٰه اکرم ﷺ حاضر می شد.

نه جان و تن مرا مقصود نمودی
نه کار این و آن در دل نمودی
من اندر دو جهان بیگانه بودم
چو اندر کوچه هایت آمدم من

حاجی جان محمد سندهی اینگونه بیان می کند که: من در سال ۱۹۸۱ تا ۱۹۸۶ م، مدّت دو سال در مدینهٔ منوّره بودن روزهای جمعهٔ شریف همیشه در مسجد نبوی ﷺ نماز می

خواندم. من در آنجا اکثر اوقات حضرت سرور ارجمند گرامی m را در ریاض الجنّت می دیدم که مشغول خواندن نوافل بود. من از شخصیت سحر انگیز آن حضرت آنقدر بهره مند گردیدم که آماده شدم تا مرید او شوم، و از نزدیکان و مردمان هم نشین ایشان دریافتم. آنان اظهار بی اطّلاعی کردند و گفتند: ما فقط این قدر می دانیم که این بزرگوار اهل سودان است و یک مرد خدا رسیده است. در اینجا با کسی گفت و گو نمی کند همیشه می بینیم که او نماز های نوافل می خواند. در دل من اینگونه خیال آمد که اگر مرید او گردم، ممکن است به سودان بر گردد. مذا بر این من چگونه می توانم پیش ایشان بروم. بدین جهت مرید نشدم. بعد از آن دو سه بار برای مرید شدن، نیز مدّتی در حضور ایشان نشستم، ولیکن ایشان مشغول خواندن نوافل بودند. من در مدّتی که در مدینهٔ شریف بودم، آن بزرگوار را بیشتر که در ریاض الجنّت تشریف فرما بودند می دیدم، همین طور در باب جبرئیل و در ورودی جنّت البقیع نیز او را مشاهده می کردم.

در مدینهٔ منوّره یک بار در ماه رمضان شریف، در خوابم دیدم که در هنگام زیارت حضرت رسول اللّٰه ﷺ چنین می دیدم که بالای گنبد خضرا یک خانه است و در آن یک پنجره هم می باشد از آن پنجره، حضرت رسول ﷺ به طرف من نگاه می کرد (چون در آن روز ها برای بیعت کردن و مرید شدن بسیار بی صبر بودم) و فرمود: نشانی پیر تو این است خوب به یاد بسیار و

من از روستای مکگانی شریف تا دربار مکگانی ، راه آن را کاملاً مشاهده می کردم و دربار شریف و چاه های قدیمی و مسجد و بالای مسجد نُه(۹) ستاره می درخشیدند که در یک ترکیب و شکل و ردیف ویژه به نظر می آمدند (همان های که بعدها همه را با دیدگان ظاهر بین دیدم) یعنی حضرت رسول اکرم ﷺ در خواب من ، نشانی خانهٔ پیر کامل مرا نشان دادند. بعد از آن من تا اندازه یی مطمئن شدم بعد از دو سال ، من به پاکستان باز گشتم ،تقریباً دو روز گذشته بود که من در شب ذکر کلمهٔ شریف یعنی لا اله الا الله محمّد رسول الله ﷺ می شنیدم ، از خاندان خود پرسیدم ، آنان گفتند در اینجا یعنی در پنجاب ، پیر و مرشد دکتر علی محمّد سندهی آمده است این ذکر را درویش او می کند. در دل من هم شوق پیدا شد بامداد در خدمت حاضر شدم و بسیار متعجّب شدم که این شخص را من مدّت دو سال در مدینهٔ شریف می دیدم. خوشحالی و شادمانی من بی اندازه بود که امید و آرزوی من بر آمده است فوراً در خدمت ایستادم و برای مرید شدن عرض کردم. چون حضرت سرور ارجمند گرامی m از حال دل من آگاهی داشتند ، بدین جهت در اینجا مرید کردن مناسب ندانستند و فرمودند که: در اینجا مرید نمی کنم ، به شهر جهنگ بیایید و در آنجا مرید می کنم پس از باز گشت حضرت سرور ارجمند گرامی m بعد از مکتی ، همراه دکتر علی محمد سندهی از گهوٹکی به دربار شریف مکگانی آمدم، در مکگانی

شریف رسیدم۔ همان راهی که در خواب دیده بودم و حضرت رسول اکرم ﷺ به من نشان داده بود چنان به نظر می رسید که این راه ها را من کاملاً می شناسم به دربار شریف مکّانی رسیدم، همان مسجد را با چاه های قدیمی دیدم خواب من به حقیقت مبدّل شده حضرت سرور ارجمند گرامی m در دربار شریف موجود نبودند بلکه در اراضی شهر جهنگ در کاخ قرآن و مدرسه، پمپ آب سوار می کردند. من در شهر جهنگ به خدمت ایشان رسیدم و من همانجا به دست بیعت مشرّف شدم. سپس من در همانجا به خدمت حضرت سرور ارجمند گرامی m ماندم یک شب به دیدگان من خواب نمی آمده من برخاستم و به خدمت آن بزرگوار حاضر شدم لیکن آن چه دیدم، متحیّر شدم زیرا که بستر ایشان خالی بود، و آن بزرگوار m در بستر نبودند در حالی که در این روز ها آن بزرگوار m ظاهراً نمی توانستند راه راه بروند. این واقعه مدّتی پیش از در گذشت آن بزرگوار می باشد. من بسیار شگفت زده شدم، و برای دیدن ایشان به این طرف و آن طرف نگاه می کردم در همین حال نگاه من به جانب آسمان افتاد۔ آن بزرگوار m از طرف مغرب، یعنی از طرف قبله شریف در هوا می آمدند و در دست ایشان یک کیسه بود که در آن کاغذهای سفید دیده می شد. ایشان در مدرسۂ شریف خود در حجرۂ شریف خود، از بالا، از دوش هوا، بر بستر شریف خود تشریف فرما گشتند. به من گفتند که: ”تو در این وقت در اینجا

چه می کنی؟" من عرض کردم: "ای بزرگوار من، بر دیدگانم خواب نمی آمد، بدین جهت به خدمت حضرت عالی حاضر شدم". آن بزرگوار فرمود: "ای جان محمّد! زندگی و عمر ما روی به پایان می رود. این واقعه را در زندگی من به کسی نگویید". من عرض کردم: "به جناب عالی، قول می دهم که در زندگی مبارکهٔ جناب عالی، این واقعه را برای کسی بیان نخواهم کرد". ولیکن جناب عالی بفرمایید که این کاغذها در این کیسه چگونه آمده اند؟ ایشان فرمودند که: "اینها درخواست های درویشان من می باشد که شب و روز در پیش من هستند و من این درخواست ها را به بارگاه اقدس حضرت رسول اکرم ﷺ مورد قبول قرار داده ام و به نظر مبارک ایشان رسانیده ام". ظاهراً هر شب حضرت سرور ارجمند گرامی m، در بارگاه حضرت رسول اکرم ﷺ که پناه و پشتیبان بی کسان است. حاضر می شوند، و غلامان آن حضرت هر چه درخواست دارند و هر چه خواهش و التجا دارند، به حضور حضرت اقدس رسول اکرم ﷺ برای قبولی و منظوری تقدیم می دارند (آقای حاجی جان محمّد سندهی بعد از دست بیعت دادن به حضرت سرور ارجمند گرامی m، پیوسته هشت تا ده سال در دربار شریف مکّانی زندگی می کردند و پس از ساختمان آرامگاه و روضهٔ اقدس، حضرت برادر گرامی m و بزرگوار نامی آقای خواجه پیر محمّد مظهر حسین سلّمه الله تعالی، خرقهٔ خلافت بر او

پوشانیدند و روانهٔ سنده کردند و تا اکنون در بخش و روستای گهوتکی در سنده زندگی می کنند و همانجا سکونت دارند).

برادر بزرگ من حضرت بزرگوار آقای خواجه پیر اختر حسین سلّمه الله تعالٰی فرمودند که: "مدّتی پیش از درگذشت حضرت سرور ارجمند گرامی m این گونه سخن است: "یک شب من تنها در خدمت حاضر شدم آن بزرگوار در این وقت در مدرسهٔ کاخ قرآن یا قصر قرآن در شهر جهنگ تشریف داشتند. آن سرور بزرگوار چند وصیّت به من فرمودند. و در پایان به من گفتند: "این روزها آیا چنین بنده یی هست که هر شب حضرت رسول اکرم ﷺ را زیارت کند؟ آیا چنین فقیری هست که هر شب در خدمت حضرت رسول اکرم ﷺ حاضر شود سپس برای اظهار این نعمت عظمی، به روی سینهٔ خود دست نهادند و گفتند: "من هر شب به زیارت حضرت رسول اکرم ﷺ مشرّف می شوم. هیچ شبی بر من نمی گذرد که من به فیض زیارت حضرت رسول اکرم ﷺ مشرّف نشوم. سبحان الله لا حول ولا قوّة الّا بالله، سبحان الله، سبحان الله.

حضرات اولیاء الله را اندازهٔ مقام و منزلت و معرفت، چه کسی می تواند بفهمد و بشناسد؟ البتّه گاهی گاهی این حضرات از جانب خدا مأمور هستند که تحت عنوان واردات قلبی برای مصلحت، در مقام و مرتبهٔ خود در یک گوشه یی از پرده را کنار می زنند و آشکار می شوند. و بدین جهت حضرت سرور ارجمند

گرامی m در حُسن خلق و تواضع همواره غلبهٔ حال را پنهان می کردند. بسیار نادر و شاذ است که کسی این واقعات را آشکار کند و آن هم برای یک مصلحت خاصّ آن را پیش نظر می آورند، والّا آن بزرگوار را همواره مشرب و مسلک پرده پوشی می باشد.

حضرت سرور ارجمند گرامی m را یک فرمان مشهور و معروف است که: "فقیر آن است که ضبط حال و احوال داشته باشد و ظرفیّت آن قدر اعلی باشد که در کنار توحید و یکتا پرستی، دریا را هم نوش جان کند و همکار و همسایه از او خبر نگردد".

سلام بر آن که می بینی خدای پاک یاد آید
سلام بر آن که ناشادی ترا در دل شاد آید

وصایای شریف:

حضرت سرور ارجمند گرامی m، همانگونه گاه گاهی وصایای خود را اظهار می نمودند ولیکن چهار سخن را بسیار مهمّ می شمردند و به طور خاصّ وصیّت می فرمودند.

اوّل: در برابر آرامگاه ابدی من هیچ کس اجازهٔ سجده کردن ندارد.

دوم: از کسی هیچ وقت هیچ چیزی درخواست نکنید.

سوم: هیچ زنی را در پای هایش نگاه نکنید.

چهارم: مصلّی را ـ یعنی محلّ نماز گزاردن ـ را هرگز رها نکنید.

در گذشت با شکوه:

حضرت سرور ارجمند گرامی m برای در گذشت

خـود بـرنـامـهٔ باشکوه و مخصوص ساخته بود و کوشش کرده بـود اکثر عقیدت مندان و دوستان نزدیک و خاندانی را ، پیک و پیـغـام فـرسـتـاده و آماده کرده بود. برای همگان مجلس خدا حـافظی و دیدار های الوداعی و سفارش های گونا گون و پند و انـدرز هـای بسیـار مـی فرمودند. برای کفن و دفن خود و آنچه وابسته بـه مـزار یـعـنـی آرامـگـاه ابـدی او بود راهنمای هامی نـمـودنـد. در مجلس درویشان ، آخرین سخن آن سرور گرامی m این بیت شعر بود:

همـه سوی خـدا مـی رفتند و ما هم می رویم آن سو
هـمین است سرنوشت ما ، همین است گفتن اللّه هو

در شـب آخر عمر ، حضرت سرور ارجمند گرامی m در بستر خـود در حـال نشستن از خود غایب می شد ، ولیکن اندکی بعد معلوم می شد که در بستر خود تشریف دارند.

حـضــرت ســرور ارجمند گـرامـی m در روز دوم ژوئن یـکشنبهٔ ۱۹۹۱ میلادی برابر با هیجدهم ذیقعدة الحرام سال ۱۴۱۱ هـجـری قـمـری ، در وقـت نـمـاز تهجّد ، ساعت سه بامدادان ، در مـدرسهٔ کـاغ یا قصر قرآن در شهر جهنگ روی در نقاب خا ک کشیـدنـد. و هـمـان روز در شـب ساعت نُه و سی و هفت دقیقه ، در خـانقـاه مـدگـانی شریف مراسم تدفین و به خا ک سپردن انجام گـردید. رحمة اللّه علیه رحمة واسعة.

ببیـنیـد اهـل ایـمـان را چـو خـورشید درخشانند

به مشرق می شوند پیدا، به مغرب جمله پنهانند

خدمات علمی:

حضرت سرور ارجمند گرامی m را بنا بر راهنمایی های مرشد بزرگوار خود، در تألیف و تصنیف اجازه نداده بود، و در زندگی خود، هیچ گونه کتابی طبع و نشر نکردند. البتّه بعضی نوشته های ایشان که برای بهره مندی سالکان طریقت بود، گاهی گاهی از قلم او صادر می شد و از تباه شدن و ضایع گردیدن نجات یافتند. درمیان آنها یک کتاب به نام "تنویر الابرار" و یک رساله به نام "اوراد قادریه" به یادگار ماندگار است.

علاوه بر این اشعار فارسی و اردو و پنجابی از آن بزرگوار m باقی و به یادگار موجود است، آنهایی که درویشان در بیاض ها و دفتر های خود یادداشت کرده اند و نقل فرموده اند.

نویسندۀ این سطور بعداً وقتی که برای حضرت سرور ارجمند گرامی m آغاز سخن و بیان کردم تا این وقت نگارش، کتاب های زیر طبع و نشر شده است. این کتاب ها برای احوال و آثار آن بزرگوار m از لحاظ اطمینان و استناد بسیار ارزشمند و مهمّ است:

۱۔ "تنویر الابرار و با اوراد قادریه": هر دو را که از نوشته های قلم و تحریر ایشان می باشد گرد آوری کردم و در ماه ژوئن ۱۹۹۶ میلادی آنها را منتشر نمودم۔

۲۔ "فیضانِ کرم": که مشتمل بر گفتار های ایشان

است، نشر اوّل در فوریۂ ۱۹۹۷ میلادی و نشر دوم در ژوئن ۲۰۰۲ میلادی انجام یافته است.

۳۔ "ابرِ کرم": این کتاب مشتمل بر مکتوبات ایشان است، که در ماه ژوئن ۲۰۰۵ میلادی نشر یافته است.

۴۔ "لمحاتِ کرم": این کتاب کامل ترین و جامع ترین کتاب است دربارۂ زندگی و احوال و آثار آن بزرگوار که در ماه نوامبر ۲۰۰۱ میلادی چاپ و نشر شده است.

۵۔ "حضور قبله عالم منگانوی": مجلۂ آیینۂ کرم که در ماه ژوئن ۲۰۰۰ میلادی برای آن سرور گرامی m، ویژه نامه منتشر شده است.

۶۔ "سیمینار نمبر": برای شخصیت آن بزرگوار m در راولپندی یک سیمینار یا جشنوارۂ بزرگ منعقد شد که در آن، بسیاری از حضرات دانشمندان شرکت داشتند و سخن رانی نمودند و مقاله های گوناگون خواندند و این مقالات و جریان جشنواره در ژوئن ۲۰۰۱ میلادی به صورت کتاب طبع و نشر گردید.

۷۔ "سفر حجاز": مشتمل بر زیارت مدینۂ منوّره و طواف کعبۂ مکرّمه می باشد که آقای ملک ربّ نواز تحت عنوان "سفر حجاز" نگاشته و تألیف کرده و آن را به همراه "تنویر الابرار" طبع و نشر کرده است.

گفتارها و راهنمایی های ارزشمند:

۱۔ ای درویش! در آغاز زاهد بودن، لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ گفتن است زیرا که در انتهای زاهد بودن، سنگ و ڈهیلی یکسان می باشند در شریعت لااِلٰہ اِلّا اللّٰہ در طریقت لا مطلوب الا اللّٰہ می باشد۔ در حقیقت لا مقصود اِلّا اللّٰہ و در معرفت لا ماجود اِلّا اللّٰہ می باشد۔

۲۔ " اَلَسْتُ بِرَبِّکم " آیت محبّت و پیمان است و آیت " قَالُوا بَلٰی " آواز سوز و الم و امانت گویندگان است و بر آوردن عهد و پیمان است۔

۳۔ دارندۂ " فقر محمّدی ﷺ " هیچ وقت سؤال نمی کند۔

۴۔ شریعت محمّدی ﷺ ظاهر را در سایئی ڈهال تو، در قلب تو نورانئیت پیدا خواهد کرد و در باطن تو حقیقت و معرفت، برابر و مطابق خواهد نمود۔

۵۔ هر کس نماز نمی خواند، او مرید من نمی باشد۔

۶۔ خلیفه آن است که زن و دیوار در نظر او فرقی ندارد یعنی از وسوسۂ شیطانی پاک باشد۔

۷۔ در احوال شیخ خود، کوچکترین و نازک ترین شکّ و شبهه و چون و چرا راه ندهید بلکه با عقل خود از کار شیخ پشیمانی حاصل کند۔

۸۔ هیچ گناهی آن قدر نیست که در " انا " ی انسان است۔

۹۔ در راه " فقر " کرامت (۱۵) پانزدهمین مقام یا درجه

دارد و "قُرب" (۹۹) نود و نهمین مقام و درجه دارد. اگر که تو کرامت را باز داری بنا بر این چگونه مقرّب خواهی شد.

۱۰. در مذهب ما نه (۹) بخش ادب است و یک بخش عمل است.

۱۱. سماع برای شهوت پرست حرام است و برای وحدت پرست حلال است.

۱۲. مال و فرزندان و هم پستگان، دنیاداری نیستند، بلکه هر چیز که ترا از پروردگار تو بی خبر و غافل گرداند، او دنیاداری تو می باشد.

۱۳. فروتنی و خودشکنی و بی نوایی و درویشی صفات هستند. فقیر آن است که در هر چیزی می نگرد. اللّٰه به یادش بیاید و دنیا را از یاد ببرد و فراموش کند.

۱۴. روح و جسم (روان و بدن) هر یک از دیگری جدا نمی باشد، و لیکن روح را نمی توانیم ببینیم، بدین ترتیب ذات باری تعالٰی در اندرون ما موجود است لیکن بدون مُرشد، دیدن او ناممکن است.

۱۵. تا وقتی که مرید در شیخ خود فانی نشده باشد، در هیچ مجلسی نباید حضور به هم رساند و بنشیند، بلکه هر وقت در شیخ خود فنا گردید، آنگاه خود پیر کامل می باشد.

۱۶. فقیر آن است که در ضبط حال خود، آن قدر درجۀ اعلی داشته باشد که به همراه توحید، دریا را هم نیوشد به طوری

که همسایهٔ او آگاه نگردد.

۱۷۔ ریاست و حکومت و پادشاهی بیشتر به کافران می رسد، پول و روپیه و پیسه، مال و اموال و متاع، به افسران و امیران و خدمتگاران نزدیک و تاجران و بازرگانان می رسد۔ و لیکن برای بندگان خداپرست و خدادوست، دانش و فرهنگ میراث است.

۱۸۔ ای درویش، آن چیزی را محبت مکن که ترا از خدا و رسول ﷺ دور می کند.

۱۹۔ هر کس پول و مال خود را در راه حق، تمام می کند، او در نامهٔ اعمال خود، کلمهٔ جهنم را پاک می گرداند

۲۰۔ مرشد یا پیر آن است که به رضایت و خواهش خویشتن می باشد، بر سنت حضرت رسول اکرم ﷺ خویشتن را می سازد. شیشهٔ دل مرشد آن قدر پاکیزه است که همه اخلاف و اوصاف نبوی ﷺ در آن جلوه گر می باشد.

۲۱۔ ولایت پیر برای مرید، و جمال او آن قدر اشتیاق آفرین و محبت آمیز باید باشد۔ که با عمل اندک یا بسیار، نیاز و مقصد او به سرعت نتیجه بخش گردد و به دست آید، و بر سوار می برق رفتار حضرت عشق نشسته، به زودی در مقام لاهوت یکسو گردد و بدانجا برسد.

۲۲۔ پرستش و عبادت خدا از همه عبادت ها بالاتر است. حضرت رسول الله ﷺ پیامبر او را و اهل بیت و صحابه او را و

عـزیزان او را، تا حد جنون و دیوانگی، عشق و محبت کردن است و او را در حـالات ظـاهـری و بـاطـنـی و قـلبی و روحی جای گزین کردن است.

۲۳. درویشی، نام سه چیز است: ترک طمع و آز کردن، و چیزی کـه می رسد، آن را باز نگردانیدن، آن چه می رسد جمع بکردن و نگاه نداشتن.

۲۴. هـر چیـزی کـه با محبت داده شده، فقر و وحشت هم داده شده، تا اینکه کسی فریفتهٔ این دنیا نگردد.

۲۵. رجایت الّهی فقط در آن دل، میسّر می شود، که در آن کدورت و دل شکستگی نباشد.

۲۶. چهار چیز همانند گوهر بسیار ارزش دارد:

اوّل: آن درویـش که خود را دولت مند و ثروتمند و بی نیاز ظاهر کند.

دوم: آن گـرسـنـه یـی کـه بـر شکم خالی خود، سیری ظاهر کند.

سـوم: آن غـمـزده و غمناک که خود را خوش و خرّم ظاهر کند.

چهـارم: آن کـه دشـمـنـی می کند، به او دوستی نشان دهد.

۲۷. شـکـم سیـری (شکم پر از غذا کردن) شش خرابی را شامل می شود:

اوّل: در عبادت دل بستگی نداشتن.

دوم: سخنان حکمت آمیز یاد نداشتن.

سوم: از مهربانی و شفقت محروم گردیدن.

چهارم: در خواهش های نفسانی اضافه شدن.

پنجم: پاخانه (آبریز گاه) آن قدر مهلت ندهد که در مسجد حاضر شود و عبادت کند.

ششم: در وظایف (نماز و دعا و سلام و صلوات) بار خاطر می شود.

۲۸. در محبت الٰهی سرشار شدن تا آنجایی که یک سجده بر درگاه الٰهی، از صدسال عبادت بالا تر می باشد.

حضرت سرور ارجمند گرامی m در نظر مشایخ و دانشمندان و خردمندان معاصر خود

۱ـ حضرت خواجه محمّد قمر الدین سیالوی m (سیال شریف):

☆ به یک نفر از مریدان معترض فرمود: "پیر کرم حسین، یک ولی الله کامل می باشد" (لمحات کرم، ص ۵۱۸).

☆ خلیفه دکتر امیر الدین فرمودند که "پیرِ تو و من از یکدیگر جدا نیستند، بلکه مانند یک جان و دو قالب می باشند. (لمحات کرم، ص ۵۲۰)

☆ خلیفه مولانا شیر محمّد فرمودند: "پیر تو شیخ المشایخ است" (لمحات کرم، ص ۵۲۰)

۲۔ حضرت پیر سیّد غلام محی الدّین گیلانی معروف به قبله بابو جی m (گولڑه شریف):

☆ حضرت سرور ارجمند گرامی m هر گاه که به گولڑه شریف می آمدند، حضرت بابو جی m ایشان را دیدار کرده می فرمودند: "امروز واقعاً سیّدما حسین پاک d کرم کرده است که پیر کرم حسین آمده اند (لمحات کرم، ص ۵۲۱)۔

۳۔ حضرت پیر سیّد اسرار حسین شاه بخاری m (سندهیلیانوالی شریف):

☆ به یک مرید خود میان احمد بخش فرمود که: "سندهیلیانوالی شریف دور است، مگّانی شریف که نزدیک است، پیش تو کرایهٔ رفتن و آمدن نیست، بنا بر این پیش پیر کرم حسین روانه شو، کرم حسین البتّه اسرار حسین است (لمحات کرم، ص ۵۲۱)۔

۴۔ حضرت ابو انیس محمد بر کت علی لدهیانوی m (دار الاحسان فیصل آباد):

☆ حضرت سرور ارجمند گرامی m، یک بار برای ملاقات ایشان، تشریف برده بودند. مدّت بسیاری جریان گفت و گو برقرار بود. در هنگام خدا حافظی، حضرت سرور ارجمند

گرامی m فرمودند: "برای من دعا کنید". ایشان m فرمودند: "ای آقا! من می بینم بزرگان سلسلۂ قادریّه، برزانوان شما جلوه افروز خواهند شد. بگو! من چگونه برای شما دعا کنم! ؟ "شما برای من دعا کنید. (لمحات کرم، ص ۵۲۱).

۵۔ حضرت پیر کرم شاه الازهری (بهیره شریف):

☆ "پیر محمّد کرم حسین m یک شخصیّت بزرگوار و در همۂ صفات حُسن خُلق و عرفان مشتمل بود. من مانند او اولیاء اللّٰه را بسیار کم دیده ام" (لمحات کرم، ص ۵۲۰)

۶۔ حضرت سیّد مستان شاه مدنی m

(قاسم بیله، مولتان):

☆ خلیفه پیر رفاقت علی شاه فرمودند: "در این زمان در دنیا، از حضرت کرم حسین m بالاتر هیچ ولی اللّٰه نیست". (لمحات کرم، ص ۵۳۵).

☆ میان سلطان محمود فرمودند "پیر کرم حسین بیمار نیست، بلکه مسائل و مشکلات بر دوش او سنگینی می کند. این مقدار مسائل و مشکلات، بر دوش او بودن، در این روز ها، هیچ کس تحمّل نتواند کرد". (لمحات کرم، ص ۵۳۶).

☆ یک مرتبه من (یعنی سیّد مستان شاه مدنی) در عالم کشف و شهود دیدم که حضرت مولانا جلال الدّین محمد بلخی رومی m و حضرت پیر کرم حسین m در حالت مراقبه رو به روی یکدیگر نشسته اند، و بر هر دوان انوار برکات نازل می

شد (زیارات ایران، از افتخار احمد حافظ قادری، ص ۱۵)

۷۔ حضرت سلطان غلام جیلانی m (سجّادہ نشین دربار حضرت سلطان باھو m):

☆ در خانقاہ مبارک حضرت سلطان باھو m یک بار حضرت سرور ارجمند گرامی m چند روز بہ سر بردند حضرت سجّادہ نشین آنجا، ھر روز پیش او می آمد و می فرمود: " حضرت سلطان العارفین سلطان باھو m در بارگاہ، از من دربارۂ جذاب عالی آگاھی می گیرد و دستور خدمت کردن دادہ است (لمحات کرم، ص ۵۲۸)۔

۸۔ حضرت پیر سیّد حبیب سلطان m (سجّادہ نشین دربار حضرت سلطان ھاتھیوان m):

☆ از فیض یافتگان خانوادۂ حضرت سلطان ھاتھیوان m دو شخصیت بزرگوار بسیار نمایان بودہ اند: اوّل: حضرت پیر سیّد قطب علی شاہ m آن گونہ کہ ما شنیدہ ایم۔ دوم: حضرت پیر کرم حسین m آن گونہ کہ ما دیدہ ایم "۔ (نوار ضبط صوت کہ در اختیار نویسندۂ این سطور است)۔

۹۔ حضرت آقای دکتر سلطان الطاف علی (دربار حضرت سلطان باھو m):

☆ " حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین قادری m بدون شکّ و تردید، یک ولی اللّٰہ صاحب کرامت بود۔ من

متوجّه شده ام که از وجود مبارک او، یک بیابان بی آب و علف و یک ناحیهٔ پسمانده و عقب افتاده، آبادان و خوشبخت و خوشحال شده است به جای نادانی، دانایی و دانش آورده اند از گام های با برکات یک ولی الله اینگونه جهان روشن شده است.
حضرت خواجه پیر کرم حسین m از عشق الٰهی سرشار می باشند و بدین جهت است که حالت ظاهری جسمانی ایشان، بنا بر قول حضرت سلطان العارفین سلطان باهو m:

پیکر صدق کمال باهو m بود
جسم لاغر، استخوان یا هو بود

پیکر لاغر ایشان مترادف صدق و کمال بود. اصولاً حضرت عشق در جسم و جان ایشان جای گزین بود. حال و مقام او همان بود که در حضرت مدنگانی شریف بود. احوال یک صاحب عشق را فهمیدن و دریافتن، باید به حالت توانایی او نگاه کنیم". (مجلهٔ آیینهٔ کرم، شماره ۸، ص ۳۶).

۱۰ـ حضرت آقای علّامه دکتر محمّد طاهر القادری (مؤسس ادارهٔ منهاج القرآن):

☆ درمیان اولیای بزرگوار، بیشتر حضرات گوشه نشینی را ترجیح می دهند. ولیکن درمیان آنان، چندنفر اشخاص اولو العزم نیز می باشند که علاوه بر یاد حق و توجه به درگاه باری تعالٰی، یک اخلاق و طبیعت کوشش و جوشش دارند. بدون تردید حضرت خواجهٔ خواجگان، حضرت پیر محمّد کرم حسین قدّس

سرّہ العزیز. همانند این گروه پاک دل می باشد". (مجلّه آیینهٔ کرم، حضور قبله عالم منگانوی m نمبر، ص ۱۳۹)

۱۱. حضرت آقای علّامه پیرزاده امداد حسین (بانی جامعة الکرم، برتیانیا):

☆ مربّی من، برادر من، و یک پیشوای بزرگوار سلسلهٔ قادریه حضرت پیر محمد کرم حسین m، دهکدهٔ شماره ۱۷۱، در منگانی، در زمین خود، یک خانهٔ کوچک ساخت. و به آنجا رهسپار شد. چند سال بعد همانجا ایشان یک آستانهٔ بزرگ سلسلهٔ قادریه بنا کردند. نسبت به نام و مقام ایشان. یک دهکدهٔ کوچک را، منگانی شریف می گویند، و از سرتاسر پاکستان از جای های مختلف، تعداد بسیار عقیدتمندان پیش ایشان می آیند و این سلسلهٔ آمدن همواره برقرار است. (زیارات ایران، از افتخار احمد حافظ قادری، ص ۲۱۲).

۱۲. حضرت پیر غلام غوث شاه بخاری m (دهڑ شریف):

☆ پیر کرم حسین را، ما هیچ گاه در دهڑ شریف ندیده بودیم او در تمام دوران شب، در کنار بالش پیر خود و در برابر سجّادهٔ او در حال گزاردن نوافل (نماز و دعا) بود. هر گاه برای عبادت کنندگان حساب و کتاب در آخرت باشد، پیش از همگان پیر کرم حسین است که روانهٔ بهشت می گردد. (لمحات کرم، ص ۵۴۲)

۱۳. حضرت آقای پیر محمد انوار حسین جلو آنوی

(جلو آنه شریف):

☆ "حضرت خواجه پیر محمّد کرم حسین حلمی القادری، برای سلسلۂ عالیۂ قادریه، قطبیه، شیریه یک چراغ روشن است، و یک گل بسیار خوشبو می باشد، چنان که درخشندگی و تابندگی و خوشبویی او، دل و جان و مغز و جسم یک جهان را منوّر و معطّر و معنبر ساخته است و ظاهر و باطن او آراسته و پیراسته و شایسته و بایسته و وارسته می باشد. او در بیابان بسیط جهان یک مدار نور می باشد. او خود مرکز، خود دایره، خود پرکار می باشد.

عالم علم شریعت بود و آن فعّال بود
واقف راه طریقت بود و آن افعال بود
کاشف حق و حقیقت بود و آن اخلاق بود
واصل انوار عرفان بود و آن احوال بود

او در تمام وجود کرم بود، و به صفات کریم متّصف بود. نام او با مسمّی بود از اسماء الٰهی بهره مند بود از اخلاق حق سود مند بود از محاسن محسن، نامش حسین بود از علوم علیم، عالم بود، به ذات پاک الٰهی واصل بود یعنی حضرت انسان کامل بود، خلاصه اینکه حضرت آقای خواجه m همه چیز را و همه کس را شامل بود، چنان که گفته اند:

او یکی از عاشقان نازنین و با محبّت شهریار

سر بہ سر مهدِ کرم بُود و با حقیقت همکدار
هم به انوار، هم به اشواق همچو گلدار بهار
هم به ابرار، هم به اقطاب، هم به اغوات یار غار

☆☆☆☆☆☆

شمع روشن بود و از عشق رسول ﷺ دامن کشان
همچنان ابر کرم m، انوار روشن جاودان
(مجلّهٔ آیینه کرم، حضور قبلهٔ عالم منگانوی m نمبر، ص ۱۲-۱۵)

۱۴۔ حضرت خواجه پیر حیدر شاه m

(کوٹله شریف منڈی بهاؤالدین)

"ایشان یک بار برای دیدار حضرت سرور ارجمند گرامی به منگانی شریف تشریف آورده بودند۔ آن حضرت m او را بسیار گرامی داشت و احترام گذاشت۔ امّا اندکی بعد بیرون آمدند و با درویشان دیدار کردند۔ حضرت او را بسیار اکرام فرمودند و در پیش درویشان فرمودند که: غوث وقت را دیدار کردیم و در پیش او نشستیم بسیار مهربانی کردند (لمحات کرم، ص ۵۳۰)۔

۱۵۔ حضرت آقای فقیر عبدالحمید (کلاچی شریف، دیره اسماعیل خان):

در یک نامه به نام نویسندهٔ این سطور نگاشته که: حضرت آقای پدر بزرگوار منگانوی شما، در فقر و عرفان و روحانیت و معنویت بالاترین و برترین شخصیت است۔ تا آنجایی که علمای آگاه و مشایخ بزرگ در احوال و آثار او بسیار تعریف و توصیف می

فرمایند (مجلّه آیینهٔ کرم، شماره ۲۷، ص ۴۷).

۱۶۔ شیخ التّفسیر علّامه حافظ محمد خان نوری (ریاست محترم دار العلوم محمّدیه غوثیه، بهیره شریف):

"بزرگ منشی و بزرگواری حضرت سرور ارجمند گرامی پیر محمد کرم حسین m را می بینم، معلوم می شود که ایشان در آسمان ولایت همانند ستاره های درخشان، روشنایی و دلگشایی می دهد. ایشان مانند شمس قسنیه، برای همگان و همگنان، آبرومندی و درخشندگی مدارهٔ نور دارند، مخصوصاً نظر کرم همچنان بزرگانی راه گم کردگان را به راه راست راهنمایی می فرمایند. بدین جهت هر لمحهٔ زندگی این بزرگواران بسیار ارزشمند است که همیشه باید به یاد داشته باشیم. در راستای به دست آوردن راهنمایی و در راهنمایی استوار و پای بر جا بودن، هم نشینی با نیکوکاران آن قدر سودمند و اثر بخش است که قرآن کریم و کلام اللّٰه در همه موارد آن را ضمانت کرده است (مجلّه آیینهٔ کرم، شمارهٔ ۱۸، ص ۳۶).

۱۷۔ جناب آقای اظهر لودهی (Pride Of Performance, Ex Consultant PN):

"مأموریت حضرت سرور ارجمند گرامی m، تبلیغ دین اسلام است و در این مأموریت گسترش و تبلیغ دین اسلام بسیار بزرگ است. ایشان تا آخرین نفس زندگی خود، در این کوشش و جوشش و جکو جهد مبارک، جامهٔ عمل بر تن داشتند

۔ ایشان در منگانی شریف ، مدرسهٔ دارالکرم غوثیه تأسیس کرده بودند که در آن نه فقط هزاران کودک و نوجوان را قرائت و حفظ قرآن فرایاد می دادند بلکه در آن منطقه جوانان و پیران و زنان را نیز نماز و قرآن کریم تعلیم می فرمودند و آنان در صوم و صلٰوۃ و قرآن آراسته و پیراسته می نمودند۔

حضرت سرور ارجمند گرامی m در طریق شریعت مطهره یک شخصیت بی مثال و نمونه بودند ، نه فقط در تمام زندگی خود به شریعت محمّدی ﷺ عمل می کردند ، بلکه درس صوم و صلٰوۃ و تقوی و پرهیز کاری و درستی و راستی به مریدان می دادند۔ ایشان در گسترش عشق و محبت برترین و بهترین مشعل تعلیم و تربیت بودند۔ واصل وجود مبارک خودش پیکر عشق و محبّت بودند و به دیگران نیز این عشق و محبت را درس می دادند۔ یک صاحبدل چقدر زیبا و نیکو فرموده است:

کَرَم این گونه آگاهی نباشد
نه مانند کرم شاهی نباشد
کَرَم بر من کَرَم بسیار می کرد
بیان کردن کرم راهی نباشد

(مجلّه آیینهٔ کرم ، حضور قبله عالم منگانوی m سیمینار ، شماره مخصوص ، ص ۲۷)

گلشن منگانیان معمور و آبادان شده

دکتر محمد حسین تسبیحی رہا ☆

گلشن منگانیان معمور و آبادان شده
لاله زاران، سبزه زاران شد گلستان کرم

جنگل و صحرا همه گلشن شده از بهر دین
پیر کرم شد قبله عالم سرو نازان کرم

مسجد و درگاه قبله عالم آمد فیض بخش
می رساند روشنی خورشید تابان کرم

آیت قرآن همواره می رسد بر گوش جان
گنبد و گلدسته اش الله گویان کرم

جام می نوشاد، همواره عاشقان منگانی
در سماع عارفانه مست مستان کرم

یا محمد ﷺ، یا علی شد هر که را ورد زبان
گنبد خضرا مجسم گشته در جان کرم

صوت احسن از قرائت های قرآن می رسد
بشنو ندای مؤمنان از لوح فرقان کرم

آستان منگانی چون عرش اعلا آمده
"قاب قوسین او ادنی" رهنمایان کرم

☆ دائرة المعارف بزرگ اسلامی، طهران (ایران)

عُرس پاک قبلہ عالم m در سماع و در خروش
رحمت و غفران حق از رسم قل خوان کرم m
مؤمنان در مدگانی روشنگر پیر کرم m
در نماز و در تهجّد عشق و بُرهان کرم m
جشن میلاد النّبی ﷺ نعت پاک مصطفیٰ ﷺ
وقت عُرس پیر کرم m دارد، نیستان کرم m
نغمۂ میلاد پیغمبر ﷺ شده جان و روان
آرزومندان درگاه کرم m آنِ کرم m
در تعاریف کتب بشنو همارہ حرف حق
خاصّه در حق و حقیقت کشف شایانِ کرم m
هر کسی دارد قلم در دست خود بهر کرم m
می نویسد حال و آثار جهاندانِ کرم m
راه مدگانی بود پوشیده از گل سر به سر
گوییا بوی گل خوشبوی گلدانِ کرم m
مهربانی آمده، برخاسته از مهرِ کرم m
نور فشان و گل فشان بر هر که دربانِ کرم m
قبله عالم پیر کرم m فارسی سروده شعر خوب
جملۂ درویشان ثنا خوان و سخندانِ کرم m
عارفان و سالکان مدگانی فارسی زبان
چون زبان فارسی شد حرف یارانِ کرم m
حج نموده پیر کرم m با عشق پاک مصطفیٰ ﷺ

هم تمتّع، عُمره و سعی صفا شانِ کرم m

در بقیع و در اُحُد دیده همه نورِ خدا

هر کجا اندر مدینه چشم گدانِ کرم m

مکّه و اندر طواف بوسیده او رنگ سیاه

آن حَجَر اَسود بود ز عرش حق جانِ کرم m

حجر اسمعیل و میزاب و حطیم کرده طواف

جان جانان پیر کرم m شد لطف و احسانِ کرم m

ایک این درگاه مکّانی مقدّس آمده

چون بود ز قبله عالم m سینه سوزانِ کرم m

عُرس پاک قبله عالم m هر زمان شد برقرار

قادری هما عاشقان آیند به آستانِ کرم m

در سماع و درس و بحث قادری ها شادمان

رقص بسمل می شود از بهر قُربانِ کرم m

این "رهاؔ" همواره خواهد جلوۀ لطفِ کرم m

شوق و ذوق شاعری دارم دعا خوانِ کرم m

برقِ جمالِ یار مرا سوختہ است

علامہ سراج الدین طورؔ نورانی ☆

برقِ جمالِ یار مرا سوختہ است
آن شرر در دلم اندوختہ است

پرسید مرا ذرئہ صحرائے وفا
درسِ جنون عشقِ تو آموختہ است

در عوض خال و عارض گیسو
جانم کہ بدست تو افروختہ است

داغِ دلم ہمچون نجوم و خورشید
تابندہ و افروختہ است

طورؔ دانم ز لطف پیرِ کرم m
چاکِ دامانِ جنون دوختہ است

☆سابق صدر شعبہ ادبیات فارسی، اُردو
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

نہاں ہو کر بھی یہ شانِ کرم m ہے

علامہ سراج الدین طور نورانی m ☆

نہاں ہو کر بھی یہ شانِ کرم m ہے
نظر ہے سب پہ فیضانِ کرم m ہے

سراپا عشق عنوانِ کرم m ہے
ادب بھی اب تو دربانِ کرم m ہے

یقین پختہ ، عمل پیہم ، محبت
بھی تقویٰ ہے عرفانِ کرم m ہے

خدا کا خوف اور عشقِ محمد ﷺ
بھی ہر اک کو فرمانِ کرم m ہے

بجز عشقِ نبی ﷺ دامن ہے خالی
سرِ محشر یہ سامانِ کرم m ہے

☆ سابق صدر شعبہ ادبیات فارسی، اُردو
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

نبی ﷺ کی آل پہ قربان سب کچھ
یہی تو جزوِ ایمانِ کرم m ہے

غلامیِ نبی ﷺ میں موت آئے
فقط اتنا ہی ارمانِ کرم m ہے

ہمارے عشق کا مسکن ہے سدرہ
قرینِ رب مگر جانِ کرم m ہے

مشامِ جان و دل سب کے معطر
شگفتہ باغِ ریحانِ کرم m ہے

سبھی کاسہ بکف ہیں اہلِ محفل
کشادہ کس قدر خوانِ کرم m ہے

مہک ہے طور جس کی چار جانب
یہ وہ شاداب بستانِ کرم m ہے

کرم حسین m سراپا کرم کا جلوہ تھے

صاحبزادہ ابوالحقائق محمد انوار حسین قادری☆

کرم حسین m سراپا کرم کا جلوہ تھے
مقامِ ذوقِ الٰہی کا خاص طغریٰ تھے

حسین آنکھیں حسین پلکیں اور حسین ابرو
حسین چہرہ حسین غازہ غمزہ تھے

تمام جلوے نظر آتے دیکھ کر اُن کو
وہ حُسنِ ذات کے جلوؤں کا ایک نقشہ تھے

ازل سے مست تھے بیخود تھے فانی و باقی
وہ خود ہی ساقی و بادۂ و مے و مینا تھے

وہ خود ہی اوّل و آخر تھے باطن و ظاہر
وہ خود ہی مرکز و پرکار اور دائرہ تھے

☆سجادہ نشین دربارِ عالیہ جلوآنوی m جلوآنہ شریف ضلع فیصل آباد

وہ آسمانِ ولایت کا قطب تارا تھے
وہ رنگِ عشق کی قوسِ قزح کا ہالہ تھے

مشامِ جانِ ولایت میں انکی تھی خوشبو
وہ غنچۂ دل و جاں میں گلِ شگفتہ تھے

وہ حسنِ دوست کی کتاب کے معلّم تھے
کتابِ عشق کا موضوع اور نسخہ تھے

وہ بولتے تھے تو قرآں کلام کرتا تھا
وہ اپنی ذات میں رحمٰن کا آئینہ تھے

وضو و غسل تھے وہ زاہدِ صد سالہ کے
نمازِ عشق کا رکوع اور سجدہ تھے

جبین ان کی تو سجدہ گہِ ملائک تھی
وہ اہلِ نظر کا قبلہ تھے اور کعبہ تھے

وہ ذاتِ پاک کے عاشق تھے حسنِ احمد ﷺ میں
جمالِ شیخ کے عارف تھے اور بینا تھے

وہ گلشنِ قطبیت کا اک گلِ لالہ
نگاہِ شیرِ محمد m کا وہ کرشمہ تھے

حضور سیّد سردار m نے کیا سردار
وہ گل محمد خواجہ m کے دل کا جذبہ تھے

وہ غیرِ حق نہ سمجھتے تھے ایک ذرّہ بھی
جہانِ عشق میں وہ نور کا مینارہ تھے

ملی ہے جس کو رفاقت کرمؔ منگانوی کی
نگاہِ شوق میں لاکھوں میں سب سے اعلیٰ تھے

وہ ایک راز تھے انوارؔ قادری جنکا
رُخِ حبیب سے پردہ نہیں وہ پردہ تھے

۱۴۱۱ھ

کرم سے آپ کے مظہر نے مظہری پائی

شاکر کنڈان☆

کرم سے آپ کے مظہر نے مظہری پائی
نگاہِ پاک سے طاہر نے طاہری پائی

رفاقتوں سے کوئی آپ کا رفیق ہوا
محبتوں سے بڑھے اور عاشقی پائی

کریم ذاتِ الٰہی ، کریم ذاتِ نبی ﷺ
کرم m نے بھی اسی نسبت سے روشنی پائی

کہاں پہ وجہِ مکانی کہاں پہ فکرِ زمن
فقیرِ دہر سے جنگل نے رہبری پائی

وہ بستیاں کہ جہاں علم کا گزر بھی نہ تھا
انہوں نے علم و عمل ، فکر و آگہی پائی

کرم m کے فیض سے کتنے ہی فیض یاب ہوئے
نہ جانے کتنے دلوں نے قلندری پائی

یہاں تلک کہ مجھ ایسے بے قرار نے بھی
عجیب کیف ، عجب رنگ و تازگی پائی

درِ کرم پہ رُکا تھا میں ایک دن شاکر
سو واں سے چین ملا اور شانتی پائی

☆پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا

قطب الارشاد، فرد الافراد حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی قادری m

جناب محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری☆

سالِ ولادت

۱۹۴۰ء	۱۳۵۹ھ
بالفاظ بحساب ابجد	بالفاظ بحساب ابجد
"خورشیدِ طریقتِ نبیءِ حق"	"حدائق فیضانِ ادبِ مصطفی"
"عظمتِ مسلکِ فقر"	"فروغِ بزمِ ادب طاب"
"خورشیدِ طریقتِ حبیب الاولیاء"	"ساقیءِ میخانۂ عرفانِ عبدہٗ"
"عکسِ عظمتِ فقر"	"احسن نقشِ معرفت"

سالِ وصال

۱۹۹۱ء	۱۴۱۱ھ
بالفاظ بحساب ابجد	بالفاظ بحساب ابجد
"خورشیدِ آسمانِ طریقت"	"چراغِ ایوان الحق"
"فروغِ جلوۂ بامِ حقیقت"	"شمس الشریعت"
"خورشیدِ جہانِ بصیرت علی"	"تنویرِ آفتابِ کرم"
	"آفتاب الفیوض"
	"بابِ استقامتِ اسرار"
	"محسنِ خدماتِ دینِ مصطفوی"
	"دنیائے ادب و اخلاص و صداقت"

☆علم الاعداد اور فنِ تاریخ گوئی کے حوالے سے نامور شاعر (اٹک)

قطعۂ تاریخ (سالِ وصال)

خاک کے پردے میں آخر کار پنہاں ہو گیا
ماہِ فلکِ عشق ، خورشیدِ جہانِ معرفت
وہ نمونہ تھا وقار و اعتبارِ فقر کا
نقشِ زیبا صدق کا ، تصویرِ شانِ معرفت
سالکانِ راہِ حق کی رہنمائی اُس نے کی
با تحمل ، پُر دم امیرِ کاروانِ معرفت
وہ جلیل القدر درویش و حقیقت آشنا
وہ عظیم المرتبت تھا نکتہ دانِ معرفت
دین کی تہذیب کی اقدار کا حصنِ حصین
وہ طریقت کا محافظ ، پاسبانِ معرفت
دعوت و ارشاد ، تلقین و نصیحت ، وعظ و ذکر
پُر اثر ذوق آفریں اُس کا بیانِ معرفت
کاملانِ عشق و مستی اُس کے ہیں احسان مند
اُس کے ممنونِ کرم نغمہ گرانِ معرفت
اِک مکرم عارفِ حق سے اُسے بیعت ملی
شہرِ منگانی زمیں پہ آسمانِ معرفت
اِس وطن کا افتخار و ناز اُس کا آستاں
حُسنِ ارضِ پاک اُس کا آستانِ معرفت
اُس کی تاریخِ وصال ، ہاتف نے فرمایا مجھے
کر رقم طارق ، " زجاجِ نورِ شانِ معرفت "

عُمر شریف ۵۲ سال (بحساب سنِ عیسوی) بالفاظ بحساب ابجد: "آوازِ ودادِ حبیب"

عُمر شریف ۵۳ سال (بحساب سنِ ہجری) بالفاظ بحساب ابجد: "زُہد ' یادِ حبیب"

"کرم حُسین"

الفاظ بحساب ابجد: ۳۸۸

دیگر الفاظ بحساب ابجد

"محاسنِ مُصطفیٰ" ۳۸۸

"حلۂ حُسنِ مُصطفیٰ" ۳۸۸

"زیبِ علمِ مُصطفیٰ" ۳۸۸

"جلوۂ آنِ دینِ مُصطفیٰ" ۳۸۸

"جمیلِ مجیدِ مُصطفیٰ" ۳۸۸

"جاہِ حبیبِ رسول اللہ" ۳۸۸

"تحیرِ حُسین" ۳۸۸

"صونِ حَسن وحُسین" ۳۸۸

"انوارِ بزمِ نبیِ حجاز" ۳۸۸

"اساسِ محفلِ حق" ۳۸۸

"شانِ آگاہی" ۳۸۸

"افادۂ لالِ دوراں" ۳۸۸

"وجیہِ جہانِ قادر" ۳۸۸

"وحیدِ عصر" ۳۸۸

"حصنِ حصینِ دینِ حق" ۳۸۸

"نورِ اسلام"	۳۸۸
"طیبِ گلوارِ مدینہ"	۳۸۸
"لازوال پیرِ زمان"	۳۸۸
"مجموعۂ اکمالِ اسلام"	۳۸۸
"پاکیزگیِ صدق و حسن"	۳۸۸
"جلائے پارسائی"	۳۸۸
"امینِ درد و سوز"	۳۸۸
"مصباحِ انجمنِ بقا"	۳۸۸
"صراطِ حبیب اللہ"	۳۸۸
"اُنس و جمال و کمال"	۳۸۸
"ہر دل عزیز آدمی"	۳۸۸

"منگانی شریف"

اعداد بحسابِ ابجد: ۷۱۱

دیگر الفاظ بحسابِ ابجد		دیگر الفاظ بحسابِ ابجد	
"جلوہ گاہِ رسالت"	۷۱۱	"اعجازِ محبتِ مصطفیٰ"	۷۱۱
"شمعِ قرآن"	۷۱۱	"بدرِ رسانِ صدیق"	۷۱۱
"یُمنِ دوراں"	۷۱۱	"حمودِ شانِ عمرؓ"	۷۱۱
"اوجِ نیرِ فلکِ عرفان"	۷۱۱	"یُمنِ عثمانؓ"	۷۱۱
"تعمیرِ نور"	۷۱۱	"تجلی زارِ علیؓ"	۷۱۱

محفلِ مرشد ہے ہم بگڑی بنانے آئے ہیں

جناب محمود قادری (راولپنڈی)

محفلِ مرشد ہے ہم بگڑی بنانے آئے ہیں
پیر کرم حسین محمود رضیہ سے ہم لو لگانے آئے ہیں

غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا کرم ہے فیض اِن کا عام ہے
ہم درِ سرکار پہ جھولی پھیلانے آئے ہیں

شاہ رفاقت پیر کے مرشد کی محفلِ پاک ہے
ہم یہاں اپنا مقدر آزمانے آئے ہیں

آئے حافظ گل محمد رحمۃ اللہ علیہ اور تجی سردار شاہ رحمۃ اللہ علیہ
گل جہاں کے اولیاء رنگت چڑھانے آئے ہیں

آگئے شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ قطب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہاتھیوان
ویڑوی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بھی محفل سجانے آئے ہیں

ہیں تجی سلطاں میرے ہادی میرے کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ
اِن کی چوکھٹ پاک پہ ہم سر جھکانے آئے ہیں

ظاہر و مظہر تجی ہیں در حقیقت کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ
یہ تو شیرن پاک رحمۃ اللہ علیہ کی مہریں لگانے آئے ہیں

آئے ہیں مولا علی علیہ السلام غوثِ جلی رضی اللہ عنہ ہندالولی رحمۃ اللہ علیہ
رحمت اللعالمین ﷺ رحمت لٹانے آئے ہیں

حضرتِ صابر علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ اور بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ
اور نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی جلوہ دکھانے آئے ہیں

عام ہے اِن کا کرم محمؔود خاص و عام پہ
ہم یہاں فکرِ جہاں کو بھول جانے آئے ہیں

مُرشدِ کامل میری سرکار کرم حسین m ہیں

جناب محمؔود قادری (راولپنڈی)

مُرشدِ کامل میری سرکار کرم حسین m ہیں
بے کس و لاچار کے غمخوار کرم حسین m ہیں

ہیں وَلی باصفا اور کرم کے سلطان ہیں
خاص شیرن پاک m کے شاہکار کرم حسین m ہیں

ہیں سخی ابنِ سخی اور ہیں وَلی ابنِ وَلی
پیرِ سیّد شاہ سردار m کرم حسین m ہیں

اِن کے حامی ہیں جناب غوث h اور مولا علی h
گُل محمد m پیر کے دِلدار کرم حسین m ہیں

شاہ رفاقت پہ کرم ہے خاص کرم حسین m کا
اِن کے مرشد پاک اور سردار کرم حسین m ہیں

سب پہ کرتے ہیں کرم پنجتن کا اِن پہ ہے کرم
جن کا ہوتا ہے کرم ہر بار کرم حسین m ہیں

اولیاء و اَصفیا میں اِن کا ہے اعلیٰ مقام
اپنے تو والی و مددگار کرم حسین m ہیں

ہم کو ہو جائے عطا صدقہ شاہِ سردار m کا
ہیں ولی بھی جن کے طلبگار کرم حسین m ہیں

مانگنے والوں پہ ہر دم کرم اِن کا عام ہے
خاص سخیوں میں سخی سرکار کرم حسین m ہیں

اِن کا منگتا اِن کا بندہ قادری محمودؔ ہے
یہ سخی سُلطاں میری سرکار کرم حسین m ہیں

آزاد نظم (پیر منگانی شریف)

ظفر احمد پوری (ابنِ کبیر انور جعفری مرحوم)

ہے جہاں میں پیر کامل پیر منگانی شریف
کرماں والے m کرم کردے پیر منگانی شریف

تیرے جلوے ، تیرے سائے ہیں ہر سو عالیجاہ
تیرا رتبہ ہے انوکھا پیر منگانی شریف

تیرا روضہ بھی چمکتا ہے ہمیشہ دُور سے
تا ابد نکھرا ہے جلوہ پیر منگانی شریف

وِرد کرتا ہوں جہاں میں پیر مولا یا علی h
ذکر تیرا کرماں والے m پیر منگانی شریف

قبلہ عالم m پیرِ کامل راہنمائی ہے تیری
اس گدا کی جھولی بھردے پیر منگانی شریف

ہے یہ دعویٰ بھی ظفر کا کرماں والے m ہو کرم
مدح کو تیرا ہمیشہ پیر منگانی شریف

کتاب "لمحاتِ کرم"

پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی ☆

کتاب "لمحاتِ کرم" کے مطالعہ سے میرے اوقاتِ الم میں صبر و شکر و یکسوئی کی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین قادری m بلاشبہ ایک صاحبِ کرامت ولی اللہ تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُن کے وجود سے ایک ویران و پسماندہ علاقہ آباد و خوشحال ہو گیا۔ جہالت کی بجائے فراست اور علم نے لے لی ہے۔ ولی اللہ کے قدموں کی برکات سے اسی طرح ایک جہان روشن ہو جاتا ہے۔

پیر محمد طاہر حسین قادری نے بڑی محنت سے اس کتاب کو مرتب کر کے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ذمہ دار خلف الرشید ہونے کا حق ادا کیا ہے۔ انہوں نے ابتدا میں علوی اور اعوان قبیلہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے وفات تک کے اہم حالات کو انہوں نے قلم بند کیا ہے۔ اُن کے معاصرین، خلفاء و احباب کا ذکر خیر بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ اُن ایام کی اہم شخصیات اور بعض پیرانِ طریقت کا احوال بھی ملتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عشقِ الٰہی سے سرشار رہتے تھے اور اسی لحاظ سے اُن کی ظاہری جسمانی حالت بقول حضرت سلطان العارفین سلطان باہو m

تن تھیں ماس جدا ہویا ھو   سوکھ جلارے ہڈیاں ھو

کے مترادف پیکرِ صدق و کمال تھے۔ دراصل حضرتِ عشق جس پر بھی چھا گیا اُس کا حال و مقام وہی ہوتا ہے جیسے حضرتِ منگانی شریف کا تھا۔ ایک صاحبِ عشق کے احوال کو سمجھنا ہو تو ان کا حال دیکھ لیں۔ یہ کتاب اسلام کے علمی و ارفع روحانی عقائد میں لکھی گئی ہے اور بریان اتحاد و اصلاحِ مسلمین کے لئے مفید ہے۔ اس میں اسلام کی آفاقیت اور مردِ مومن کے توکل و اتقاء سے بھی آگہی ہوتی ہے۔

☆ سابق چانسلر کوئٹہ یونیورسٹی

لمحاتِ کرم

پیر سید غلام صمدانی قادری گیلانی ☆

پہلے ڈھونڈ کسی مردِ حق کا آشیانہ
پھر پلٹ کر رکھ دے زمانہ

"لمحاتِ کرم" کی صورت میں محترم برادرم پیر محمد طاہر حسین زیدہ مجدہٗ نے ایک نادرو نایاب تالیف کو منصہ شہود پر لا کر ایک بار پھر جہاں ہماری شادمانیوں میں اضافہ کیا وہاں ہمیں ایمانی حرارت کی تازگی بھی عطا کی۔

"لمحاتِ کرم" درحقیقت پیر صاحب کی وہ سعی مسلسل ہے جو انکی خالصتاً تخلیقی و تحقیقی کاوش کا نتیجہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پیر صاحب کی اپنے اسلاف کے ساتھ گہری محبت ہے جو پیر صاحب کو اِن پاک طینت ہستیوں کے شب و روز کھنگھالنے میں لگائے رکھتی ہے۔ اور یہ جہدِ مسلسل وابستگان کے لیے نئے نئے جہاں متعارف کرانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر صاحب کا خلوص و دیانت اور اپنے آباء کے ساتھ عمیق وابستگی طلبگانِ شوق و معرفت کی تشنگی کیلئے سیرابی اور تشفی کا باعث بنتی ہے۔

☆ سجادہ نشین آستانہ عالیہ کھوہ پاک شریف (اوکاڑہ)

مجھے "لمحاتِ کرم" دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی ہے ۔اس کتاب کے چیدہ چیدہ اوراق کے مطالعہ سے میں یقینِ کامل کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پیر صاحب نے جس دیانت اور عرق ریزی سے اپنے اسلاف کی زندگیوں کے مخفی گوشوں کو واشگاف کر کے راہِ معرفت کے کام کو نہ صرف آسان کیا ہے بلکہ راہبری کا فریضہ بھی ادا کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس بے راہ روی کے دور میں اگر ان پاک طینت ہستیوں کی زندگیوں کو اپنایا جائے تو کوئی شک نہیں کہ ہم اپنی گمشدہ منزلوں کو پھر سے پائیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ پیر صاحب نے اس بوالہوسی کے دور میں اس کتاب کو تالیف کر کے منزلِ شوق کو ہمارے لیے آسان کیا ہے۔اللہ تعالیٰ پیر صاحب اور آپ کے معاونین خاص طور پر پیر سید رفاقت علی شاہ کاظمی قادری کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کاروانِ شوق کو منزلِ حق کے عظیم زینوں کو طے کر کے معرفت کے اسرار و رموز کو پانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہِ پاک میں انکی کاوشِ مسلسل کو توشۂ آخرت بنائے اور جملہ وابستگان کے لیے ذریعہ معرفت بنائے۔

آمین بجاہِ حرمتِ سید المرسلین ﷺ

"لمحاتِ کرم" میری نظر میں

علامہ حافظ محمد خان نوری ابدالوی ☆

علم کی اشاعت وترویج کے ذرائع بے شمار ہیں اور انفارمیشن ٹیکنالوجی نے تو اس میدان میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔لیکن آج بھی قلم کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔اسی کی بدولت صدیوں پرانی تصانیف ہم تک پہنچی ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں علوم کی ترقی یافتہ صورت بھی قلم کی مرہونِ منّت ہے۔قلم نہ صرف تبلیغِ علوم کا ذریعہ ہے بلکہ اس کی حفاظت کا سبب بھی ہے۔اس مبارکباد کے مستحق ہیں حضرت صاحبزادہ ابوالحسن محمد طاہر حسین قادری صاحب جنہوں نے اپنے والدِ بزرگوار حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف لمحات کو قلمبند کیا ہے۔اپنی اس تصنیف لطیف کو انہوں نے "لمحاتِ کرم" کے نام سے موسوم کیا ہے۔یہ کتاب گوناں گوں خوبیوں کی حامل ہے۔اگر ہم حضور قبلہ پیر محمد کرم حسین m کی شخصیت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ آسمانِ ولایت کے درخشندہ ستارے کی حیثیت سے جگمگا رہے ہیں ۔آپ جیسے نفوسِ قدسیہ عوام الناس کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔بالخصوص ہزاروں گم کردہ راہ آپ جیسے بزرگوں کی نظرِ کرم سے صراطِ مستقیم پر چلنے لگتے ہیں۔لہٰذا ان لوگوں کی زندگی کا ہر لمحہ اس قابل ہوتا ہے کہ اُس کو یاد رکھا جائے۔حصولِ ہدایت کے سلسلہ میں اور پھر ہدایت پر ثابت قدم رہنے کے لئے صحبتِ صالحین ایسا موثر طریقہ ہے جس کی ضمانت خود رب کا قرآن دیتا ہے مگر جو لوگ براہِ راست صحبتِ صالحین سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتے اُن کے لئے ان اللہ والوں کا ذکر بھی دل کی دنیا بدل دینے کی طاقت رکھتا ہے۔اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ محترم صاحبزادہ محمد طاہر حسین صاحب نے قبلہ حضرت صاحبؒ m کی زندگی کے لمحات کو بذریعہ قلم محفوظ کر کے

☆وائس پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

ان لوگوں پر احسانِ عظیم فرمایا ہے جو براہِ راست آپ سے فیض حاصل نہیں کر سکے۔عموماً ہوتا یوں ہے کہ جذباتِ عقیدت سے مغلوب ہو کر مریدین اپنے پیر و مرشد کے اوصاف بیان کرتے وقت حقیقت کو نظر انداز کر جاتے ہیں اور مبالغہ آرائی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جو اوصاف مرشد میں نہیں ہوتے ان کا تذکرہ بھی بڑے فخریہ انداز میں کیا جاتا ہے۔اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ مدح سرائی کرتے ہوئے دوسرے بزرگوں کے ساتھ موازنہ یہ طرز اختیار کر جاتا ہے کہ دوسروں کے کمالات کی نفی ہی اپنے پیر و مرشد کی تعریف و توصیف ٹھہرتی ہے۔یہ بات قطعاً قابلِ قبول نہیں ۔اس حوالے سے اگر ہم "لمحاتِ کرم" کا مطالعہ کریں تو یہ بات انتہائی خوش آئند ہے کہ جناب مصنف نے تحریر میں حقیقت کا دامن نہیں چھوڑا اور اصولِ روایت کے مطابق تحقیق و تفحص کو پیشِ نظر رکھا ہے۔یہی وہ خوبی ہے جو ان کی اس تصنیف کو مستند اور معتبر بنا دیتی ہے۔

"لمحاتِ کرم" کے مطالعہ سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ مصنف نے محض صفحات کو بھرنے اور خانہ پُری سے ہی کام نہیں لیا بلکہ محنتِ شاقہ سے اس تصنیف کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔خاندانی پس منظر بیان کرتے ہوئے آباؤ اجداد کے احوال کے ضمن میں ایک وسیع تاریخی ریکارڈ بھی مہیا کیا ہے۔جو اس کتاب کے معیاری ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

موجودہ دور میں جبکہ اخلاق باختگی کے سینکڑوں ذرائع ہیں،الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا بے حیائی اور عریانی و فحاشی کی اشاعت کیلئے اپنے سارے ذرائع استعمال کر رہا ہے۔ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ صوفیائے کرام کی پاکیزہ زندگیوں کو مشعلِ راہ بنایا جائے۔اس کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ ہم اپنی تحریر و تقریر،تدریس اور تبلیغ کے دیگر ذرائع میں صوفیائے کرام کا تذکرہ کرتے رہیں۔اس حوالے سے "لمحاتِ کرم" احیائے تصوف میں بھی اہم کردار ادا کر رہی ہے۔جس کے لئے اس کتاب کے مصنف محترم جناب صاحبزادہ محمد طاہر حسین صاحب کی خدمات کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ اس نوجوان مصنف کو عمر خضر عطا فرمائے۔اور ان سے اپنے دینِ متین کی خدمت کا مزید کام لے۔آمین ثم آمین

"لمحاتِ کرم" مصنّف جناب پیر محمد طاہر حسین صاحب

مفتی نصیر الدین نصیر الحسنی ☆

سوانح حیات حضرت قبلہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری رحمۃ اللہ علیہ از اول تا آخر پڑھنے کا شرف حاصل ہُوا۔ محترم مصنف نے سوانح حیات کا حق ادا کیا ہے۔ خاندانی پسِ منظر اور آباؤ اجداد سے لیکر پیدائش تک اور پھر پیدائش سے تا دمِ واپسی ہر ہر گوشہ حیات پر بحث کرنا کوئی آسان کام نہیں یہ کام وہی لوگ سر انجام دے سکتے ہیں جو رمز شناس ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقت شناس بھی ہوں۔ زیرِ تبصرہ "لمحاتِ کرم" ایک ایسا سنہری کارنامہ ہے۔ جس کا ہر باب ایک مستقل موضوع اور پوری کتاب ہے۔ ہر باب کے متعلق تمام جزئیات پر بحث کر کے ذہن کی انجمن میں موجود تمام باتوں کو الفاظ کا زیور پہنا کر زینتِ قرطاس بنا دیا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف جوں جوں قلم چلاتے گئے حضور پیر محمد کرم حسین m کا دفتر وسیع ہوتا چلا گیا۔ وقت کی تنگ دامانی کی طنابیں کشادہ ہوتی چلی گئیں۔ مصنف کی سچی طلب اور جذب پے دروں سے دیکھتے ہی دیکھتے ایک ضخیم کتاب تیار ہو گئی۔

۱)۔ کتاب کیا ہے ؟

☆ معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ ☆ سالکین و مریدین کے لئے ایک مرشدِ کامل ہے۔ ☆ وابستگانِ سلسلہ کے لئے سکونِ قلب کا سرمایہ ہے۔ ☆ عامۃ الناس کے لئے انتخابِ مرشد کے لئے مکمل رہنمائی ہے۔ ☆ ولایت اور ولی کو قصہ ماضی کہنے والوں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ ☆ آستانوں میں تغیر و تبدل کے دور میں ایک نورانی قندیل ہے۔ ☆ بد عقیدگی و بد مذہبی کی کالی گھٹاؤں میں ایک مینارۂ نور ہے۔ ☆ خانقاہوں کے بدلے ہوئے ماحول میں ایک

☆ مہتمم جامعہ سلطانیہ (شور کوٹ شہر)

رسم تعمیری ہے۔☆ خانقاہی نظام کی بحالی کی طرف ایک مؤثر قدم ہے۔☆ ملتِ اسلامیہ کی عظمتِ رفتہ کا ایک زریں باب ہے۔☆ دنیا کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لئے فکرِ آخرت ہے۔☆ محققین وعلماء کے لئے ایک مستند ماخذ ہے۔☆ تحقیق وریسرچ کے میدان میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔☆ سلسلہ طریقت کے شجرۂ طیبہ میں ایک حسین گلدستہ ہے۔☆ اہلِ محبت کے چمن میں ایک انمول پھول ہے۔

۲)۔کتاب کیا ہے ؟

☆ خزاں کے موسم میں داستانِ گلاب ہے۔☆ مشامِ جاں کے لئے ایک عطرِ نایاب ہے۔

کاغذ کے پھولوں سے خوشبو کا نہ آنا تو مسلّم ہے لیکن اگر کاغذ پر پاکیزہ تصورات کو الفاظ کے موتیوں میں پھول بنا کر پیش کئے جائیں تو خلوص کی خوشبو ضرور آتی ہے۔یہی خلوص ووفا تصوف کی اساس ہے۔یہی طریقت کی اصل ہے۔یہی شریعت کی معراج ہے۔یہی کمالِ انسانیت ہے۔یہی وہ چیز ہے جو آج کل جنسِ نایاب ہے۔خلوص ووفا ہی سے آستانوں کا بھرم ہے۔خلوص ووفا کے ذریعے ہی آدمی کے گلشنِ توحید میں بہار آتی ہے۔خلوص ووفا وہ مقدس ذوات ہیں جن کی قوت کو شیطان لعین نے بھی تسلیم کیا ہے۔اور کہا لا غوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین ''میں تمام لوگوں کو گمراہ کروں گا مگر جو تیرے پیکرِ اخلاص بندے ہیں اُن پر میرا داؤ نہیں چلے گا''۔گویا خلوص ووفا اتنی بڑی طاقت ہے کہ جس کے سامنے شیطانِ لعین بھی ہتھیار ڈال دیتا ہے۔یہی قوت اولیائے کرام کی طاقت کا اصل سرچشمہ ہے۔اہلِ تصوف نے ہر دور میں مادی وسائل کی بجائے خلوص کو ہی اصل قوت سمجھا ہے۔ظاہری وسائل اور مادی سامانِ حرب کے ذریعے فلک بوس قلعے تو فتح کئے جا سکتے ہیں،شاہانہ جاہ وجلال اور لاؤ لشکر سے لوگوں کے سر تو جھکائے جا سکتے ہیں،لیکن قلوب واذہان کو صرف اور صرف خلوص کی قوت سے ہی فتح کیا جا سکتا ہے۔

مسلم فاتحین نے خداداد قوت سے کفر کے ایوانوں پر اسلام کے جھنڈے تو لہرا دیئے لیکن دلوں پر صبغۃ اللہ کا رنگ چڑھانے والے اولیائے کرام ہی ہیں۔ظاہری وسائل سے

ظاہراً انقلاب آتا ہے اور باطنی عوامل سے باطن میں انقلاب آتا ہے۔ اسلام کی حقیقت بھی باطنی انقلاب ہے۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ان اللہ لا ینظر الیٰ صورکم واعمالکم ولٰکن ینظر الیٰ قلوبکم و نیاتکم "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور ظاہری اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے"۔

حضرتِ امام غزالیؒ متوفی ۵۰۵ھ نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "کیمیائے سعادت" کی ابتدا میں کئی فصلوں پر مشتمل بحث کی ہے۔ جس کا تعلق دل سے ہے۔ آپ ؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی انسان صفاءِ قلب کے ذریعے اپنے من کی صفائی کر لیتا ہے تو پھر اس کے دل کو یہ قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ ایک لحظہ میں فرش سے عرش تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ایک ہی لحظہ میں شرق سے مغرب تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ایسا شخص ہر چیز کی حقیقت کو جانتا ہے۔ اور تمام مخلوق اس کے لئے مسخر کر دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ہاتھی، اونٹ، گھوڑے اس کے تابع فرماں ہو جاتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس کے دل میں روشن دان ہوتا ہے۔ جس سے تمام عالم کے محسوسات کو دیکھتا ہے۔

دل اور لوحِ محفوظ

امام غزالیؒ نے دل کو مثلِ آئینہ قرار دیا ہے۔ اور لوحِ محفوظ بھی مثلِ آئینہ ہے۔ اور تمام اشیاء کی صورتیں لوحِ محفوظ میں نقش ہیں۔ جیسے ایک شیشہ کے سامنے دوسرا شیشہ رکھا جائے تو پہلے شیشہ کی تمام صورتوں کا نقش دوسرے میں منعکس ہو جاتا ہے۔ اور اس شیشہ کی تمام صورتیں اس میں نظر آتی ہیں۔ اسی طرح جب دل صاف و شفاف ہو جائے تو اس میں لوحِ محفوظ کی ساری عبارت کا عکس نظر آ جاتا ہے۔ اور جو کچھ لوحِ محفوظ میں ہے۔ وہ بندۂ مومن کے دل میں ہوتا ہے۔

امام غزالیؒ کے اس فرمان سے بہت سارے اختلافات ختم کئے جا سکتے ہیں۔ آج کل کچھ لوگ روحانیت سے خالی اور لکیر کے فقیر ہیں۔ وہ لوگ جب کسی درویشِ کامل کی

کرامت سُنتے ہیں تو سیخ پا ہو کر طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو شرک تک کے فتوے جڑ دیتے ہیں۔ اور تو اور ان لوگوں کے خشک قلم سے عصمتِ نبوت ﷺ بھی محفوظ نہیں رہ سکی۔ انہوں نے نبی پاک ﷺ کے علمِ غیب کا صرف اس لئے انکار کیا ہے کہ انہوں نے ذاتِ نبوت ﷺ کو بھی اپنے اوپر قیاس کر لیا ہے۔ اے کاش کہ وہ لوگ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ان عبارات کو پڑھیں اور فتویٰ بازی کے ذریعے ان کی عظمت گھٹانے سے باز آ جائیں اور ان کی خداداد عظمت کے قائل ہو کر دنیا و آخرت میں سُرخروئی حاصل کریں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات سے مسئلہ علمِ غیب بھی حل ہو گیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں لوحِ محفوظ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین "ہر خشک و تر کا بیان کتابِ مبین (لوحِ محفوظ) میں ہے"۔ یعنی کائنات کی کوئی شے ایسی نہیں کہ جس کا ذکر لوحِ محفوظ میں نہ ہو۔ بلکہ یہ لوگ بھی بلا جھجک یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ یہ چیز لوحِ محفوظ میں ہے۔ جب عام مومن کا دل صاف مثلِ آئینہ ہو جائے تو اس میں لوحِ محفوظ کی ساری عبارت کا عکس آ جاتا ہے تو پھر کیا گمان ہے کہ قلبِ مصطفےٰ ﷺ سے بڑھ کر بھی کسی کا دل صاف و مزکیٰ ہو سکتا ہے؟ اس قلبِ مبارک میں تو لوحِ محفوظ سمیت ساری کائنات کی وسعتیں سما جاتی ہیں۔ جس دل کو اللہ تعالیٰ خود فرمائے الم نشرح لک صدرک۔ "کیا ہم نے آپ کے دل کو کشادہ نہ کیا"؟ یعنی ضرور کر دیا ہے۔ عام لوگوں کے دلوں کی کشادگی تو عبادت و ریاضت، مجاہدے، مراقبے، شب و روز کے ذکر و فکر کے بعد ہوتی ہے۔ جبکہ نبی پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے از خود وہبی و لدنی طور پر یہ مقام بلکہ اس سے لاکھوں گنا زیادہ عطا فرمایا ہے۔ پھر یہ عقیدہ کیوں نہ رکھا جائے۔

بقول اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

"لمحاتِ کرم" میں صاحب سوانح حیات حضرت قبلہ پیر محمد کرم حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق درج فرامین وارشادات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حضرتِ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے ہر قدم شریعت محمدی علی صاحبہا التحیات کو مقدم رکھا ہے۔ کسی بھی بات اور کسی بھی معاملہ میں اپنی رائے یا مشائخ میں مروج کسی رسم پر چلنے کی بجائے محبوبِ حقیقی کی اداؤں اور رسموں سے پیار کیا ہے۔ ذاتی پسند، نا پسند پر عمل کے بجائے محبوب کردگار کی پسند اور نا پسند کو اپنی حقیقت میں آنکھوں کا سرمہ بنایا ہے۔ اس کی پہلی جھلک "لمحاتِ کرم" صفحہ ۱۶۲ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ جس میں سجدہ تعظیمی کی ممانعت فرماتے ہوئے وصیت فرمائی کہ "کبھی کسی سے سجدہ نہ کروانا اگر کوئی کہے کہ آپ کے مشائخ میں سجدہ تعظیمی جائز تھا تو صرف اتنا کہنا کہ بھائی! نہ اب وہ سجدہ کرنے والے رہے اور نہ سجدہ کرانے والے رہے"۔ حضرتِ اقدس کا یہ فرمان دیکھنے میں تو چند سطور پر مشتمل ہے لیکن حقیقت شناس لوگوں سے اس کی قدر و قیمت پوچھیں کہ یہ سطریں اپنے اندر کس قدر حقائق و معارف کا سمندر چھپائے ہوئے ہیں۔ آپ کے اس فرمان سے شریعت محمدی علی صاحبہا التحیات کا تحفظ بھی ہوا۔ اور بعض مشائخ جن کے سامنے (صرف صورتاً نہ کہ حقیقتاً) سجدہ تعظیمی ہوتا تھا۔ ان کی ذواتِ مقدسہ کو تنقید و تشنیع سے بھی مطعون نہ ہونے دیا۔ اللہ اکبر یہ کس قدر حُسنِ ادب ہے۔ کس قدر خوبصورت نظریہ ہے۔ اے کاش کہ موجودہ دور کے مجوزین سجدہ تعظیمی حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان پر عمل پیرا ہو کر شرک کے عمیق گڑھے میں گرنے سے محفوظ رہتے۔ "لمحاتِ کرم" صفحہ ۱۶۲ پر بھی حضرتِ والا کا صاحب سجادہ حضرت پیر محمد مظہر حسین صاحب کو چار باتوں کی وصیت کا تذکرہ ہے جو یہ ہیں۔

۱۔ میری قبر کے سامنے کسی کو سجدہ نہ کرنے دینا۔ ۲۔ کسی سے کچھ نہ مانگنا۔

۳۔ کسی عورت کو اپنے پاؤں نہ چھونے دینا۔ ۴۔ مصلٰے کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

ان باتوں میں ہر بات ایسا موتی ہے۔ جس کے ضمن میں حقائق کا ایک بحر خواص موجزن ہے۔ اب ہم یہ مرحلہ وار تبصرہ کرتے ہیں۔

پہلا فرمان:

"میری قبر کے سامنے کسی کو سجدہ نہ کرنے دینا" ۔محترم قارئینِ کرام! اگر وقت آپ کو کچھ مہلت دے دیتا ہے تو یہ فرمان ایک مرتبہ پھر پڑھئیں۔اس کے ہر ہر لفظ پر غور کریں کہ حضرتِ والا علیہ الرحمہ نے نہ صرف اپنی مزارِ اقدس کے سامنے سجدہ سے منع کیا بلکہ آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا کسی کو سجدہ نہ کرنے دینا یعنی صاحبِ سجادہ کو پابند بنا دیا ہے کہ وہ کسی جاہل مرید کو سجدہ ہرگز نہ کرنے دیں گویا کہ حضرتِ والا علیہ الرحمہ نے صاحبانِ سجادہ پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے کہ وہ تعظیمی سجدہ جیسی خلافِ شرع رسموں کو روک دیں اور مریدین کی تربیت اصولِ شرع کے مطابق کریں۔آج کل جب کچھ جہلاء یہ کام کرتے ہیں تو اس سے پورے مسلک کی بدنامی ہوتی ہے اور جہلاء کی وجہ سے شرفاء کی پگڑیاں اُچھالی جاتی ہیں ۔ ہمارے مسلک میں جب سجدہ خود حضور ﷺ کی ذاتِ مقدس کو جائز نہیں تو دوسرے کے لئے کیا گنجائش ہے؟ حضرتِ مُلا علی قاری علیہ الرحمہ نے اپنی معروفِ زمانہ کتاب مرقات شرح مشکوۃ جلد چہارم صفحہ ۳۱۳ پر ایک حدیثِ مبارکہ نقل فرمائی ہے کہ "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن (کے گورنر بن کر گئے اور پھر وہاں) سے واپس آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا اے معاذ رضی اللہ عنہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ میں نے یمن میں یہود و نصاریٰ کو اپنے بڑوں کے لئے اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔اور وہ کہتے ہیں کہ یہ انبیائے کرام کی تعلیمات میں سے ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا یہود و نصاریٰ جھوٹ بولتے ہیں۔اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ غیر خدا کے لئے سجدہ کرے تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

دوسرا فرمان:

"کسی سے کچھ نہ مانگنا" ۔یہ فرمان بھی آستانوں کی عظمتِ رفعہ کا سبب ہے۔آج کل مخالفین کا بڑا اعتراض بھی یہی ہے کہ پیری مریدی درحقیقت حصولِ زر اور مال و دولت اکٹھا کرنے کا دھندہ ہے۔ایسے میں حضرت قبلہ عالم منگانویؒ کا یہ فرمان معترضین کے منہ پر طمانچہ

ہے۔الحمد للہ ہم نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ آستانہ عالیہ منگانی شریف کے پیرانِ عظام تو کجا وہاں کے وابستگان میں سے بھی کسی کو مریدین سے مانگتے ہوئے نہیں دیکھا۔ہم نے وہاں کے پیرانِ کرام کو دیتے ہوئے دیکھا ہے، لیتے ہوئے نہیں دیکھا۔اعراس وغیرہ کی محافل میں تو اِن حضرات کی سخاوت سے حقیقتاً حضور پیر محمد کرم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وآبائہ) کا مظاہرہ نظر آتا ہے۔اِدھر سے محفل میں کسی عالم یا نعت خواں کے منہ سے کوئی ایسا جملہ نکلا جس سے خوشبوئے یار آتی ہے تو بس اُدھر سے نوٹوں کی بارش شروع ہوگئی۔ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پیرانِ کرام کے ہاتھ غیب کے بینک میں ہیں۔جس سے پیسے نکال نکال کر محبوبِ حقیقی کے کام پر وار رہے ہیں۔یہ منظر کسی بھی مجلس کے حاضر باش سے پوشیدہ نہیں۔

تیسرا فرمان:

"کسی عورت کو اپنے پاؤں نہ چھونے نہ دینا"۔یہ فرمان بھی، "شریعت دے دروازے اُچے" کا عظیم الشان مظہر ہے۔آستانوں پر مرد وزن کا اختلاط، عورتوں کا بے حجاب پیروں کے پاس آنا جانا اور ان کا نعوذ باللہ غیر محرم عورتوں سے جسمانی خدمت کرانا یہ ایک ایسا زہر آلود ہتھیار ہے جس کو مخالفین تصوف واہلِ تصوف سے نفرت دلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔اور ہماری نئی نسل بھی سب سے زیادہ اس بات پر شکوہ کناں نظر آرہی ہے۔اے کاش کہ مشائخ کرام کی اولاد حضرت قبلہ عالم منگانویؒ m کے اس فرمان پر بھی عمل کر کے امت کی کشتی کو گرداب سے نکال دیں۔

چوتھا فرمان:

"مصلّٰی کو ہرگز نہ چھوڑنا"۔اس فرمان پر تو طریقت وتصوف کی پوری عمارت قائم ہے۔آج کے دور میں مشاہدہ ہے کہ مشائخ کی اولاد منکرات سے قریب اور مصلّٰی سے دور ہوتی جارہی ہے۔معروف آستانوں کے سجادگان مصلائے امامت کو اجنبی چیز سمجھتے ہیں۔حالانکہ حقیقت میں پیری مریدی منبر ومصلائے رسول ﷺ کی وراثت ہی کا نام ہے۔جب اصل

مالک ہی اپنا منصب چھوڑ دیں تو اس مصلّی کا نااہل اور کاروباری افراد کے ہاتھ آجانا کوئی جائے تعجب نہیں ہے۔ حد سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ منگانی شریف کے سجادہ نشین امامت و خطابت کے فرائض خود سرانجام دیتے ہیں۔

میں اپنی اس تحریر کے ذریعے صاحب سجادہ حضرت قبلہ پیر محمد مظہر حسین حنفی القادری دامت برکاتہم العالیہ سے مؤدبانہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ حضرت قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان فرامین کو نمایاں حروف میں کندہ کر کے بڑے بڑے بورڈوں کی صورت میں آستانہ شریف کی زینت بنا دیں۔ تا کہ یہ کام مخالفین کے خلاف ایک ثبوت اور محبین کے لئے ایک قیمتی دستاویز بن جائے۔ اور پھر پورے ملک میں لوگ اس کی اتباع کرتے ہوئے اپنے اپنے آستانوں پر یہ رسم ایجاد کر دیں گے۔ جس کا سہرہ منگانی شریف کے سر ہوگا۔ "لمحاتِ کرم" کے صفحہ ۲۰۵ پر ایک اور اہم مسئلہ تصویر و فوٹو سازی کا درج ہے کہ حضرت قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فوٹو بازی کو بھی ناپسند فرمایا ہے۔ گو کہ موجودہ دور میں تصویر سازی ایک ضرورت بن چکی ہے، اس کے بغیر بھی ایک قدم نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ لیکن اس کو بطور ضرورت قبول کیا جائے نہ کہ بطور فیشن۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو اھون البلیتین کہتے ہیں۔ ویسے بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ تصویر کی بجائے تصورِ شیخ پر زور دیا جائے۔ جب تصورِ شیخ پختہ ہو جائے تو انسان اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ عیاناً و ظاہراً پیر کی شکل سامنے آجائے۔ بقول شاعر

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

"لمحاتِ کرم" کے صفحہ ۲۲۵ پر درسِ ادب کے نام سے درگاہِ مرشد کے کتوں کے ادب کا تذکرہ ہے۔ اس قسم کے واقعات اکثر مشائخ کے تذکرہ میں ملتے ہیں۔ ظاہر بین لوگ اس کو کچھ اور رنگ دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت بین لوگ جانتے ہیں کہ یہ ادب کسی کتے وغیرہ کا نہیں۔ بلکہ یہ نسبتِ کمال کا ادب ہے۔ اصل مقصود اپنے مرشد سے منسوب ہر چیز سے قلبی لگاؤ اور محبت کا درس ہے

۔جیسا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ شہزادہ قیس المعروف مجنوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

پائے سگ بوسیدہ مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بُود
ایں سگِ در کوئے لیلیٰ گاہے گاہے رفتہ بُود

''مجنوں نے کتے کے پاؤں چوم کر کہا اس کو لیلیٰ سے نسبت ہو گئی ہے۔ کہ یہ کبھی کبھی اس کی گلیوں کے چکر لگاتا ہے''۔ اسی نسبت کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ غوثیت رضی اللہ عنہ میں فرمایا:

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

حضور قبلہ عالم منگانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کے نام سے صفحہ ۲۶۲ پر ایک باب ہے۔ جس میں حضرت والا m کی طرف سے یہ تلقین کی گئی ہے کہ مدارِ نجات صرف اور صرف عقیدہ اہلِ سنت وجماعت ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہر چیز سے بڑھ کر حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی سے محبت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ سے منسوب تمام اصحاب کرام وآل وعترتِ رسول ﷺ سے بھی محبت کرتے ہیں۔ یہ اصلی وحقیقی، حنفی سنی کی پہچان ہے۔ اس عقیدہ میں نہ افراط ہے نہ تفریط بلکہ پیر کے لئے شرط بھی یہی ہے کہ اس کا عقیدہ درست ہو۔ یعنی اہلِ سنت وجماعت سے تعلق رکھتا ہو۔ اگر اس کے عقائد ایسے نہیں بلکہ نام نہاد پیر ہے اور حضور ﷺ کی خداداد عظمت ومعجزات کا انکار کرے یا ان کو اپنی مثل بتائے یا آپکے خداداد علمِ غیب کا انکار کرے یا آپ ﷺ کے مقدس اصحاب میں سے کسی سے بغض رکھے۔ خصوصاً حضرات خلفاء الراشدین وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے یا آلِ رسول ﷺ خصوصاً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وسیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہم یا اہلِ بیت نبوت، ازواج مطہرات سے بغض وعداوت رکھے یا ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنائے۔ تو ایسے شخص سے بیعت کرنا حرام ہے۔ اور نا جائز ہے۔ اور ایسے لوگوں سے اجتناب ضروری ہے۔ حضرت قبلہء عالم رحمۃ اللہ علیہ کے گھریلو ماحول کے متعلق ''لمحاتِ کرم'' صفحہ ۴۷۸ پر حضور مائی صاحبہ کا اپنی بہوؤں کے ساتھ کمالِ شفقت کا

تذکرہ کیا گیا ہے کہ یہاں (منگانی شریف) ساس اور بہو کا رشتہ ماں، بیٹی کی طرح ہے۔اس قدر باہمی پیار وایثار موجود ہے۔یہ بات بھی یقیناً نادرالوجود ہے۔آج کل بڑے معروف آستانوں کے اندرونی ماحول صرف گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے ناگفتہ بہ ہیں۔لیکن یہاں حضور پیر محمد کرم حسین مدظلہ کے صدقے گھریلو نظام ایک مثالی نظام کی حیثیت رکھتا ہے۔الحمدللہ حضرتِ اقدس کے صاحبزادگان کو بھی یہی پیار ومحبت اور شفقت وایثار ودیعت ہو چکا ہے۔تمام بھائیوں کا آپس میں پیار ومحبت وشفقت وایثار اور پھر مریدین کے ساتھ شفقت ایک بہترین روحانی انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔

اسی پیار ومحبت کا صلہ ہے کہ آستانہ عالیہ منگانی شریف کو مختصر ترین عرصہ میں چار چاند لگ گئے ہیں۔اور سینکڑوں سال جدوجہد کے بعد جو مقام کسی آستانہ کو حاصل ہوتا ہے وہ مقام منگانی شریف کو صرف چند سال میں حاصل ہو چکا ہے۔

داموا اللہ واقامہا بل زادھا شرفا و عزا و کرامتو فیضا و برکتا آمین

بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین

”لمحاتِ کرم اُتّے ہِک جھاتی“

پروفیسر عبدالباسط بھٹی☆

جیندوں جیندوں انسان تہذیبی پندھ شروع کیتے اُنویں اُنویں خدا دے کجھ اَجھے بندے وی دنیا اُتے آئے جنہاں راہ بُھلیے لوکاں کوں سِدھا رستہ ڈکھایا۔ گل لایا تے چنگی حیاتی گذارن دا درس ڈتا۔ پون سٹ اِنسان جنگلاں اِچ جانوراں وانگوں حیاتی گزریندا ہا۔ ول اوں رڑھ راکھی سکھی، وستیاں آباد کیتیاں، گھر بنائے تے اِنسانی تہذیبی عمل شروع تھیا۔ اِنسانی زندگی دی تاریخ اَجھے وڈے لوکاں دے حالات نال بھری پئی اے جنہاں اِنسان اِنساناں کوں بھرا بھری، رل وَسن تے محبت دا درس ڈتا تے ول ساری حیاتی او تاریخ دا روشن حصہ بن گئے۔ دنیا دے ہر مذہب اِنسان نال محبت کرن دا درس ڈتے۔ ول جڈاں اسلام آیا تاں اِنسانی حیاتی ہِک نویں راہ رستے اُتے ٹُری۔ حضور اکرم ﷺ ہِک اَجھے معاشرے اِچ تشریف گھن آئے جتھاں جہالت زوراں اُتے ہئی۔ لوک اپنیاں دھریں کوں جمدے جیندا جاگدا پور ڈیندے ہن۔ نبی سوہݨے ﷺ اِنھاں ساریاں برائیاں دے خلاف جہاد کیتا۔ قبائلی معاشرے اپنیاں رسماں ریتاں تے وَس اِچ بہوں کراڑے ہوندن۔ اُنہاں کوں جڈاں وی سدھا رستہ ڈکھایا ویندا تاں او آہدے ”کیا ساڈے وڈ وڈیرے تے بزرگ کوڑے ہن“ پر نبی سوہݨے ﷺ محبت، خلوص تے اپنے سوہݨے عمل نال اُنہاں کوں زندگی گذارن دا درس ڈتا۔ تے ول ڈیہدے ڈیہدے او معاشرہ جیڑھا جانوراں دی زندگی گزریندا ہا اپنیاں دھیاں کوں اپنے ہتھاں نال پور ڈیندا ہا او ساری دنیا کیتے راہبر تے راہنما بن گیا۔ قبائلی دشمنی جیڑھی نسل در نسل ٹُردی پئی ہئی گھٹ تھی گئی۔ نبی سوہݨے ﷺ سبھ توں زیادہ زور تعلیم اُتے ڈتا۔ آپ ﷺ فرمایا ”علم حاصل کرو بھانویں تہاکوں چین کیوں نہ ونجنا پووے“۔

☆اسسٹنٹ پروفیسر بہاؤالدین زکریہ یونیورسٹی، ملتان

حضور اکرم ﷺ دے ایں فرمان تے لوکاں علم دی خاطر لمبے لمبے پندھ کیتے تے ول او دوروں آیا جو اندلس توں ہندوستان تئیں، عرب توں افریقہ تئیں اسلام دا پرچم سر بلند تھیا۔ حضور اکرم ﷺ دے وصال دے بعد اُنہاں دے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ول تابعیاں تے ول تبہ تابعیاں بچ دے ایں پروگرام کوں اگوں تے ٹوریا۔ نبی سوہنے ﷺ دے وصال دے بعد ساڈی تاریخ بہوں غوطے کھادے۔ اُموئیہ دا دور ول عباسیاں دا دور جتھاں خون آشامی دی تاریخ ہے اُتھاں وڈے وڈے علماء تے حق سچ آلا ون آلے ہمیشہ ظلم دے خلاف لڑدے رہ گئے۔

ایں تنڈ ھے پدھر (برصغیر) دی تاریخ وہ علماء دے سوہنے کماں کاراں نال بھری ہوئی اے۔ ول انسان جینویں جینویں مادی ترقی کریندا گیا او نداحرص تے طمع وَدھدا گیا۔ ایندے ساکوں بن بدھن دا کم اولیاء کرام کیتے خاص طور تے صوفیاء کرام بغیر مذہب دی تفریق کیتے حق سچ تے محبت دے پیغام کوں اگوں تے ٹورئیے۔ ساڈے وسیب اِچ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی، حضرت جلال الدین سرخ پوش بخاری، مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت محکم الدین سیرانی n، تے ڈوجھے سینکڑیں لوکاں ہلوکاں کوں پیار محبت دا درس ڈتا۔ ول صوفی شعرا ایں تحریک کوں اگوں تے ٹوریا۔ حضرت شاہ حسین، حضرت بابا بلھے شاہ، حضرت علی حیدر ملتانی، حضرت مولوی لطف علی بہاولپوری n پیار محبت دی راند رسائی تے آکھیا

ہر جاہ ذات پنل دی   عاشق چان یقین

اِنہاں صوفیاء کرام مسجد، مندر، کوو نو رڈھے، محبت دا درس ڈتے، رل وسن دی تعلیم عام کیتی ہے۔ ایہا وجہ ہے جو اَج وی سرائیکی وسیب محبت دا سلسلہ ٹوری کھڑے۔ انویں تا سارا سرائیکی وسیب صوفیاء کرام نال بھریا پئے پر اُوچ شریف، ملتان تے جھنگ ہمیشہ وڈے مرکز رہ گن۔

اساں وڈے وڈے بزرگاں دے حالات زندگی پڑھیں، ملفوظات ڈٹھن، اُنہاں ہمیشہ انسان نال محبت دا درس ڈتے۔ ہن گالھ ایہہ ہے جو کیا اَج وی دنیا اُتے اجھے لوک موجود ہن میں سمجھداں بالکل ہن۔ ایں ویلے میڈے سامنے حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m

دی حیاتی بارے لکھی کتاب ''لمحات کرم'' میڈے سامنے ہے جیکوں اُنہاں دے پتر جیون جوگے ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری سائیں سانبھ سنبھالیے تے اپنے پیروکاراں کیتے سئیں پیر محمد کرم حسین m دیاں تعلیمات، حیاتی تے گذر گذران کوں نشابر کیتے ۔انویں تا سارے ملک اِچ فرقہ واریت دا زہر کھنڈیا ہوئے پر ایں سلسلے جھنگ اِچ ایہ زہر کجھ زیادہ رہ گئے ۔ایجھے حالات اِچ ہک صوفی دی زندگی اللہ دی ہک وڈی نعمت ہئی ۔اُنہاں دا ایں جہان توں پردہ پاونجن ڈکھ دی گالھ ہے ۔سیانے آہدن چنگے لوکاں دی اولاد وی چنگی ہوندی اے ۔ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری ہک چنگے تے فرمانبردار پتر دا نمونہ کم کیتے جیڑھا کوئی ڈو جہانہ کر سگدا ہا ۔اساں بہوں سارے صوفیاء کرام دے ملفوظات پڑھیں جیڑھے اُنہاں دے خلفاء تحریر کیتے، پر ہک پتر دا اپنے پیو ڈاڈے دے حالات لکھن پور جیسے کوں محفوظ کرن ہک وڈا اعزاز ہے ۔جیندے سال خلق خدا تے عاشقاں حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کوں فیض ملسی ۔انجھاں سوہنا کم ہک سوہنا بندہ کر سگدا ہا تے او سوہنا بندہ ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری اے ۔تاں ساڈے وسیب اِچ آج وہ بہوں سارے سجادہ نشین ہن، بہوں ساریاں درگاہیں ہیں، اُنہاں دیاں اولاداں اپنے وڈوڈیریاں بارے کتنا کم کیتے ایہ کم ہر بندے دا کائی نہ ہر بندے دے نصیب اِچ ہوندے ۔سئیں ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری سئیں ڈاڈھے سوہنے طریقے تے تفصیل نال اپنے بابا سئیں دے حالات، کرامات، اٹھن بہن تے روز دیہاڑی دے معمولات کوں قلم بند کیتے ۔میکوں جو جیلے سئیں ثمر عباس براج ''لمحاتِ کرم'' بارے لکھن کیتے آکھے تاں میں عرض کیتی یار براج صاحبا! میں بیکار تے ناکارہ بندہ ہک ولی وقت بارے کیا لکھ سگداں پر جیڑھ جیلے میں کتاب شروع کیتی ہے تاں آسانی تھیاں کاش میں ہک ولی دی زیارت کیتی ہوندی ۔انویں تاں کتاب دا ہک ہک صفحہ موتی جڑیا ہویا ہے، پر میکوں جیڑھی شئے متاثر کیتے او فقیر دی شاعری اے ۔ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری سئیں لکھدن

''حضور قبلہ عالم منگانوی m اپنے ابتدائی دور اِچ مشائخ دی سنت مبارکہ اُتے عمل کریندے ہوئے شعروشاعری نال خب سک رکھندے تے اپنیاں قلبی کیفیات دے اظہار دا

ذریعہ مجھدے حضور اُردو، پنجابی تے فارسی ترے زباناں اِچ طبع آزمائی کیتی اے"

اُنہاں دی شاعری عشق رسول ﷺ اِچ پڑی ہوئی ہے۔ اِتھاں ہِک گالھ مَیں عرض کریساں جو جھنگ دی زبان سرائیکی ہے پنجابی نی۔ انویں تاں ساریاں زباناں سوہنیاں ہِن پر جھنگوی لہجہ بالکل سرائیکی اے۔ اللہ جانے جھنگ آلے مارکہ تے خود ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری ہئیں اینکوں پنجابی لکھیئے حالانکہ تاریخی طور تے اُچ شریف، ملتان تے جھنگ نے جغرافیائی طور تے وی ہِک ڈو جھاں گنڈھے ہوئے ہِن۔

صوفی شعراء ہمیشہ اپنی شاعری کوں ہِک طاقتور ہتھیار دے طور تے اِستعمال کیتے تے حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m وی اپنے بزرگاں دی روایت کوں اگوں تے ٹوریئے۔ انہاں توں پہلے وی بزرگاں اپنی ماں بولی کوں اظہار دا ذریعہ بنائے تے آپ ہوریں وی او ہو رستہ اختیار کیتے۔ کیوں جو شاعری ہِک طاقتور ہتھیار ہے تے ایہ سدھی عوام دے دِلاں اِچ گھر وچ کریندی اے۔ ہِک لمبے عرصے بعد ہِک صوفی شاعر دی شاعری پڑھن کوں ملی اے۔ دِل ڈاڈھا خوش تھئے۔ او ہو ساگی انداز جو ہا صوفیاء کرام دا رہ گئے۔ ہِک حمد شریف دے اشعار ڈیکھو

سب تعریفاں لائق اُسنوں جیندی کل خدائی
ذات منزہ پاک منظم زمین اسماناں شاہی
ہے رحمٰن رحیم حقیقی مالک ون جزائی
لا معبود ہے اللہ سوہنا ہور شریک نہ کائی
چوداں طبق اشارے اندر سرجے سرجن ہارے
بجون ہزار اٹھاراں ہوئی اندر اک پکارے
رنگ برنگے جسم بنائے قسم تے اِسم نیارے
نوری ناری خاکی آبی بادی رُوپ سنگھارے
ہر نوں ہر دے شکم برابر رزق پچاندا پورا

قدر کپڑے پتھر اندر دیوے چاول پچورا

ایہہ کجھ شعر بالکل ہوں رنگ دے ہن جیہڑھا ساڈے اسلاف دا طریقہ رہ گئے۔

حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m اُتے وی اللہ سئیں دا وڈا کرم رہ گئے تے جواپنے وڈ وڈیریاں دے قدم اُتے ٹردے ہوئے پندھ کریندے تے خلقِ خدا کوں سِدھا رستہ ڈکھیندے رہ گئے۔ پیر سئیں لکدے بہوں ساری شاعری کیتی ہوی پر "لمحاتِ کرم" اِچ ہک حمد، ہک نعت، ہک نصیحت نامہ، منازل تصورِ شیخ تے ہک کافی شامل ہے۔

برصغیر خاص طور تے سندھ وادی اِچ "کافی" صوفیاء کرام دے اظہار دا وڈا ذریعہ رہ گئی اے۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی m دی وائی، حضرت چَل سرمست، حضرت حمل فقیر، حضرت شاہ حسین، بابا بُلھے شاہ تے حضرت خواجہ غلام فرید n اپنی کافی دے ذریعے تبلیغ تے تعلیم دا رستہ ڈکھائے تے حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m سئیں وی او ہو رستہ چنئے۔ اُمید ہے سئیں ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری پیر سئیں دا سارا کلام کول پھول تے کٹھا کر تے اج چھپوئیس ایند ے سال نہ چھڑا ادبی حلقیاں اِچ بلکہ عام لوکائی دا وی فائدہ تھیسی۔ برصغیر دے صوفیاء کول ایہو ہکو طاقتور ہتھیار ہا جیڑھا دِلاں کوں موم کر ڈیندا ہے۔ ایہا وجہ ہے جو لوک آج وی حضرت شاہ حسین، بابا بُلھے شاہ تے حضرت خواجہ غلام فرید n دی کافی پڑھ سلک سلوک دے رستے اُتے ٹردن۔ "لمحاتِ کرم" اِچ ہک ادھوری کافی درج ہے جیڑھی اپنی بلاغت قدیم بزرگاں دے رنگ نال رنگی ہوئی ہے۔ میکوں ایندے اچوں حضرت خواجہ غلام فرید سئیں m دا رنگ نظر آندے ملاحظہ فرماؤ

سن بے پرواہا محبوبا تیری یاد ستاندی ہر ویلے

دل جان نوں چین آرام نہیں اکھ نیر وہاندی ہر ویلے

لایا تیں سنگ نیڑا مر مر کے

لکھ خطاں ترلے کر کر کے
اگ ہجر دی اندر سڑ سڑ کے
رہی جگر جلاندی ہر ویلے
سن بے پرواہا محبوبا تیری یاد ستاندی ہر ویلے
تئیں باجھ نہیوں کوئی ہور میرا
سنگ ساتھ رہیا نہیوں مجبور میرا
توہیں مان تران تے زور میرا
تیرا درد پکاندی ہر ویلے
سن بے پرواہا محبوبا تیری یاد ستاندی ہر ویلے
نبھے سال واگوں دن رین میرا
بناں دید دے سکھ نہ چین میرا
وچ ہجر دے کرم حسینؔ تیرا
رکھے سول سرہاندی ہر ویلے
سن بے پرواہا محبوبا تیری یاد ستاندی ہر ویلے

حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m سئیں دی کافی پڑھ سندھ پوندی اے جو آپ کیویں سچے عاشق رسول ہن اور فنا فی الرسول دے درجے تئیں پہنچے ہوئے ہن۔ کافی دا ہک ہک مصرعہ اپنے اندر روڈی جھلک رکھیندے۔ حضرت پیر محمد کرم حسین m سئیں فرماۓ "لایا تئیں سنگ نیڑا مر مر کے"۔ ہن "نیڑا" لاون یعنی عشق کرن، محبت کرن ڈاڈھا اوکھا کم ہے۔ اتھاں میکوں حضرت خواجہ غلام فرید m سئیں دی ہک کافی یاد آندی پئی ہے جیندے اچ "نیڑا لاون" بارے سئیں ہوریں فرماۓ

نیڑا لانون ، حال ونجاون مُفت پور پراۓ

بھے کھانڈی، سچھے ساڈھی — لڈی چا بھر ماۓ
کرن شکایت سنگیاں سیّاں — گلوے حق ہماۓ
عار، ویار، پچار کریندے — سڑے کا بیچ چاۓ
سس نناناں کرم بکھیڑے — روز بروز سواۓ

"لمحاتِ کرم" ہک ایجھے صوفی دی کتھا ہے جنہیں اپنے وڈو وڈیریاں وانگوں انسان نال محبت کرن دا درس ڈتے ۔آج آپ ترا پی دے دور اچ جیڑھلے اِنساناں دے سر اُتے فرقہ واریت سوار ہے،لوک ہک منٹ اچ ڈوجھے کوں کافر قرار ڈے دے تے آپکوں وڈا مسلمان سمجھدن ایجھے صوفیا،دی فکر دی لوڑ پوندی اے حضرت پیر محمد کرم حسین m

سئیں وی ہک ایجھے صوفی ہن جنہاں دے روزمرہ دے احوالات ایں گالھ دی ڈس ڈیندن جو صوفی فکر کوں عام کیتا ونجے ۔میں سمجھداں سئیں ابو الحسن پیر محمد طاہر حسین قادری "لمحاتِ کرم" دے ذریعے ساکوں ہک ایجھی سوکھڑی وان کیتی اے جیڑھی ساکوں اِنساناں نال محبت کرن تے سدھے رستے اُتے ٹرن دا درس ڈیندی اے ۔میکوں خوشی ہے جو سئیں ثمر عباس براج ساکوں جھنگ دے ہک ایجھے صوفی دا سونہاں کیتے جیڑھا نہ صرف جھنگ بلکہ سارے سرائیکی وسیب دا مان ہے ۔

آج دے ایجھے بارود دی دور اچ جداں فضا اچ اِنسانی ماس تے خون دی بو ہے صوفی فکر ساکوں سدھے رستے تے ٹور سگدی ہے ۔کیوں جو صوفی کہیں فرقے دی نئیں بلکہ اِنسانیت دی گالھ کریندے تے ایہو اِسلام دا سنیہا ہے ۔حضرت پیر محمد کرم حسین حنفی القادری mاِس رستے دے راہی ہن ۔

فاش فریدؔ ایہہ وعظ سناتوں — عالم، جاہل، شاہ گدا کوں
جے کوئی چاہے فقر فنا کوں — اپنے آپکوں کوڑے

تبصرہ کتاب "لمحاتِ کرم"

شاکر کنڈان☆

سہ ماہی عقیدت، شمارہ مارچ 2007ء

کتاب کا نام: لمحاتِ کرم (سوانح)

نام مصنف : ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری

سن اشاعت: 2006ء

ناشر : قادریہ آرگنائزیشن دربار کرم طاہر آباد منگانی شریف ضلع جھنگ

اے طالبانِ شوق چلو کوچۂ اسرار
سایہ فگن جہاں پہ میرے پیر کے انوار
خاصانِ الٰہی میں جو ممتاز و مکرم
اس منبع عرفاں کا منگانی میں ہے دربار

منگانی شریف ضلع جھنگ میں ایک دیہات ہے۔ جو حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین حنفی القادری m کے دربارِ عالیہ کے باعث زمانے میں جانا اور پہچانا جاتا ہے۔

حضرت پیر محمد کرم حسین m ایک صاحب طریقت و شریعت بزرگ تھے۔ جنہوں نے ساری زندگی رشد و ہدایت اور خدمتِ اسلام میں گزاری اور بعد از وفات بھی آپ کے دربارِ مقدس اور سلسلۂ عالیہ سے لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔ لمحاتِ کرم حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین m کی سوانح حیات ہے جو پیر محمد طاہر حسین قادری مدظلہ العالی نے بڑی عرق ریزی اور شب و روز کی محنت سے رقم کی ہے۔

☆پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا

پیر محمد طاہر حسین اس وقت اپنی حیاتِ مستعار کے تیس سال گزار چکے ہیں۔ جن میں سے پندرہ سال حضورِ عالی مقام حضرت پیر محمد کرم حسین m کے سائے میں گزارے اور ان پندرہ سالوں میں جہاں آپ نے اُن سے بہت کچھ سیکھا وہاں ایک ایک پل اور ایک ایک لمحے کا بھرپور مشاہدہ کیا۔ یہی وہ عمر ہوتی ہے جو انسان کے سیکھنے سمجھنے اور کچھ بننے کی ہوتی ہے۔ اور اس عمر میں اگر شخصیت ہو پیر محمد طاہر حسین جیسی اور سایہ شفقت و محبت میسر آئے خواجہ پیر محمد کرم حسین m جیسے نابغہ روزگار ہستی کا جن کا پل پل اللہ کی رضا میں بسر ہوا تو پھر کیا ہی کہنے۔

بہر حال پندرہ سال کے مشاہدے اور پھر پندرہ سال حضور قبلہ عالم پیر محمد کرم حسین m کے یارانِ طریقت احباب گرامی اور مریدین و اہلِ خانہ سے اُن کے بارے اخذ و معلوم کرنے میں گزارے، یوں 30 سالہ ریاضت "لمحاتِ کرم" کی صورت ہمارے سامنے آئی۔

حضرت پیر محمد کرم حسین m کا سلسلہ فقر و طریقت چالیس کڑیوں کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوتا ہوا سید الکونین رسول الثقلین خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت ابوالقاسم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔

"لمحاتِ کرم" میں کیا ہے، یہ دو چار فقروں یا دو چار صفحات میں بیان نہیں کیا جا سکتا اور اگر اپنی کم علمی کا بھرم رکھنا چاہیں تو شاید یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک سوانح عمری ہے۔ بالکل عام سوانح عمریوں کی طرح، لیکن نہیں ایسا نہیں ــــ اس میں پیر محمد طاہر حسین صاحب کا مشاہدہ، اُن کا مطالعہ، تاریخ سے آپ کا شغف، اُن کی ریاضت فقہا اور علماء کے علاوہ عام شخصیات سے ملاقاتوں کا نتیجہ۔ اُن کا تجربہ اور علمی و قلمی محنت کے علاوہ اُن کی محبت، خلوص، حضور قبلہ عالم پیر محمد کرم حسین m سے اُنس، اُن کے فیض کا اثر اور اُن کی اپنی شخصیت کا پرتو یعنی بہت کچھ جسے آپ لہو جلا کر یہ چراغ روشن کرنے اور رکھنے کا نام دے سکتے ہیں۔

حضرت پیر محمد کرم حسین m، صاحبِ کتاب کے مرشدِ کامل، رہبر اور پیرِ طریقت ہی نہیں بلکہ والد گرامی بھی ہیں اور یوں ایک ایسی مقتدر ہستی جس سے عقیدت کا تعلق بھی ہو اور نسبی بھی

،اس کے بارے کچھ لکھنا بہت ہی ذمہ داری کا اور مشکل کام ہوتا ہے۔لیکن اس مشکل کام کو مبنی بر صداقت اور جانب دار ہوتے ہوئے بھی غیر جانب دارانہ طور پر آپ نے باحسن نبھایا اور مکمل کیا۔
پیر محمد طاہر حسین اس ضمن میں رقمطراز ہیں:
"میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ہر واقعہ اور کرامت کو من وعن لکھا جائے تا کہ اس میں مبالغے کا شائبہ نہ ہو"

جناب ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری نے اپنی تیس سالہ عمر کو یوں ہی نہیں گزارا بلکہ اسے استعمال کیا ہے۔اور اتنی کم عمری میں جہاں اُن کی دیگر کئی کتب تصوف و شریعت و طریقت کے حوالے سے شائع ہو چکی ہیں وہاں اپنے والدِ ماجد اور پیر و مرشد خواجہ پیر محمد کرم حسین m کے بارے اِس ضخیم کتاب "لمحاتِ کرم" کے علاوہ تنویر الاسرار مع اورادِ قادریہ، فیضانِ کرم (قدیم)، آئینۂ کرم جو کہ آپ کا باقاعدگی سے شائع ہونے والا پرچہ ہے اُس کا حضور قبلۂ عالم منگانوی m نمبر، فیضانِ کرم (جدید)، ابرِ کرم اور سیمینار نمبر وغیرہ بھی شائع ہو چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ کرے کہ آپ کا یہ سلسلۂ قلم وہدایت یونہی جاری رہے اور لوگ اس سے مستفید ہوتے رہیں۔آمین

ھوالقادر

پیر سید افضال حسین شاہ گیلانی قادری ☆

مخلص وگرامی، پیر طاہر حسین صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم! تاخیر سے جواب لکھتے ہوئے انتہائی ندامت ہے۔معذرت پیش کرنا بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔بس آپ کی فراخ دلی سے توقع رکھتا ہوں!! آپ ایک قلم مزدور کی معروفیت سے تو بخوبی آگاہی رکھتے ہوں گے؟ بس یہی میرا عذر ہے!

"لمحاتِ کرم" واقعی میرے لئے "اعزازِ کرم" ہے۔کتاب کی ظاہری وجاہت ہی نظر افروز اور دلکش ہے اور "مرتب" کے حسنِ ذوق کا اعلیٰ شاہپارہ ہے۔مؤلف ومصنف کے لئے اتنا کہوں گا کہ

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

محترم الیہ! اپنی شبانہ روز معروفیت کے باوجود آپ کی تصنیفِ لطیف کا مطالعہ جاری رکھا ہوا ہے آپ نے سلسلہ قادریہ کی ایک گرانقدر خدمت سرانجام دی ہے۔اللہ سائیں آپ کو جزائے خیر و برکت عطا فرمائے۔اِس فتنہ سازاور الحاد پرست عہد میں جناب غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مواعظ کی اشاعت انتہائی ضروری ہے۔اللہ تبارک تعالےٰ آپ سب اور ہم سب کو اس بارے میں توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆آستانہ عالیہ شیخو شریف ضلع اوکاڑہ

مکتوب

علامہ عبدالحکیم شرف قادری ☆

۵ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۸ھ

محترم ومکرم حضرت مولانا صاحبزادہ پیر محمد طاہر حسین حنفی قادری صاحب زید لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مولانا محمد اکرم قادری متعلم اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کی وساطت سے آپ کی تحریر کردہ کتاب "لمحاتِ کرم" موصول ہوئی۔ لطف وکرم کا ممنون ہوں۔

آپ نے اپنے والد ماجد حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین قادری صاحب m کی سوانح حیات لکھنے کیلئے قلم اٹھایا اور لکھنے کا حق ادا کردیا۔ آپ نے بے جا مبالغے اور افراط سے کام نہیں لیا۔ کمپوزنگ، طباعت اور کاغذ ہر چیز موزوں ومناسب اور خوبصورت استعمال کی۔ مولائے کریم آپ کے علم وعمل اور قادری فیضان میں برکتیں عطا فرمائے اور پرچم اسلام بلند کرنے اور لہرانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

فقیر عرصے سے علیل ہے اور اب تو چلنا پھرنا بھی مشکل ہوگیا ہے۔ اس لئے یہی چند الفاظ قبول فرمائیں اور فقیر کیلئے دعائیں فرمائیں۔ "مجلّہ آئینہ کرم" بھی موصول ہوا عمدہ مضامین پر مشتمل ہے۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری

بانی مکتبہ قادریہ، لاہور

☆ سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مکتوب

میاں محمد صادق قصوری☆

10-04-2007

گرامی قدر حضرت صاحبزادہ پیر محمد طاہر حسین صاحب مدظلہٗ

سلام ورحمت۔اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

کتاب ''لمحاتِ کرم'' باصرہ نواز ہوئی۔شکر گزار ہوں کہ آپ نے کرم فرمایا۔اللہ کریم جلّ شانہٗ وجلالہٗ آپ کی اس کاوش کو قبول ومنظور فرمائے۔

اتنی بڑی کتاب کا آپ کے قلم سے نکلنا معمولی بات نہیں ہے۔یہ بزرگوں کا تصرّف ہے اور بس۔خدا کرے کہ آپ ایسی کاوشیں بار بار فرماتے رہیں۔

شوگر کا مریض ہوں خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

فقط والسّلام

رہینِ کرم

قصوری

☆ بانی مرکزی مجلس امیر ملت پاکستان ومجاہد ملت فاؤنڈیشن پاکستان

بُرج کلاں ضلع قصور

لمحاتِ کرم نامہ

دکتر محمد حسین تسبیحی رھآ☆

به مناسبت چاپ و نشر کتابِ مستطاب لمحاتِ کرم

سَوانح حیات کرم

حضرت خواجه پیر محمد کرم حسین حنفی قادری

قدّس الله سرّه العزیز

تألیف لطیف جناب آقای ابو الحسن

پیر محمد طاهر حسین قادری زید عزّه العالی

لمحاتِ عشق و عرفان، همه جا شده نمایان

کرم محبت آمد، همه دم چو گل شکوفان

لمحات صدق و ایمان، شده جلوه بهاران

بنگر کرم چه کرده، به نظارهٔ گلستان

لمحاتِ رحمت حقّ، همه جا رسیده آسان

به امید نیکنامی، بشنو نوای قرآن

لمحاتِ پیر محمد کرم حسین نیکان

حنفی رسیده اکنون، به جمال پاکبازان

لمحات بُوَد کتابی که ربُوده دل ز مردم

که سَوانح حیات است، به جهان نور و عرفان

فیضان عشق باشد، ز کرم رسیده بر ما

به صفات نیک طاهر، شده گوهر درخشان

همه خواجه پیر محمد، به زبان و جان ترنّم

☆دائرة المعارف بزرگ اسلامی، طهران (ایران)

کہ حضور قبلہ عالم ، شدہ قادریٔ جیلان
گل باغ دل شکفتہ ، ہمہ لفظ و دُرِّ سُفتہ
بہ جہان رسیدہ خوشبو ، لمحات ابرِ فیضان
تو بیا بہ طاہر آباد ، تو ببین جمال یاران
ہمہ قادری بہ نسبت ، ہمہ در کرم شتابان
سخنان عشق گوید ، رہ و رسم عارفانہ
تو خصائص کرم بین ، کہ شوی چو گل بہ بستان
لمحاتِ پیر محمد کرم حسین بیامد
دل و جان بہ سوی او شد ، ہمہ دم غزل سَرایان
تُو بیا ابوالحسن جان ، تو محمدی و طاہر
تو نوشتہ ای سخن ہا ، کہ بُود نشان ایمان
بہ زبان و دل دعا گو کہ شوی سلامت و شاد
سخنان دلنوازی ، ز قلم شدہ دُر افشان
تُو بیا بہ منگانی رَو ، بہ زیارت مقدّس
تو ببین کہ دل نوازد ، بہ کلام عشق جانان
شب و روز عاشقانہ ، تو بخوان بسی ترانہ
کہ در آن بود نشانہ ، ز نوای نی نوازان
تو ابو الحسن کجایی ، تو بہ دردِ دل دوایی
تو کہ طاہری حسینی ، تو امیر عشق بازان
تو بہ عُمر سی سالہ ، زدہ ای نوای نالہ
لمحات پیر محمد کرم آمدہ بہ میدان
فیضان رُشد و ایمان ، نغمات لطف و احسان
اَدبی کلام منظوم ، شدہ مایۂ سخندان
ہمہ خاندان علیؑ گو ، ہمہ سوی حق صفا جُو
تو بیا بہ درگہ او ، کہ شوی رَجز خوانان

همـه علـم و دیـن بـه نسبـت ، شده جلوهٔ محمدؐ
همـه مصطفیؐ ثناخوان ، همه مجتبیٰؑ دل و جان
لـب و لهجـه شد ترنّم ، کـه زَنَد به نعره یا هو
لـمحـات پـاکبـازی ، بـرسد بـه سرفرازان
همـه گفت و مقدّس ، کـه رسد ز نور اقدس
بـه محمدؐ و علـیؑ شد ، چمن وفا گل افشان
بـه ائمـهؑ و صحـابهؓ ، همـه اولیای اسلام
همـه کاشف حقیقت ، به زبان و دل علیؑ جان
لـمحـات دلـنوازی ، بـدهد نیـاز و نـازی
تو ، به لنگر کرم باش ، به مثال میهمانان
کـرم و کـرامت آمد ، بـه نشـانهٔ سخـاوت
کـه چو آیینه کـرم شد ، بـه وفای میزبانان
سَفَـر و حَضـر بود شـاد ، بـه دیار طـاهر آباد
همـه کس در آن بُوَد خوش ، به کنار عشق بـازان
دل مـن ربـوده طـاهر کـه محمد و حسین است
بـه صفـات نیکنـامـی ، زده نقش آشنایان
گـل نـاز افتخـارم ، بـه کمـال حـافظ احمد
بـه جمـال کعبـهٔ عشق ، کـه بُوَد محبِّ انسان
تو ، به آیینه کرم بین ، که شوی همیشه دلشاد
رَسَدت نـوای ایمـان ، همـه دم بـه لفظ و برهـان
خـوش و شاد مـانم امشب ، کـه رسیده تحفهٔ نو
لـمحـاتِ مُصطفـایـیؒ ، بنعمـات لفظ نیکان
لـمحات چو گشتـهٔ تـألیف ، به حروف اَبجد آمد
بـه زبـان فـارسـی دان ، بـه زبان حال گویان:

بـه دلـم بُـوَد اثـر بـخـش ، بـه صد اشتیاق خوانم
"لـمـحـات پیر دستگیر" ، ز کرَم شـود خـوش الحان
"۱۳۸۵ھ ش"

به حروف جُمّل آمد: " لـمـحـات ، با حضرت حق "
کـه نـوشـتـه طـاهـر حق ، بـه صفـای نـو بهـاران
"۲۰۰۶م"

"لـمـحـات فـخر باللّٰه" ، همـه جـا شده درخشان
کـه شـده صـفـات ایـمـان ، ز کـرَم بـه لطـف فُرقان
"۱۴۲۷ھ ق"

"لَـمـحـات امـر غـفـور" ، شـده روشـنـی بـه دل ها
ز کـرَم بُـوَد کـرامـت ، کـه رسیده سوی ایران
"۲۰۰۶م"

زده نقـش دیـن و ایـمـان ، بـه قـرائـت مسلمـان
"لـمـحـات تعظیم مسجد" ، همـه جـا نماز خوانان
"۲۰۰۶م"

لـمـحـات گشـتـه ظـاهـر ، همـه جـا رسیده خوشبو
"عتبـات عـالیـات" شـد ، بـه مثـال مـاه تـابـان
"۱۳۸۵ ھ ش"

منم این "رهـا" شدم شـاد ، کرم آمده بـه ایران
لـمـحـات طـاهـر آبـاد ، کرَم از کـریـم مـنّـان

کتاب "لمحاتِ کرم"

کتابِ مُستطاب "لَمحاتِ کرم"

جناب محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری ☆

احوال وآثار، داستانِ حیات حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین قادری tm جداربنگانی شریف

تالیفِ لطیف، مکرّمی جناب ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قادری زیدہ مجدہ

سالِ تالیف: ۲۰۰۶ء

بالفاظ بحساب ابجد: "زّرین خورشیدِ طریقت" (۲۰۰۶ء)

سالِ تالیف: ۱۴۲۷ھ

بالفاظ بحساب ابجد: "زجاجِ فضیلت الٰہی" (۱۴۲۷ھ)

"شریعت ' ولایت" (۱۴۲۷ھ)

صفحات: ۶۳۲

بالفاظ بحساب ابجد: "علو ' علم فقر" ۶۳۲

"جامع انوار کرم" ۶۳۲

قطعات تاریخ (سالِ طباعت)

☆علم الاعداد اور فنِ تاریخ گوئی کے حوالے سے نامور شاعر (اٹک)

(۱)

داستانِ مردِ حق تُونے لِکھی طاہر حُسین
تیری اِس کاوش سے شاداں ہیں مُحبانِ کرم

پُر معارف اور لِکھ سکتا تھا کون ایسی کتاب
کون ہے تُجھ سے زیادہ مرتبہ دانِ کرم

اِس کتابِ ذوق پرور کی زروئے "جاوداں"
۳
کی رقم تاریخ "زیبا ابرِ فیضانِ کرم"

۳+۱۴۲۴=۱۴۲۷ھ

(۲)

مردِ حق ' عبدِ خدا و مُصطفیٰ پیدا ہوا
اُس کی پیدائش نویدِ اِنقلابِ فیض ہے

کشتِ ویرانِ زمانہ کے لئے جس کا وجود
ابرِ کرم و جُود و رحمت ہے ' سحابِ فیض ہے

ہو رہے ہیں ہر گھڑی اربابِ حاجت مُستفیض
روز و شب ہر دم کُشادہ اُس کا بابِ فیض ہے

اُس کے احوال و محاسن پہ ہے مبنی یہ کتاب
آفتابِ معرفت ' جو ماہتابِ فیض ہے

اِس کی تاریخِ طباعت کی مجھے طارق تھی فکر
مُجھ سے ہاتف نے کہا ' "جامع کتابِ فیض" ہے
۱۴۲۷ھ

(۳)

فقر و عرفاں کا حسیں پیکر وہ تصویرِ کرم
والیِ بغداد کا وہ مظہرِ فیضِ اُتم

چُھپ گیا چشمِ زمانہ سے ' مگر موجود ہے
اُس کا اَوج و اعتزاز اُس کا کمال اُس کا حَشم

رہنمائے اہلِ حق وہ مرشدِ اہلِ سلوک
طالبانِ فقر و تقویٰ کا وہ شیخِ محترم

اِس کتاب خُوب سے واضح ہے اُس کی زندگی
جس کا در ہے جلوہ گاہِ تابشِ شمعِ حرم

اِس کتاب رُوح پرور کی طباعت کا ہے سال
یہ تجلّی با رو "نُور افشاں لمحاتِ کرم"

۱۴۲۷ھ

کرم حسین m کا ہے عرس نامدار کا عرس

جاوید احمد قزلباش☆

کرم حسین m کا ہے عرس نامدار کا عرس
روان و روح و محبت زمام دار کا عرس

یہ چشمہ فیض کا جاری ہے آج تک ان کا
ہوا جو گیارہواں سالانہ باوقار کا عرس

☆☆☆

صاحب علم و عمل اور مظہر اعجاز ہیں
افتخار اولیا ہیں، روح کی آواز ہیں

شمع کے پروانہ ہیں تو آل کے مشتاق ہیں
عشق ہیں وہ جو مجسم، عشق کی پرواز ہیں

وہ کرم ہیں خامسِ آلِ عبا کے بے کلام
زندگی بخشی خدا نے، ان کو بخشا ہے دوام

☆☆☆

طاہر و مظہر کو اختر کو ہماری تعزیت
عرس کے موقع پہ ہم نے پیش کی ہے تسلیت

☆سابق ایڈیٹر سہ ماہی "پیامِ آشنا" اسلام آباد

ہیں کرم کے نور کی کرنیں بھی آلِ کرم
چشمۂ فیضان جاری از کمالِ حریت
روشنی ہے، معرفت ہے، عشق کا بھی ہے وفور
موجیں ہیں، بحرِ کرم کی کر رہی ہیں تربیت

☆☆☆

"لمحاتِ کرم" ، دیکھ کے میں نے تجھے پایا
میں جو شبِ تاریک کہیں دور سے آیا

اک سیّد والا نے جو کھولا درِ الفت
پھر مجھ کو ملی ثروتِ عشاق کی مایا

ہم حیدر و صفدر کی محبت میں گرفتار
ہم نے جو تجھے دیکھا تو پھر گیت یہ گایا

تو حیدری و مست و قلندر ہے کرم کر
ہم آئے ہیں امید لیے، ہے بھی سایہ!

ہے سایہ پہ مہر، تو آغوشِ محبت
ہنگامہ ہستی سے مفر ہے بھی لایا

ہے پیر طریقت تو شریعت کی ہے مصباح
جمہور کی اب دیکھ پہنچی ہوئی کایا

اب رفق و رفاقت کی جو اک صبح ہے آئی
جاویدؔ نے پھر دُر و گہر آج ہے پایا

مطبوعات قادریہ آرگنائزیشن دربارِ کرم طاہر آباد منگانی شریف جھنگ